# کامیابی کے اسرار

تألیف

آیت اللہ سید مرتضیٰ مجتہدی سیستانی

## جلد - ۲

ترجمہ

عرفان حیدر

# کامیابی کے اسرار جلد۲

مؤلف:.....آیت اللہ سید مرتضی مجتہدی سیستانی

ترجمہ:.....عرفان حیدر

نظر ثانی:.....زین العابدین علوی، سلمان نامدار

کمپوزنگ:..... حسنین عباس، فیض الحسن فیضی

ڈیزائن:.....شاذان حیدر،

طبع:..... اوّل

تاریخ طبع:.....۱۰ر مئی ۲۰۱۱ء

تعداد:.....۵۰۰

قیمت:.....۲۰۰

ناشر.....الماس قم ایران

ملنے کا پتہ:

جامعہ امام صادق بک سینٹر علمدار روڈ کوئٹہ بلوچستان فون نمبر: ۲۶۲۴۷۳۵_۰۸۱

ویب سائٹ: www.almonji.com

info@almonji.com

ایمیل: irfanhaider014@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# انتساب

اس روح کائنات کے نام

جس پر دونوں جہاں کی بقا کا دارومدار ہے جس کے لئے زبان معصوم گویا ہوئی:

**"یَمْلَأُ الْاَرْضَ عَدْلاً وَّ قِسْطاً کَمٰا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَ جَوْراً"**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## حرف مترجم

**"الحمد للّٰہ الذی جعلنا من المتمسکین بولا یة علی بن ابیطالب وصلی اللّٰہ علی محمّد و آلہ الا ئمة المعصومین"**

تمام تعریفیں اس پروردگار عالم کے لئے ہیں جو کائنات کا خالق و مالک ہے اور بے شمار درود وسلام ہو اس کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیؐ اور ان کی عترت طاہرہ پر جنہوں نے اپنی تعلیمات کے ذریعے بشریت کی راہنمائی فرمائی اور انسانوں کو گمراہی وضلالت سے نکال کر ہدایت کا راستہ دکھایا۔

قارئین کرام ! کامیابی کی خواہش انسان کی فطرت میں شامل ہے ہر انسان کامیاب زندگی کا خواہاں ہے لیکن اکثر صحیح راہنما میسر نہ آنے سے انسان کی یہ خواہش پوری نہیں ہوتی اور اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

زیر نظر کتاب آیت اللہ سید مرتضٰی مجتہدی سیستانی مدظلہ کی فارسی کتاب "اسرار موفقیت" کا ترجمہ ہے۔ یہ کتاب کامیابی کی تلاش وجستجو کرنے والوں کے لئے نایاب تحفہ اور یأس وناامیدی میں مبتلا افراد کے لئے امید کی کرن ہے۔ حقیر نے اسے فارسی زبان سے اردو کے قالب میں ڈھالا۔ لیکن یہ معرکہ مجھ ناچیز سے اکیلے سر ہونے والا نہیں تھا لہذا سب سے پہلے میں شکر گزار ہوں اس معبود حقیقی کا جس نے اس عظیم کام کو انجام دینے کی توفیق عنایت فرمائی۔

اس کتاب میں خود شناسی ،معارف سے آشنائی ،عبادت وبندگی ،تقویٰ ،کام اور کوشش ، توسل ، اہلبیت اطہار علیہم السلام کی محبت ،انتظار اور رازداری جیسے موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ہر موضوع کی مناسبت سے خاندان عصمت وطہارت علیہم السلام کے فرامین نے کتاب کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ ترجمہ کے دوران آسان ، عام فہم اور سلیس زبان استعمال کی گئی ہے۔ ثقیل اور غیر مانوس کلمات سے

پر ہیز کیا گیا۔ البتہ اس بات کا فیصلہ تو قارئین فرمائیں گے کہ ہم مفاہیم ومطالب کو منتقل کرنے میں کس حد تک کامیاب رہے پھر بھی آپ سے استدعا ہے کہ ترجمے میں نقائص سے ضرور مطلع فرمائیں۔

میں شکر گزار ہوں ان تمام دوست احباب کا جنہوں نے اس کار خیر میں تعاون کیا۔ بالخصوص اپنے نانا حاجی خادم حسین جعفری صاحب جن کی راہنمائی اور تعلیم مذہب حقہ کی شناخت اور اسے قبول کرنے کا سبب بنی اور ہم ان کے اس احسان کو کبھی بھلا نہ سکیں گے۔

اور میں مشکور ہوں اپنے والدین کا کہ جن کی دعائیں ہمیشہ میرے شامل حال رہیں، اپنے تمام اساتید بالخصوص جناب محمد جمعہ اسدی، جناب ابراہیم حلیمی اور جناب اکبر حسین زاہدی صاحب کا جن کی راہنمائی سے ناچیز اس مقام پر پہنچا اور اپنے بھائیوں جناب عمران حیدر شاہد اور علی اسدی کا کہ جن کی محبت وشفقت نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

اس انمول کتاب کو زیور طبع سے آراستہ کرنے کے سلسلہ میں جامعہ امام صادقؑ کوئٹہ کے مدیر جناب محمد جمعہ اسدی صاحب اور اپنے جناب مشتاق حسین عمرانی، مختار حسین رحیمی، ادیب علی آدابی، امجد حسین محسنی، ذیشان مہدی سومرو، علی شاہ نقوی، عبدالحفیظ مطہری صاحب اور دوسرے تمام دوستوں کا مشکور ہوں۔

آخر میں میں جناب زین العابدین علوی اور جناب سلمان نامدار کا ممنون ومشکور ہوں جنہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر نظر ثانی کے فرائض انجام دیئے۔

عرفان حیدر

قم المقدس (ایران)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## پیش گفتار

اپنی روح کی عظیم توانائیوں سے آگاہ ہونے کے لئے روحانی تکامل کے لئے خودشناسی کی اشد ضرورت ہوتی ہے ۔خود سے آگاہ ہونے کی صورت میں آپ کے لئے معارف سے آشنائی کا زمینہ فراہم ہوجاتا ہے جوآپ کے دل وجان کوروشن کرنے کا باعث بنتا ہے۔صحیح اور عالی معارف حاصل کریں۔اس صورت میں خدا کی بندگی وعبادت کے لئےمکمل علم وآگاہی اورمعرفت کی کوشش کریں اوراپنے خدا سے مناجات کریں تا کہ آپ بندگی وعبادت کی شرینی وحلاوت کودرک کرسکیں اورالٰہی کشش آپ کوہوائے نفسانی سےنجات دلا سکے۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہ مقام اسی صورت میں حاصل ہوگا جب عبادت و بندگی کے ساتھ تقویٰ وپرہیزگاری ہوورنہ تقویٰ کے بغیرعبادت کا رنج ومشقت کےسوا کوئی اثرنہیں ہوتا۔تقویٰ کے مقام تک پہنچنے کے لئے کام اورکوشش کریں اورسعی وجستجو کریں کیونکہ روحانی ومعنوی حالت کےحصول کے لئے زحمت برداشت کرنا ضروری ہےاورسستی وکاہلی سے پرہیز کریں۔

اگرآپ کوایسامحسوس ہوکہ آپ کے کام اورکوشش کا کوئی نتیجہ نہیں ہے یااس کی کوئی قابل ذکر تاثیرنہیں ہےتوعالم غیب سے مدد طلب کریں اوراہلبیت اطہارعلیہم السلام سےتوسل کے ذریعہ خدا کی اطاعت کریں اورگناہوں کوترک کردیں اورقرب الٰہی کی منزل تک پہنچ جائیں۔

اگرآپ خودکومصیبتوں کے دریامیں گھرا ہوادیکھیں تو جان لیں کہ کشتی نجات دریاہی میں ہے جو آپ کی طرف آرہی ہے،آپ بھی اس کی طرف قدم بڑھائیں تا کہ اس صورت میں آپ اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام کی عظمت کودرک کرسکیں اورآپ کے پورے وجود میں محبت اہلبیت رچ بس جائے۔

اس وقت آپ کومعلوم ہوگا راہ نجات صرف اہلبیت علیہم السلام کی محبت اورولایت پراعتقاد میں ہی

ہے چومکہ خاندان وحی کی محبت شفا بخش اکسیر ہے۔اس میں جتنا اضافہ ہوگا روح اتنی ہی پاکیزہ ہوتی جائے گی اس سے آپ میں حکومت الٰہی کے لئے باطنی آمادگی پیدا ہو جائے گی۔حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ فرجہ الشریف کے دست قدرت سے دنیا میں عظیم تحول کے انتظار میں دن گنتیر ہیں۔ اس صورت میں آپ کو خود میں کامیابی کے اسرار نمایاں دکھائی دیں گے۔

انتظار اپنے مکمل اور واقعی معنی میں نامحسوس اسرار کو آشکار کرتا ہے لہذا انہیں راز میں رکھنے کی کوشش کریں۔اگر ہو سکے تو اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھیں اس سے آپ کی توفیقات میں اضافہ ہوگا اور آپ کو کامیابی کے اسرار سے مزید آشنائی حاصل ہوگی۔

سید مرتضٰی مجتہدی سیستانی

پہلا باب

# خودشناسی

حضرت امیرالمومنین علیؑ فرماتے ہیں:

"مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ جَلَّ أَمْرُه"

جو اپنے نفس کو پہچان لے اس کی شخصیت صاحب جلال بن جاتی ہے۔

# پہلا باب

## خودشناسی یا راہ تکامل

وہی شخص اپنی اندرونی عجیب اور حیرت انگیز روحانی قدرت وطاقت سے استفادہ کرسکتا ہے جسے ان کے ہونے کا علم ہو اور وہ ان توانائیوں کو بروئے کار لانے کی جستجو بھی کرتا ہو ورنہ وہ کس طرح ان سے استفادہ کرسکتا ہے؟ اس لئے انسان کو چاہئے کہ روحانی اور معنوی مقامات کے حصول کے لئے پہلے خود کو پہچانے اور اس کے لئے اپنی اندر موجود ان توانائیوں کو پروان چڑھانے کے طریقہ کار سے آشنا ہونا بھی ضروری ہے۔

بہت سے نوجوان فطرت کے حسن سے آشنا ہونے کے لئے دور دراز کے ممالک کی سیاحت کے لئے نکل پڑتے ہیں اور بہت سی زحمتیں اور تکلیفیں برداشت کرتے ہیں۔ اگر ایسے کام صحیح پروگرام کے تحت ہوں اور دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے ان کا اثر نہ لیا جائے تو اس سے انہیں تازگی ملے گی۔ لیکن دنیا کی سیاحت سے زیادہ اہم یہ ہے کہ انسان خود کو تلاش کرنے کا سفر کرے اور یہ جان لے کہ اپنے وجود کے اسرار و رموز سے آگاہی، دور دراز کے علاقوں کو پہچاننے سے کہیں زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ خودشناسی اور ہمارے اندر مخفی قوتیں ہماری خودسازی اور تکامل میں اہم اور بنیادی کردار کی حامل ہیں تو ہم انہیں ہی زیادہ اہمیت دیتے۔

خودشناسی نہ صرف ترقی اور تکامل کے لئے بہت ضروری ہے بلکہ کہہ سکتے ہیں: روحانی اور معنوی مقامات کے حصول کے لئے معرفت کی تمام قسموں میں سے یہ سب سے زیادہ مفید اور نفع بخش ہے۔

اسی لئے امیر کائنات حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

''مَعْرِفَةُ النَّفْسِ أَنْفَعُ الْمَعارِفِ''[۱]

نفس کی معرفت تمام معارف سے زیادہ مفید ہے۔

کیونکہ کہ نفس کی معرفت سے انسان اپنے اندر موجود ایسے عوامل سے آشنا ہو جاتا ہے جو اس کی ترقی اور تکامل میں بہت مؤثر ہوتے ہیں اور وہ معارف کو حاصل کرنے، ترقی، تکامل اور نجات کی راہ میں حائل موانع سے بھی آشنا ہو جاتا ہے۔ یوں اسے تمام متقاضیات اور موانع معلوم ہو جاتے ہیں۔ ترقی اور پیشرفت کے متقاضی امور کی شناخت اور اسی طرح راہ کے تمام موانع کو جاننا روحانی تکامل کے لازمی شرائط میں سے ہے۔

انسان ان کی شناخت سے اپنے لئے نور کے دریچہ کھول لیتا ہے اور مقتضیات کو انجام دینے اور موانع کو برطرف کرنے سے نجات کے سب سے بڑے راستہ تک پہنچ جاتا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''نالَ الْفَوْزَ الْأَكْبَرَ مَنْ ظَفَرَ بِمَعْرِفَةِ النَّفْسِ''[۲]

جو نفس کو پہچاننے میں کامیاب ہو جائے وہ نجات اور کامیابی کی سب سے بڑی راہ تک پہنچ جاتا ہے۔

اس بیان سے یہ واضح ہو گیا کہ نفس کی پہچان اور اپنے اندر پوشیدہ عظیم قوتوں سے آگاہی تکامل کی حتمی اور لازمی شرائط میں سے ہے اور نفس کی طاقت سے آشنائی بہت ضروری ہے چاہے نفس کی یہ طاقت تعمیری ہو یا تخریبی۔

---

۱۔ شرح غرر الحکم: ۴/۱۴۸

۲۔ شرح غرر الحکم: ۶/۱۷۳

انسان کو یہ بھی جان لینا چاہئے کہ اس کے نفس کو کن چیزوں نے جکڑ رکھا ہے اور وہ کس طرح ان سے رہائی حاصل کرسکتا ہے تا کہ انسان ان کی قید سے آزاد ہو کر اپنے اندر پوشیدہ توانائیوں کو بیدار کر سکے۔

حضرت امیر المؤمنین علی بن ابیطالب علیہ السلام ایسے شخص کو عارف کہتے ہیں جو اپنے نفس اور نفسانی حالات سے آشنا ہو اور فرماتے ہیں:

"اَلْعارِفُ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَاَعْتَقَها وَ نَزَّهَها عَنْ كُلِّ ما يَبْعُدُها وَ يُوْبِقُها"[۱]

عارف وہ ہے جو اپنے نفس کو پہچانتا ہو، اور پھر اپنے نفس کو آزاد کرے اور وہ اسے ہر اس چیز سے پاک کرے جو اسے (خدا) سے دور کرے۔

آنچه در علم پیش می آید　　دانش ذات خویش می یابد

این بدان کایت شرف این است　　نسخهٔ سرّ من عرف این است

غور و فکر، سوچ و بچار، پختہ ارادہ، ایمان اور یقین آپ کے نفس کی طاقتور توانائیاں ہیں انہیں سستی و کاہلی سے پاک رکھیں اور انہیں خوبیوں اور نیکیوں کی طرف پرواز کے لئے پروں کی طرح استعمال کرے۔

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اِنَّ النَّفْسَ جَوْهَرَةٌ ثَمِيْنَةٌ مَنْ صانَها رَفَعَها وَ مَنْ اِبْتَذَلَها وَضَعَها"[۲]

بیشک نفس ایک قیمتی گوہر ہے۔ جو اس کی مخالفت کرے وہ اسے بلند کرے گا اور جو اس کو آزاد چھوڑ دے گا نفس اسے پست کر دے گا۔

اس بناء پر اپنے نفس کے قیمتی گوہر کو بلندیوں پر لے جائیں اور اسے آلودگیوں سے پاک کریں

---

۱۔ شرح غرر الحکم: ۴۸/۲

۲۔ شرح غرر الحکم: ۵۲۲/۲

تا کہ معنوی وروحانی مقامات تک پہنچ سکیں۔

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ تَجَرَّدَ"[۱]

جو اپنے نفس کو پہچان لے، وہ مجرد (یعنی برائیوں سے دور رہے گا) ہو جائے گا۔

اس صورت میں نہ صرف نفس انسان کو برے کاموں کی طرف ورغلاتا ہے بلکہ اس کی راہنمائی بھی کرتا ہے۔ اسی طرح مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لا تَعْصِ نَفْسَکَ اِذٰا هِيَ أَرْشَدَتْکَ"[۲]

جب بھی تمہارا نفس تمہاری راہنمائی کرے تو اس کی مخالفت نہ کرو۔

## نفس کی پاکیزگی

سوچ وفکر، ہمت وارادہ اور نفس کی دوسری قوتوں کی پاکیزگی کے لئے سنجیدگی سے کوشش کرنی چاہئے اور سستی وکاہلی سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کیونکہ نفس کی اصلاح اور نفس میں پوشیدہ توانائیوں کو نکھارنے کے لئے سعی وکوشش کرنا بہت ضروری ہے۔

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لا تَتْرُکِ الْاِجْتِهٰادَ فِي اِصْلاٰحِ نَفْسِکَ فَاِنَّهُ لا يُعِيْنُکَ اِلَّا الْجِدُّ"[۳]

اپنے نفس کی اصلاح کے لئے سعی وکوشش کو ترک نہ کرو کیونکہ اس راہ میں کوشش کے علاوہ کوئی چیز تمہاری مدد نہیں کر سکتی۔

---

۱۔ شرح غرر الحکم: ۱۷۵/۵ ۲۔ شرح غرر الحکم: ۲۸۲/۶

۳۔ شرح غرر الحکم: ۳۱۵/۶

لیکن افسوس کا مقام ہے ہے اس مسئلہ کی اتنی اہمیت کے باوجود اس کی طرف بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ خدا کے حقیقی بندوں (اولیائے خدا) نے خود کو کس طرح پہچانا؟ انہیں اتنا اعلی وارفع مقام کیسے حاصل ہوا؟ وہ کس طرح شرافت نفس کے مقام تک پہنچے؟ ہم کس طرح ان کے نقش قدم پر چل سکتے ہیں اور کس طرح ان کے مقام تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں؟

ان سوالوں کا جواب مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام نے ایک کلام کے ضمن میں یوں بیان فرمایا ہے:

"عَوِّدْ نَفْسَکَ فِعْلَ الْمَکَارِمِ وَ تَحَمُّلَ أَعْبَاءِ الْمَغَارِمِ تَشْرُفْ نَفْسَکَ"[1]

اپنے نفس کو پسندیدہ کاموں کی انجام دہی اور تکلیفوں کو برداشت کرنے کی عادت ڈالو، تا کہ اپنے نفس کو بلند مرتبہ پر فائز کر سکو۔

ہمارے بزرگوں نے اسی پُر معنی فرمان کو عملی جامہ پہنایا اور شرافت نفس کے مقام یعنی خودسازی اور خودشناسی تک پہنچے۔ اگر ہم بھی پسندیدہ کام انجام دیں اور مشکل کاموں کو انجام دینے کی راہ میں مشکلات برداشت کریں تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہم خودشناسی اور انسانیت کے اعلی مقام یعنی شرافت نفس تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

## خودشناسی اور مکاشفہ

خودشناسی کے اہم ترین رازوں میں سے ایک یہ ہے کہ انسان یہ جان لے کہ نفس اضداد کا مجموعہ ہے، جس طرح معاشرہ اچھے اور برے لوگوں سے مل کر بنتا ہے اسی طرح نفس میں بھی خوبیاں اور برائیاں موجود ہوتی ہیں۔ نفس ایک شخص یا کسی ایک موضوع سے دوستی یا دشمنی کو اپنے اندر جگہ دے سکتا ہے اور اپنے اندر صحیح اور غلط افکار کو جمع کر سکتا ہے۔

---

۱۔ شرح غرر الحکم: ۵/۱۷۵

اس بناء پر اس حقیقت سے آگاہ ہونے کے بعد جب تک نفس اعلیٰ مراحل تک اور تکامل کی منزل تک نہ پہنچ جائے تب تک اس کے تمام آثار کو صحیح نہیں سمجھ سکتے۔اس مطلب کی مزید وضاحت کے لئے ہم کہتے ہیں:

نفس کے آثار اور مکاشفات کو کلی طور پر تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔رحمانی مکاشفات

۲۔شیطانی مکاشفات

۳۔نفسانی مکاشفات

## ۱۔رحمانی مکاشفات

یہ ملائکہ کے الہام سے وجود میں آتے ہیں اگر چہ یہ بہت کم ہوتے ہیں لیکن یہ حقیقت رکھتے ہیں اور صحیح ہیں۔

## ۲۔شیطانی مکاشفات

یہ مکاشفات کی دوسری قسم ہے جسے شیطانی عوامل ایجاد کرتے ہیں اور اگر فرض کریں کہ یہ کسی مقام پر کوئی صحیح خبر دیں تو اس پر توجہ نہیں کرنی چاہئے ورنہ یہ آہستہ آہستہ انسان میں نفوذ پیدا کر کے انسان پر حاوی و مسلط ہو جاتے ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان ایسے مکاشفات کا عادی ہو جاتا ہے اور شیطان ایسے مکاشفات کی ذریعے حاوی ہو جاتا ہے۔

بعض اوقات بہت سے انسان علم و آگاہی خاندان وحی علیہم السلام کے حیات بخش فرامین سے دوری کے نتیجہ میں خود کو ایسے مکاشفات و خیالات میں مبتلا کر لیتا ہے اور وہ اس خیال خامی میں اپنی عمر برباد کر دیتا ہے کہ اسے بزرگ معنوی و روحانی حالات پیدا ہوئے ہیں۔

### ۳۔نفسانی مکاشفات

مکاشفات کی تیسری قسم نفسانی مکاشفات ہیں۔ایسے مکاشفات کا صحیح وغلط ہونا نفس کی نورانیت سے مربوط ہے اگر کوئی سلمان وابوذر کی طرح کمال کے درجہ تک پہنچ جائے تو اس کے تمام مکاشفات صحیح ہوں گے۔لیکن اگر تکامل کے درجہ تک نہ پہنچا ہو اور چونکہ اس کے نفس میں موجود افکار، سوچ و بچار اور اعتقادات اس کے مکاشفات اور نفسانی چیزوں کے حصول میں مؤثر ہوتے ہیں۔اس لئے مکاشفات کا صحیح ہونا افکار وعقائد کی اہمیت سے وابستہ ہوتا ہے۔

اس بناء پر جب تک انسان اپنے وجود سے غلط افکار وخیالات اور اعتقادات کو دور نہ کرے تب تک وہ مکاشفات کی صحت کو اخذ نہیں کرسکتا کیونکہ بہت سے موارد میں نفسانی مکاشفات انہی چیزوں سے پیدا ہوتے ہیں کہ جو نفس میں موجود ہوں کیونکہ جو نفس تکامل کی حد تک نہ پہنچا ہو وہ حق و باطل اور صحیح و غلط کا مجموعہ ہوتا ہے لہذا ہر قسم کے مکاشفہ پر اعتبار و اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ایسے مکاشفات و الہامات کی طرف توجہ سے بہتر ہے کہ انسان اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام کے فرامین کی روشنی میں خودسازی اور تکامل کی سعی کرے کیونکہ اہلبیت علیہم السلام تمام اسرار ورموز سے آگاہ ہیں۔

اس بناء پر جو کوئی بھی ایسے مکاشفات کے حصول کا پیاسا ہو، اس پر لازم ہے کہ وہ مکتب وحی کے فرامین کی بنیاد پر خودسازی کی کوشش کرے تا کہ خواہشات نفسانی اور ہوا وہوس پر اثر انداز نہ ہوں۔

## مغرب میں خودشناسی کا ایک نمونہ

کچھ مغربی ممالک میں تعلیمی اداروں، یونیورسٹیوں اور کالجوں میں داخلے کے خواہشمند حضرات کا ٹیسٹ لیا جاتا ہے اور ان سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات کی بنیاد پر انہیں یہ پتہ چل جاتا ہے کہ ان میں روحانی وعلمی استعداد کس قدر ہے وہ علوم کے کس شعبہ میں زیادہ ترقی کر سکتے ہیں؟ پس جب یہ معلوم ہو جائے کہ وہ علوم کے کس شعبہ میں زیادہ ترقی کر سکتے ہیں، وہ ان کے لئے اسی شعبہ کا

انتخاب کرتے ہیں۔

اگر چہ خودشناسی کی اس قسم کے بھی بہت سے فوائد ہیں یہ صحیح راہ میں صرف ہونے والی انرجی اور توانائیوں کو ضائع ہونے سے بچاتا ہے۔لیکن زندگی کے آخر تک اسی پر اکتفاء کرنا اوراس سے زیادہ توانائی رکھنے والے جوان کے لئے اسی راہ کو جاری وساری رکھنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص جوانی میں اپنے بدن کی سلامتی کے لئے اپنا چیک اپ کروائے اور بڑھاپے تک اسی پر باقی رہے!

ایسی شناخت صرف محدود وقت کے لئے کافی ہے۔جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ انسان کی اندرونی اور روحانی توانائیاں کبھی بچپن یا جوانی میں ہی انسان میں نمودار ہوتی ہیں اور کبھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عقل اور تجربہ کی افزائش سے کچھ انسانوں میں یہ عظیم توانائیاں بڑھاپے میں نکھر کر سامنے آتی ہیں۔

اس بناء پر انسان کو ہمیشہ اپنے اندر چھپی ہوئی پوشیدہ توانائیوں سے آگاہی کی کوشش کرنی چاہئے اور انہیں آشکار کرنا چاہئے کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ بہت سے ذہین افراد نے بڑھاپے میں اپنی ذہانت کو نکھارا ہے۔

لہذا اگر کوئی ذہانت کے ٹیسٹ میں ایک معلم کے برابر صلاحیت رکھتا ہو تو اسے اپنی زندگی کے آخری ایام تک یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہ ایک معلم ہی کی صلاحیت رکھتا ہے۔بلکہ اسے انسان ساز مکتب اہلبیت علیہم السلام کے الہام وفرامین کی روشنی میں یہ سوچنا چاہئے کہ خداوند کریم نے اس میں ایسی خصوصیات وخصلتیں خلق کی ہیں جن سے استفادہ کرکے انسان اپنی صلاحیت کے نئے دروازے کھول سکتا ہے۔

پختہ ارادہ، ہمت اور توبہ انہی خصوصیات میں سے ہیں۔

مثال کے طور پر انسان توبہ کی وجہ سے اپنے اندر موجود عظیم توانائی تک رسائی حاصل کرکے انہیں عظیم توانائیوں میں تبدیل کرسکتا ہے۔

اسی طرح مکتب اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام کے فرمودات وکلمات میں اپنے پیروکاروں کو ہمت اور ارادے کے بارے میں جو کچھ سکھایا ہے ان کا مسئلہ بھی ایسے ہی ہے۔

اس بناء پر اگر ایسی خصوصیات کے باوجود انسان ان کی طرف متوجہ نہ ہو اور محدود وقت کے لئے اپنی کچھ توانائیوں کو پہچان کر انہی پر اکتفاء کرے تو یہ بہت بڑی غلط فہمی ہوگی۔ ہمیں ہمیشہ نفس اور اس کی تبدیلیوں کی طرف متوجہ رہنا چاہئے تا کہ ہمیں اپنے نفس کی دوراندیشانہ شناخت ہو۔

پس محدود وقت کے لئے خودشناسی پوری زندگی کی خودشناسی اور خودسازی کی دلیل نہیں ہے بلکہ خودشناسی اور خودسازی ہمیشہ کی بنیادوں پر دوراندیشی اور نفس کے بارے میں فکر کے ساتھ ہونی چاہئے۔

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اِنَّ الْمَحازِمَ مَنْ قَیَّدَ نَفْسَهُ بِالْمُحاسَبَةِ وَ مَلِکَها بِالْمُغاضَبَةِ وَ قَتَلَها بِالْمُجاهَدَة"[1]

بیشک دوراندیش وہ ہے جو محاسبہ کے ذریعہ اپنے نفس پر قابو رکھے اور اپنے نفس پر غضب کے ذریعہ اس کا مالک بن جائے اور مجاہدت کے ذریعہ اسے قتل کردے۔

دوراندیشی، نفس کے محاسبہ اور نفس پر مغاضبہ کے ذریعہ انسان کے نفس میں ایسی تبدیلیاں ایجاد ہوتی ہیں جس سے گذشتہ زمانے میں کئے جانے والے تمام ٹیسٹوں کی اہمیت کم ہوجاتی ہے۔

پس نفس میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں اور شخصیت کی تجدید کے نتیجہ میں نئے ٹیسٹ کرنے چاہئیں جس طرح وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بدن کا نئے سرے سے چیک اپ کیا جاتا ہے۔

اسی لئے ماہرین نفسیات روحانی پریشانیوں سے نجات اور زندگی کو پرمسرت بنانے کے کچھ طریقے بیان کرتے ہیں۔ تصویر وتصور، تجسم اور ارادے ایسے ہی مہم طریقے ہیں جن پر یہ بھروسہ کرتے ہیں۔

---

۱۔ شرح غرر الحکم: ۵۵۸/۲

دنیاوالوں نے جن حقائق تک اب رسائی حاصل کی ہے ہمارے راہنماؤں اور پیشواؤں نے ہمیں وہ حقائق بہت پہلے سکھائے تھے۔لہذا ہمیں ان کی نئی دریافتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے جوانہوں نے اپنے نظریات کی بنیاد پر فراہم کئے ہیں۔ہمیں ''دون خوان'' اور ''کاستاندا'' کے تجربات اور تصنیفات کی کوئی ضرورت نہیں ہے ان کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ امریکا کے جادوگروں کو ہی چکمہ دیں۔

جس طرح ہمیں ''ماہاریشی'' کی راہنمائی کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ ہندوستان کے سیکھوں اور ہندوؤں کو ہی تعلیم دے۔ہمیں ''ذن بودیسم'' اور ''پیران'' کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ان کے لئے ''ذن'' اور ''گوان'' کی طریقت ہی گائے پرستوں کو سکھائیں۔ہمیں نہ ہی تو ''کرشنا مورتی'' کی بصیرت کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس کے شیر کے دانتوں کی ان کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ ہمارے آگاہ جوانوں کی طرف اپنی طمع کے دانت نہ بڑھائیں۔

## خودشناسی کے عوامل

### ا۔خودشناسی میں ارادہ کا کردار

اگر آپ اپنی ہوا و ہوس کو قوی سمجھتے ہیں تو اس کی یہ وجہ ہے کہ خودسازی کے بارے میں آپ کا ارادہ ضعیف ہے۔اگر آپ اپنے ارادہ کو مضبوط بنالیں اور پختہ ارادہ کے ساتھ صراط مستقیم پر چلنے کے لئے قدم بڑھائیں تو اس صورت میں آپ کو یقین ہو جائے گا کہ آپ کا نفس اور ہوا و ہوس آپ کے زیر تسلط اور مغلوب ہے۔

آپ یقین رکھیں کہ ارادہ کی حقیقت سے آپ کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ آپ کے محکم ارادے کے سامنے آپ کے نفس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے ولایت و امامت کی چھٹی کڑی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یوں بیان فرمایا ہے:

''صٰاحِبُ النِّیَّةِ الْخٰالِصَةِ نَفْسُهُ وَ هَوٰاهُ مَقْهُوْرَتٰانِ تَحْتَ سُلْطٰانِ تَعْظِیْمِ اللّٰهِ

وَالْحَیاءِ مِنْهُ''[۱]

جو کوئی پختہ ارادہ اور خالص نیت کا مالک ہو، اس کا نفس اور ہوا و ہوس سلطنت الٰہی کی تعظیم اور خدا سے حیاء کی وجہ سے مقہور و مغلوب ہوتی ہیں۔

یعنی خالص اور پختہ ارادہ رکھنے والا شخص خود کو خدا کی عظمت کے سامنے حاضر سمجھتا ہے اور برے کاموں کو انجام دینے کی راہ میں شرم و حیاء مانع آتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نفس، نفسانی خواہشات اور ہوا و ہوس مغلوب ہو جاتی ہیں اور یہ ان پر مسلط ہو جاتا ہے۔

اس بناء پر اپنے نفس کے قوی ہونے کا گلہ و شکوہ نہ کریں بلکہ اپنے ارادے کے ضعف اور ناپختگی کا رونا روئیں اور اس کی اصلاح کی کوشش کریں۔

## نفس کو کمزور کرنے کا طریقہ

آپ ارادہ کر لیں کہ جب بھی کوئی گناہ یا برا کام انجام دیں تو اس کے برابر اچھا اور نیک کام انجام دیں اگر آپ نے اس پر عمل کیا تو کچھ دنوں کے بعد آپ مشاہدہ کریں گے کہ آپ میں نفسانی خواہشات کمزور ہو چکی ہیں۔ حضرت پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

''اِذٰا عَلِمْتَ سَیِّئَةً فَاعْمَلْ حَسَنَةً تَمْحُوْهٰا''[۲]

جب بھی تم نے کوئی برا کام انجام دیا تو پھر نیک کام بھی انجام دو تا کہ برے کام کو نابود کر سکو۔

غلط اور برے کاموں کے جبران کے لئے اچھے اور نیک کام انجام دینے سے ناپسندیدہ اور برے کاموں کے اثرات زائل ہو جاتے ہیں۔ اس کے آثار میں سے ایک نفسانی خواہشات کی قدرت ہے۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۰/۲۱۰، مصباح الشریعہ: ۴

۲: بحار الانوار: ۷۱/۳۸۹، امالی طوسی: ۱/۱۸۹

اس بناء پر ہمیں خاندان وحی علیہم السلام کے انسان ساز فرامین سے ابھی یہ عہد کرنا چاہئے کہ ہم سے جب بھی کوئی خطا سرزد ہو جائے تو اس کے جبران کے طور پر نیک اور اچھا عمل انجام دیں تا کہ برے عمل کا اثر ختم ہو جائے۔ یہ کامیابی کی ایک اہم کنجی ہے جسے کبھی بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ آپ کو یہ یقین ہونا چاہئے کہ اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام کے فرمودات کی پیروی کرنے سے آپ کے لئے تاریک راہیں بھی روشن ہو جائیں گی، آپ کے لئے پیچیدگیاں حل ہو جائیں گی اور آپ پر غالب نفس مغلوب ہو جائے گا۔ تب آپ کو یہ یقین ہو جائے گا کہ بہت سے ناممکن کام بھی ممکن ہیں۔

اب ہم آپ کے لئے اسلام کے درخشاں ستارے مرحوم مرزا قمی کا واقعہ بیان کرتے ہیں تا کہ آپ کو یہ یقین ہو جائے کہ بہت سے ناممکن کام بھی ممکن ہیں۔

مرحوم مرزا قمی کی وفات کے بعد ''شیروان'' کا رہنے والا ایک شخص ہمیشہ آپ کے مرقد پر حاضر ہوتا اور وہ کسی سے کوئی اجرت لئے بغیر وہاں ایک خادم کی طرح خدمت کرتا۔ نیز کسی نے اسے اس کام پر معین بھی نہیں کیا تھا۔ کیونکہ یہ کام رائج اور مرسوم نہیں تھا اس لئے اس کی خدمت گزاری کی وجہ دریافت کرنے لگے۔

اس نے کہا: میں شیروان کا رہنے والا ہوں اور اس شہر کے امیر ترین افراد میں سے ہوں۔ میں سمجھا کہ میں حج کے لئے مستطیع ہوں لہذا میں حج بیت اللہ کی ادائیگی کے ارادہ سے سفر کا لباس پہن کر شہر سے نکلا۔

مکہ معظّمہ پہنچنے اور حج کے اعمال انجام دینے کے بعد میں دریائی راستہ کے ذریعے واپس روانہ ہوا۔ ایک دن میں رفع حاجت کے لئے کشتی کے کنارے پر بیٹھا کہ میرے پیسوں کی تھیلی پھٹ گئی اور سارے پیسے دریا میں گر گئے۔ میرے دل سے ایک سرد آہ نکلی اور اس بارے میں میری امید ٹوٹ گئی۔ میں پریشانی وحیرانگی کے عالم میں اپنی منزل کی طرف لوٹا اور اپنا تھوڑا بہت سامان اٹھا کر نجف اشرف

میں داخل ہوا اور کائنات کے مشکل کشاء حضرت امیر المؤمنین علی بن ابیطالب علیہ السلام سے متوسل ہوا۔

ایک رات میں نے آنحضرت علیہ السلام کو عالم خواب میں دیکھا اور آپؑ نے فرمایا:

پریشان نہ ہو، تم قم جاؤ اور اپنے پیسوں کی تھیلی مرزا ابوالقاسم عالم قمی سے مانگو وہ تمہیں دے دیں گے۔ میں خواب سے بیدار ہوا اور میں نے اس خواب کو اس دن کے عجائب میں سے جانا اور میں خود سے کہا کہ میرے پیسوں کی تھیلی عمان کے دریا میں گری ہے اور حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے میری قم کی طرف راہنمائی فرمائی ہے!

میں نے خود سے کہا: عراق کے مقامات مقدسہ کی زیارت کے بعد حضرت معصومہ علیہا السلام کی زیارت کی غرض سے قم جاؤں گا اور میں یہ واقعہ میرزا قمی سے بیان کروں گا شاید انہیں اس کا کوئی حل معلوم ہو۔

اسی لئے میں قم آیا اور حضرت فاطمۂ معصومہ علیہا السلام کی زیارت کے بعد مرحوم مرزا قمی کے گھر گیا اتفاقاً وہ قیلولہ کا وقت تھا اور آپ اپنی بیرونی رہائشگاہ پر تشریف فرما نہیں تھے۔ میں نے ان کے ایک خادم سے کہا: میں ایک مسافر ہوں اور دور دراز کے علاقہ سے آیا ہوں: مجھے جناب مرزا قمی سے بہت ضروری کام ہے۔

خادم نے جواب میں فرمایا: وہ ابھی آرام فرما رہے ہیں۔ آپ جائیں اور عصر کے وقت تشریف لائیں۔

میں نے کہا: میری ایک چھوٹی سی عرض ہے۔

خادم نے تند لہجہ میں کہا جاؤ! اندر والا دروازہ کھٹکھٹاؤ۔

میں جسارت کرتے ہوئے اٹھا اور دروازے پر دستک دی، اندر سے آواز آئی فلاں شخص صبر کرو میں آتا ہوں اور انہوں نے مجھے میرے نام سے پکارا۔ مجھے اس بات پر بہت تعجب ہوا۔ پھر وہ میرے پاس آئے اور انہوں نے اپنے کپڑوں سے مجھے پیسوں کی وہی تھیلی نکال کر دی جو عمان کے دریا میں گر

گئی تھی اور مجھ سے فرمایا: میں اس بات پر راضی نہیں ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں کسی کو اس واقعہ کی خبر ہو۔ یہ تھیلی لو اور اپنے وطن واپس چلے جاؤ۔

میں نے مرزا قمیؒ کی دست بوسی کی اور ان سے الوداع کہہ کر اس دن کے اگلے روز اپنے وطن روانہ ہو گیا۔ کام کاج اور روزگار کی مصروفیت کے باعث کافی عرصہ میں اس واقعہ کو بھول گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب میں تھک گیا تو ایک روز میں اپنی زوجہ کے ساتھ بیٹھ کر اپنے گذشتہ سفر کی روداد سنانے لگا۔ مجھے یہ واقعہ بھی یاد آیا اور میں نے اسے اپنی زوجہ سے بیان کر دیا۔

جب میری زوجہ اس واقعہ سے آگاہ ہوئی تو اسے بہت تعجب ہوا اور اس نے کہا: جب تم ایسے شخص سے آشنا ہو گئے ہو تو تم نے اسی پر اکتفاء کیوں کی اور تم نے ان کی ملازمت کیوں نہیں کی اور ان کی ہمنشینی وصحبت کیوں اختیار نہیں کی؟

میں نے کہا: پس مجھے کیا کرنا چاہئے؟

اس نے کہا: انسان کو ایسے بزرگوں کی خدمت کرنی چاہئے اور مرنے کے بعد انہی کے مرقد کے ساتھ دفن ہونا چاہئے۔

میں نے کہا: کیونکہ مجھے اپنے قریبی رشتہ داروں سے ملنے کا بہت اشتیاق تھا اس لئے میں یہ کام انجام نہ دے سکا۔ اب تو وقت گزر گیا اور میں اس عظیم نعمت سے محروم ہو گیا ہوں۔

اس نے کہا: نہیں! واللہ! اب بھی وقت نہیں گزرا اور تم آسانی سے اس کا جبران کر سکتے ہو۔ کیونکہ قم ایک آباد اور معنوی شہر ہے اور اگر انسان کو ایسے بزرگوں کی خدمت کا شرف حاصل ہو جائے تو اس سے نیک کام اور کیا ہو سکتا ہے۔ اٹھو! ہمارے پاس جو کچھ ہے اسے اپنے ساتھ قم لے چلتے ہیں اور اسے اپنی زندگی کا سرمایہ قرار دیتے ہیں اور اپنی پوری زندگی حضرت معصومہ علیہا السلام کے روضۂ مطہر کی مجاوری اور اس بزرگ ہستی کی خدمت میں بسر کرتے ہیں۔

میں نے اس کی بات مان لی اور اپنی تمام جائیداد، گھر اور زمین وغیرہ فروخت کر کے اپنی زوجہ

کے ساتھ قم چلا گیا۔ جب میں قم میں داخل ہوا تو مجھے خبر ملی کہ مرزا قمیؒ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں اس وقت سے میں نے ان کی قبر کی ملازمت اختیار کر لی ہے اور جب تک میرے جسم میں جان ہے میں اس کام سے دستبردار نہیں ہوں گا بلکہ یہ میرے لئے باعث فخر ہے۔[۱]

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے ناممکن کام بھی ممکن ہیں لیکن ہم نے انہیں انجام دینے کی کبھی کوشش ہی نہیں کی ہے۔ اسی لئے ہم اسے ناممکن کہتے ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ ممکن ہوتے ہیں اور وہ واقع پذیر ہو چکے ہوتے ہیں اور آئندہ بھی واقع ہو سکتے ہیں۔ جیسے پیسوں کی وہ تھیلی جو عمان کے دریا میں گر گئی تھی اور جو مرحوم مرزا قمیؒ نے اپنے کپڑوں سے نکال کر اس کے مالک کو دی۔

قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ جب حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے اسے جس شخص کی طرف رہنمائی کی تو فرمایا: وہ پیسوں کی تھیلی مرزا ابو القاسم عالم قمیؒ سے مانگو۔ یعنی حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام ایسے افراد کو عالم سمجھتے ہیں؛ حالانکہ آپؑ دوسری طرح سے بھی تعبیر فرما سکتے تھے اور ان کی شہرت کی وجہ سے صرف مرزا قمی کہہ کر ہی معرفی کروا سکتے تھے۔

پس ہمیشہ جستجو اور طلب جاری رکھو تا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ خودشناسی تک رسائی حاصل کر سکیں اور کچھ غیر ممکن امور آپ کے لئے ممکن بن سکیں۔ جیسا کہ نفسانی خواہشات اور ہوا و ہوس کو انسان کی لاشعوری طور پر طلب کرتا ہے یا پھر انسان ان سے آگاہ ہوتا ہے۔ نفس کو کنٹرول کرنا بھی ایسے ہی ہے۔ یعنی اگر انسان چاہے تو اپنے نفس پر قابو پا سکتا ہے، جس طرح انسان اسے بالکل آزاد چھوڑ کر حیوانات سے بھی پست و بدتر ہو سکتا ہے۔

آ دمی زاده طرفی معجون است　　از ملایك سرشته و زحیوان

گ ر کند میل این، پس از آن　　ور کند میل، شود به از آن

---

۱۔ عبقری الحسان: ۲/۱۰۰

## ۲۔خودشناسی میں خوف خدا کا کردار

خداوند عالم کی معصیت ومخالفت کا خوف انسان کو ہواوہوس ترک کرنے کی طرف مائل کرتا ہے جس کے نتیجہ میں انسان کوخودشناسی کا راستہ مل جاتا ہے اور ہدایت کا راستہ فراہم ہوجاتا ہے۔

خداوند متعال کا ارشاد ہے:

﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ،،فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى﴾[۱]

اورجس نے رب کی بارگاہ میں حاضری کا خوف پیدا کیا ہےاوراپنےنفس کوخواہشات سے روکا ہےاور جنت انہی کا مقام ہے۔

خدا کےحکم کی مخالفت کا خوف عقل کی قوت سے ایجاد ہوتا ہےانسان جتنا زیادہ عقلمند ہوگا اوراپنی تجربی عقل میں جتنا زیادہ اضافہ کرے گا،اتنا ہی اس میں خدا کے قوانین کی مخالفت کا خوف زیادہ ہو جائے گااور وہ اتنا ہی زیادہ ہواوہوس اورخواہشات نفسانی کی مخالفت کرے گا۔

حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''قٰاتِلْ هَوٰاکَ بِعَقْلِکَ''[۲]

اپنی ہواوہوس کوعقل کے ذریعہ نابودکرو۔

اس بناء پرانسان کی عقل جتنی کامل اورزیادہ ہوگی،اس میں نفس کی مخالفت اورنفسانی خواہشات کومارنے کی قدرت بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی اوراسے بہترطریقے سےخودشناسی حاصل ہوگی۔

آپ عقل کی قوت سےاستفادہ اورتجربی عقل میں اضافہ کے ذریعےاپنے اموراور پروگرام میں اچھی طرح غوروفکر کرسکتے ہیں اوراسے مکتب اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ تطبیق دے سکتے ہیں۔غوروفکر

---

۱۔سورۂ نازعات،آیہ:۴۰،۴۱

۲۔بحارالانوار:۱/۱۹۵اور۷۱/۴۲۸

سے آپ کی عقلی قدرت کو تقویت ملے گی اور آپ میں خودشناسی اور خودسازی کے لئے آمادگی پیدا ہوگی اور خدا کے حکم کی مخالفت کا خوف بھی زیادہ ہوگا اور آپ زیادہ قوت و طاقت سے نفس کی مخالفت کر پائیں گے۔

### ۳۔ اپنے باطن اور ضمیر کو پاک کرنا

ہمیں خودسازی کے لئے نہ صرف اپنے ضمیر کو معارف اہلبیت علیہم السلام سے منور کرنا چاہے بلکہ اپنے وجود کی گہرائیوں کو دشمنان دین کی چاہت سے بھی پاک کرنا چاہئے اور اپنے ضمیر کو اہلبیت ولایت وعصمت علیہم السلام کے تابناک انوار سے روشن کرنا چاہئے۔

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام خدا کو مخلوق سے تشبیہ دینے والوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

"لَمْ یَعْقَدْ غَیْبَ ضَمِیْرِهِ عَلٰی مَعْرِفَتِکَ"[۱]

اپنے پوشیدہ ضمیر کو اپنی معرفت کا پیوند نہیں لگایا ہے۔

اس بناء پر انسان کو نہ صرف ظاہری شعور وضمیر سے آگاہ ہونا چاہئے بلکہ غائب اور پوشیدہ ضمیر سے بھی آگاہ ہونا چاہئے۔ خودسازی اور خودشناسی کے لئے انسان کو ضمیر اور شعور کے دونوں مرحلوں کو پاک کرنا چاہئے۔

## خودشناسی کے موانع

### ۱۔ ناپسندیدہ کاموں کی عادت خودشناسی کی راہوں کو مسدود کر دیتی ہے:

کیا یہ افسوس کا مقام نہیں ہے کہ ہم اپنے وجود میں روحانی طاقت سے غافل ہونے کی وجہ سے اس سے استفادہ نہ کریں اور اسے برے اور بیکار کاموں کا عادی بنالیں؟!

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۷/۳۲۰

مکتب اہلبیت علیہم السلام کی نظر میں سب سے بہترین عبادت ناپسندیدہ اور بری عادتوں پر غلبہ پانا ہے؛ کیونکہ کسی بھی کام کا عادی ہوجانا انسان پر فطرت ثانوی کے حاکم ہونے کی مانند ہے۔

اسی لئے حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام عادت کو فطرت ثانویہ کا نام دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اَلْعادَةُ طَبْعٌ ثانٍ''[۱]

عادت فطرت ثانوی ہے۔

اسی لئے جب انسان کسی چیز کا عادی ہوجائے تو وہی چیز انسان پر حاکم ہوجاتی ہے۔اسی وجہ سے کسی برے اور ناپسندیدہ کام کا عادی شخص اگر خود کو برے کاموں سے نجات دے تو گویا اس نے افضل ترین عبادت انجام دی ہے۔

حضرت امیر المؤمنین علی بن ابیطالب علیہ السلام اپنے ایک مختصر کلام میں فرماتے ہیں:

''اَفْضَلُ الْعِبادَةِ غَلَبَةُ الْعادَةِ''[۲]

سب سے افضل عبادت عادت پر غالب آنا ہے۔

کیونکہ برے اور ناپسندیدہ کاموں پر غالب آنے سے روحانی کمالات تک پہنچنے کے راستے کھل جاتے ہیں اور عالی ترین معنوی مقامات تک پہنچنے کا وسیلہ فراہم ہوجاتا ہے۔

حضرت امیر المؤمنین علی بن ابیطالب علیہ السلام فرماتے ہیں:

''بِغَلَبَةِ الْعاداتِ اَلْوُصُوْلُ اِلٰی اَشْرَفِ الْمَقاماتِ''[۳]

عادتوں پر غلبہ پانے سے عظیم مقامات حاصل ہوتے ہیں۔

صرف گناہوں کا عادی ہونا ہی نہیں بلکہ ہر قسم کا بیہودہ اور ناپسندیدہ کام ترقی اور زندگی کے دوسرے اہم امور تک پہنچنے کی راہ میں رکاوٹ ہوتے ہیں۔انسان کو چاہئے کہ وہ روحانی قوتوں کے

---

۱۔شرح غرر الحکم:۱/۱۸۵ ۲۔شرح غرر الحکم:۲/۳۷۵

۳۔شرح غرر الحکم:۳/۳۸۲

حصول کے لئے ناپسندیدہ عادتوں کی پیروی سے اجتناب کرے تا کہ کمالات کے عالی مراحل تک پہنچ سکے۔

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"غَيْرُ مُدْرِكِ الدَّرَجاتِ مَنْ أَطاعَ الْعاداتِ"[۱]

جو کوئی اپنی عادتوں کی اطاعت کرے، وہ بلند درجات تک نہیں پہنچ سکتا۔

کیونکہ کوئی بھی عادت انسان کو زنجیر کی طرح قید کر لیتی ہے اور پھر ترقی کے لئے کوئی راستہ باقی نہیں رہتا اور بلند معنوی درجات تک پہنچنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جاتا ہے۔

اس بناء پر کمال کے مراحل تک پہنچنے کے لئے ہر قسم کی بری عادتوں اور ناپسندیدہ امور کو ترک کرنا لازم اور ضروری ہے تا کہ انسان آسانی سے روحانی تکامل تک پہنچ سکے۔

حضرت امیر المؤمنین علی بن ابیطالب علیہ السلام فرماتے ہیں:

"غَيِّرُوا الْعاداتِ تَسْهُلَ عَلَيْكُمُ الطّاعاتِ"[۲]

عادتوں کو تبدیل کرو (یعنی بری عادتوں کو ترک کر دو) تا کہ اطاعت (خداوندی) تمہارے لئے آسان ہو سکے۔

اس فرمان سے یہ استفادہ کیا جا سکتا ہے خدا کے احکامات کی پیروی کو مشکل بنانے کے لئے شیطان اور نفس کا ایک حربہ انسان کو برے کاموں کا عادی بنا دینا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ احکامات الٰہی کی آسانی سے پیروی کے لئے شیطان اور نفس کے اس حربہ سے ہوشیار اور باز رہے تا کہ آسانی سے خدا کے احکامات کی پیروی کر سکے اور مکتب اہلبیت عصمت و طہارت علیہم السلام کی رہنمائی سے انسانیت کے بلند درجوں تک پہنچ سکے۔

---

۱۔ شرح غرر الحکم: ۳۸۲/۴

۲۔ شرح غرر الحکم: ۳۸۱/۴

گلی که تربیت ز دست باغبان نگرفت

اگر به چشمۂ خورشید سر کشد خود روست

ہر انسان کے پاس بے شمار سرمایہ ہوتا ہے کہ جس سے استفادہ کرنا چاہئے لیکن بیہودہ اور ناپسندیدہ عادتیں اس سرمایہ کو قید کر دیتی ہیں جو انسان کی قدرت و توانائی کو مزید قوت و طاقت بخشنے کی راہ میں رکاوٹ ہوتی ہے۔

بری عادت کا عادی ہو جانے والا انسان ایسے سرمایہ دار شخص کی طرح ہوتا ہے کہ جس نے اپنے اموال کو ضائع کر دیا ہو۔ ایسا انسان جب تک اپنے سرمایہ کو آزاد نہ کرالے اسے حسرت و نا امیدی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جس طرح انسان اپنے سرمایہ اور اموال کو مقید حالت سے آزاد کرنے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح سے اسے خود کو بری عادتوں سے نجات دلانے کی بھی کوشش کرنی چاہئے۔

لیکن افسوس کہ اب انسانی معاشرے نے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی عظیم روحانی توانائیوں کو قید کر رکھا ہے۔ ایک گروہ معاشرے کو صرف مادّی امور میں ہی ترقی دلانے کے لئے کوشاں ہے تو دوسرا گروہ کمزور ممالک کے اموال و وسائل پر قبضہ جمانے کے لئے۔ حالانکہ یہ سب خود کو انسان دوست اور حقوق بشر کے حامی سمجھتے ہیں!!

## ۲۔ خود فراموشی

اگر انسان کے علم کا منبع وحی الٰہی ہو تو اس کے علم میں جتنا اضافہ ہوتا جائے گا اتنی ہی اس کی توجہ پاکسازی اور تہذیب نفس کی طرف بڑھتی جائے گی۔ کیونکہ اگر علم کا منبع و سرچشمہ صحیح ہو اور خدا کے لئے علم حاصل کیا جائے تو یہ نفس کی آلودگی کے ساتھ ساز گار نہیں ہے۔ اسی لئے ہر عالم ربّانی نفس کی مخالفت اور تہذیب و اصلاح نفس کی کوشش کرتا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں:

كُلَّمَا اَزْدَادَ عِلْمُ الرَّجُلِ زَادَتْ عِنَايَتُهُ بِنَفْسِهِ وَ بَذْلَ فِي رِيَاضَتِهَا۔[۱]

انسان کا علم جتنا زیادہ ہو جائے، اس کی نفس کی طرف توجہ بھی زیادہ ہو جاتی ہے اور وہ اس کی ریاضت میں زیادہ توجہ کرتا ہے۔

اس بناء پر علم و آگاہی انسان کو خودسازی اور خودشناسی کی دعوت دیتی ہے اور نفس سے مربوط مسائل میں غفلت و فراموشی سے باز رکھتی ہے۔

## خودفراموشی کے دو عوامل، جہل اور یادِ خدا کو ترک کرنا

خود کو پہچاننے والے افراد کے مقابل میں ایسے بھی افراد ہیں کہ جو نفس کی شگفتگی اور اس کے آثار سے بے خبر ہیں اور انہیں زندگی کے مسائل کی کوئی خبر نہیں ہے۔ اسی لئے وہ اپنے نفس کو آزاد چھوڑ دیتے ہیں اور تہذیب نفس کی کوشش نہیں کرتے۔ اسی وجہ سے وہ خودشناسی کی عظیم نعمت سے محروم ہوتے ہیں۔

سنگی و گیاهی که در اوخاصیتی هست

زان آدمی به ، که در او منفعتی نیست

مولائے کائنات حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَنْ جَهَلَ نَفْسَهُ أَهْمَلَهَا"[۲]

جو کوئی اپنے نفس سے جاہل ہو، وہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔

---

۱۔ شرح غرر الحکم: ۶۲۱/۴

۲۔ شرح غرر الحکم: ۱۷۸/۵

اس بناء پر خود فراموشی کے عوامل میں سے ایک نفس کے حیاتی مسائل سے جہالت اور علم وآ گاہی کا نہ ہونا ہے۔انسان کا علم اہلبیت علیہم السلام کے حیات بخش مکتب کی روشنی میں جتنا زیادہ ہوگا، اتنا ہی وہ ان مسائل کی طرف زیادہ متوجہ ہوگا۔

خود فراموشی اور نفس کو بے لگام چھوڑ دینے کی دوسری وجہ گناہ انجام دینا اور خدا واولیائے خدا کی یاد کو ترک کرنا ہے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اہلبیت اطہار علیہم السلام کی یاد خدا کی یاد ہے اور ان کو بھلا دینا خدا کو بھلا دینا ہے۔کیونکہ جیسا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اِذٰا ذُکِرْنٰا ذُکِرَ اللّٰہِ "[1]

جب ہمیں (خاندان عصمت وطہارت علیہم السلام) یاد کیا جائے تو خدا گویا دکیا گیا ہے۔

خدا اور اہلبیت علیہم السلام کی یاد کو چھوڑ دینا، انسان کو زندگی کے اہم مسائل سے غافل کر دیتا ہے اور عظیم معنوی حقائق سے بھی دور کر دیتا ہے اور انسان کو خود فراموشی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

اس بارے میں خداوند متعال کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَکُونُوا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَأَنسَاھُمْ أَنفُسَھُمْ﴾[2]

اور خبردار ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے خود ان کے نفس کو بھی بھلا دیا اور وہ سب واقعی فاسق اور بدکار ہیں۔

پس گناہ اور خدا اور خدا کے احکامات کو بھلا دینا انسان کو خود فراموشی میں گرفتار کر دیتا ہے۔

اس بناء پر خود شناسی کے لئے خود سازی کی کوشش کریں اور خود سازی کے لئے خود فراموشی کو چھوڑیں اور خود فراموشی کو ترک کرنے کے لئے جہل ونادانی، خدا اور اہلبیت اطہار علیہم السلام کی یاد کو

---

۱۔ بحار الانوار: ۲۵۸/۷۴، اصول کافی: ۱۸۶/۲

۲۔ سورۂ حشر آیت: ۱۹

ترک نہ کریں۔

پس علم ودانش اور خدا اولیائے خدا کی یاد انسان کو خودفراموشی سے دور رکھتی ہے۔ خودفراموشی کو چھوڑ کر خودسازی تک پہنچ سکتے ہیں اور خودسازی سے خودشناسی کی راہ ہموار ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر ہم اپنے نفس کو ہی نہ پہچان سکیں تو ہم راہ نجات سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَنْ لَمْ يَعْرِفْ نَفْسَهُ بَعُدَ عَنْ سَبِيْلِ النَّجٰاةِ وَ خَبَطَ فِي الضَّلٰالِ وَ الْجَهٰالٰاتِ"[۱]

جو کوئی اپنے نفس کو نہ پہچان سکے، وہ راہ نجات سے دور ہو جائے گا اور گمراہی و جہالت میں مبتلا ہو جائے گا۔

اس وجہ سے خودشناسی اور معرفت نفس کی عظمت کے بارے میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لٰا مَعْرِفَةَ كَمَعْرِفَتِكَ بِنَفْسِكَ"[۲]

کوئی بھی معرفت تمہارے نفس کی معرفت کی طرح نہیں ہے۔

---

۱۔ شرح غرر الحکم: ۴۲۶/۵

۲۔ بحار الانوار: ۱۶۵/۷۸، تحف العقول: ۲۸۴

# نتیجۂ بحث

روحانی مسائل میں تکامل کے لئے ہمیں خودشناسی کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔جیسا کہ ہم خاندان وحی علیہم السلام کی تعلیمات سے سیکھتے ہیں کہ جسے اپنے نفس کی معرفت اور خودشناسی حاصل ہو جائے گویا وہ بلند مقام تک پہنچ کر مفید ترین معارف سے آگاہ ہوا ہے۔

اپنے نفس کو پہچانیں اور اس کی قدرت وطاقت اور توانائیوں سے آگاہی حاصل کریں۔کوشش کیجئے کہ اپنی قوت کو شیاطین کے تسلط سے رہا کریں اور اپنے روحانی سرمایہ کو بیگانوں کے ہاتھوں قید سے نجات دلائیں۔

اپنی روحانی قوت کے حقیقی دشمنوں کو پہچانیں اور ان کے ساتھ برسر پیکار آنے سے کمالات کے بلند درجوں تک پہنچیں۔ہواوہوس اور بے فائدہ زندگی اور بیہودہ کاموں کی عادت روح کے خطرناک ترین دشمن ہیں جو آپ کی روحانی قوتوں کو اپنا اسیر بنالیتے ہیں۔

غور وفکر، پختہ ارادے، ہمت، ایمان ویقین اور ایسی ہی دوسری قوتوں کے ذریعے اپنی روح کو ایسے دشمنوں کی قید سے نجات دلائیں اور ان قوتوں کو تقویت دینے سے خودشناسی تک پہنچیں اور روح اور کمال کے بلند درجوں کی طرف پرواز کریں۔

ای نقد اصل و فرع ندانم چه گوهری؟

کز آسمان بر تر و از خاك کمتری!

دوسرا باب

# معارف سے آشنائی

حضرت امیر المومنین علیؑ فرماتے ہیں:

"اَلْمَعْرِفَةُ بُرْهانُ الْفَضْلِ"

معرفت، فضیلت کی دلیل ہے۔

## دوسرا باب

# اہلبیت علیہم السلام کی معرفت

اعتقادات اور معارف کی بحثوں میں سے ایک اہم بحث امام علیہ السلام کے مقام و منزلت کی معرفت ہے جو ہم سب پر لازم و واجب ہے۔ جہاں تک ہو سکے ہمیں اپنی توانائی کے مطابق آئمہ اطہار علیہم السلام کے مقام اور امام کی معرفت حاصل کرنی چاہئے۔ یہ سب کی ایک عمومی ذمہ داری ہے۔اس کا لزوم مسلّم وثابت ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے زید نامی شخص سے فرمایا:

"اَتَدْرِي بِمٰا اُمِرُوا؟اُمِرُوا بِمَعْرِفَتِنٰا وَ الرَّدَّ اِلَيْنٰا وَ التَّسْلِيْمِ لَنٰا"[1]

کیا تم جانتے ہو کہ لوگوں کو کس چیز کا حکم دیا گیا ہے؟انہیں حکم دیا گیا ہے کہ ہمیں پہچانیں اور اپنے عقائد کو ہماری طرف منسوب کریں اور ہمارے سامنے تسلیم ہو جائیں۔

اس بناء پر معارف کے باب میں ایک اہم مسئلہ انسان کا آئمہ اطہار علیہم السلام کے مقام کی معرفت حاصل کرنا اور ان کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے۔معصومین علیہم السلام کے فرامین اور ارشادات میں غور وفکر کریں تا کہ ان ہستیوں کی عظمت کو سمجھ سکیں۔

آئمہ اطہار علیہم السلام کے مقام کی معرفت میں اضافہ کے لئے ابو بصیر کی ایک بہترین روایت بیان کرتے ہیں جو انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

---

۱۔ بحار الانوار: ۲/۲۰۴

قَالَ :دَخَلْتُ فِي الْمَسْجِدَ مَعَ اِبِي جَعْفَرٍ علیه السلام وَ النّٰاسُ يَدْخُلُوْنَ وَ يَخْرُجُوْنَ فَقٰالَ لِي:سَلِ النّٰاسَ هَلْ يَرَوْنَنِي؟فَكُلُّ مَنْ لَقَيْتُهُ قُلْتُ لَهُ :أَرَأَيْتَ أَبٰا جَعْفَرٍ علیه السلام؟فَيَقُوْلُ :لاٰ وَ هُوَ وٰاقِفٌ حَتّٰى دَخَلَ اَبُوْ هٰارُوْنِ الْمَكْفُوْفُ ،قٰالَ:سَلْ هٰذٰا فَقُلْتُ:هَلْ رَأَيْتَ اَبٰا جَعْفَرٍ ؟فَقٰالَ أَلَيْسَ هُوَ قٰائِماً ،قٰالَ:وَمٰا عِلْمُكَ؟قٰالَ :وَ كَيْفَ لاٰ أَعْلَمُ وَهُوَ نُوْرٌ سٰاطِعٌ

قٰالَ:وَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لِرَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْاَفْرِيْقِيَّةِ:مٰا حٰالُ رٰاشِدٍ؟قٰالَ:خَلَّفْتُهُ حَيًّا صٰالِحًا يُقْرِؤُكَ السَّلاٰمُ قٰالَ:رَحِمَهُ اللّٰهُ قٰالَ:مٰاتَ؟قٰالَ:نَعَمْ،قٰالَ:وَ مَتٰى ؟قَالَ بَعْدَ خُرُوْجِكَ بِيَوْمَيْنِ :قٰالَ وَاللّٰهِ مٰا مَرَضٍ وَ لاٰ كٰانَ بِهِ عِلَّةٌ قٰالَ:اِنَّمٰا يَمُوْتُ مَنْ يَمُوْتُ مِنْ مَرَضٍ اَوْ عِلَّةٍ.

قُلْتُ مَنِ الرَّجُلُ ؟قٰالَ:رَجُلٌ كٰانَ لَنٰا مُوٰالِيًا وَ لَنٰا مُحِبًّا.

ثُمَّ قٰالَ:لَئِنْ تَرَوْنَ اَنَّهُ لَيْسَ لَنٰا مَعَكُمْ اَعْيُنٌ نٰاظِرَةٌ اَوْاَسْمٰا عٌ سٰامِعَةٌ، لَبِئْسَ مٰا رَأَيْتُمْ ،وَاللّٰهِ لاٰ يَخْفٰى عَلَيْنٰا شَيْيءٌ مِنْ أَعْمٰالِكُمْ ،فَاحْضِرُوْنٰا جَمِيْعًا وَ عَوِّدُوا اَنْفُسَكُمْ الْخَيْرَ ، وَ كُوْنُوْا مِنْ اَهْلِهِ تُعْرَفُوْا فَاِنِّي بِهٰذٰا اٰمُرُ وُلْدِي وَ شِيْعَتِي"[1]

ابوبصیر کہتے ہیں: میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا جب کہ وہاں پر لوگوں کی رفت وآمد تھی۔

امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: لوگوں سے پوچھو کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟

میں ہر ایک سے ملا اور ان سے پوچھا کہ کیا انہوں نے امام باقر علیہ السلام کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ یہاں تک کہ وہاں ابو ہارون نامی ایک نابینا شخص آیا۔

---

۱۔ بحار الانوار:۴۶/۲، خرائج:۵۹۵/۲ ح ۷

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس شخص سے پوچھو، میں نے اس سے کہا: کیا تم نے امام باقر علیہ السلام کو دیکھا ہے؟

ابو ہارون: لیکن کیا وہ یہاں نہیں کھڑے ہیں؟

ابو بصیر نے کہا: تم اس حقیقت سے کیسے آگاہ ہوئے؟

ابو ہارون: مجھے اس حقیقت کا کیسے پتہ نہ چلے، حالانکہ امام علیہ السلام ایک واضح و آشکار نور ہیں۔

**یار پیشت حاضر و تو از خودی ، غایب از او**

**با خودا ، آخر که گم کردی چه می جوئی بگو؟!**

پھر ابو بصیر نے کہا: میں نے سنا ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے اہل افریقہ کے ایک شخص سے فرمایا: راشد کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: جب میں افریقہ سے آیا تھا تو وہ صحیح و سالم تھا اور اس نے آپ کو سلام کہا تھا۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: خداوند اس پر رحمت کرے۔

افریقی شخص نے کہا: کیا وہ مر گیا ہے؟!

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں

اس نے پوچھا: اس کا انتقال کب ہوا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب تم افریقہ سے نکلے تو اس کے دو دن کے بعد۔

افریقی شخص نے کہا: خدا کی قسم راشد نہ بیمار تھا اور نہ ہی اسے کوئی درد تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا جو کوئی بھی مرتا ہے، وہ کسی بیماری یا درد کی وجہ سے مرتا ہے؟!

ابو بصیر کہتے ہیں: میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا: یہ افریقی شخص کون تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ شخص ہمارے خاندان کے محبوں میں سے ہے۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم یہ یقین رکھتے ہو کہ ہم تمہارے لئے بینا آنکھیں اور سننے والے

کان نہیں رکھتے۔ کتنے برے جو اس پر عقیدہ رکھتے ہیں! خدا کی قسم ہم پر تمہارے اعمال میں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

پس تم سب ہمیں اپنے نزدیک حاضر سمجھو اور اپنے نفس کو اچھے کاموں کی عادت ڈالو اور نیک کام انجام دینے والے بنو تا کہ اس حقیقت کو پہچان سکو (پھر امام علیہ السلام نے فرمایا) میں نے جو کچھ کہا، میں اپنے بیٹوں اور اپنے شیعوں کو اس کا حکم دیتا ہوں۔

یہ روایت بہترین روایات میں سے ہے۔ جس سے علوم و معارف کے انوار ساطع ہو رہے ہیں۔

جو خود کو خدا اور اپنے امامؑ کے حضور میں حاضر سمجھتا ہو اور جو نیک اعمال کا عادی ہو وہ کس طرح ناشائستہ کاموں کی طرف ہاتھ بڑھا سکتا ہے؟

اس روایت میں قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ امام علیہ السلام فرماتے ہیں: ہمیں حاضر سمجھو اور اپنے نفس کو اچھے کام انجام دینے کی عادت ڈالو کیونکہ یہ خدا اور امام علیہ السلام کے محضر میں حاضر ہونے کا لازمہ ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام جس چیز کو حضور امام کے اعتقاد کے لئے ضروری سمجھتے ہیں، وہ نفس کا نیک اعمال اور آداب کا عادی ہونا ہے۔ اس صورت میں انسان معرفت اور غیبی امور کو درک کرنے کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ اگر چہ انسان ابو ہارون کی طرح حواس خمسہ میں سے بعض سے محروم ہی کیوں نہ ہو۔

اس بناء پر نفس کے نیک اور صالح اعمال امور کے عادی ہو جانے سے انسان حضور کی حالت کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے اور ابو ہارون کی طرح اس کی باطنی آنکھیں حضور امام علیہ السلام کی معرفت کے لئے کھل جاتی ہیں۔ یہ وہ مقام ہوتا ہے کہ جہاں کبھی نابینا افراد بینا ہو جاتے ہیں جیسے ابو ہارون نابینا، بینا تھے۔

# معارف کا ایک گوشہ

معارف الٰہی کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر اور معانی و بیان کا بیکراں سمندر صرف خاندان وحی علیہم السلام کے کلمات کے کوزہ ہی میں مل سکتا ہے۔ اس طرح کے بے نظیر کلمات وارشادات سے ہی معارف کے سمندر میں غوطہ زن ہو سکتے ہیں اور وحی سے نکلنے والے انوار کی نورانیت سے اپنے دل کو روشن ومنور کیا جا سکتا ہے۔ معارف اہلبیت علیہم السلام کے گلستان سے قرآن، علوم اور خاندان وحی علیہم السلام کے حِکَم کی مختلف اور رنگا رنگ کلیوں سے اپنے لئے توشہ راہ اخذ کریں۔

اب ان کلمات کا ایک چھوٹا سا نمونہ پیش کرتے ہیں تا کہ اس میں تدبر وتفکر سے اپنے دل کو جلا و صفا بخشیں اور اپنی جان کی گہرائیوں میں معنوی نشاط پیدا کریں۔

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"کُلُّ مَعْرُوْفٍ بِنَفْسِهِ مَصْنُوْعٌ"[1]

جو کچھ پہچان لیا جائے وہ بنفسہ بنایا گیا ہے۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے یہ کلمات خدا شناسی کے بارے میں فرمایا ہے۔ یہ ایک کلی کلام ہے جس سے بہت سے نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ اس کی وضاحت کے لئے ہم یہ کہتے ہیں:

انسان جو کچھ بھی پہچانتا ہے، وہ اس کی سطح فکری اور سوچ کے مطابق ہوتا ہے کہ جو وہ اپنی تشخیص اور درک کے میزان سے حاصل کرتا ہے اور یہ انسان، قدرتی مناظر یا فطرت کی لی گئی تصویر کی طرح ہے۔ انسان کا کیمرہ جتنا اچھا ہوگا، وہ اتنی ہی اچھی تصویر لے گا اور وہ تصویر کی خصوصیات کو اچھے طریقے سے دکھائے گا۔ لیکن تصویر جتنی بھی اچھی کیوں نہ ہو وہ پھر بھی تصویر ہی ہے نہ کہ خود وہی شے۔ ہم کسی چیز کی تصویر کو اس چیز کی ذات اور حقیقت قرار نہیں دے سکتے۔ کیونکہ تصویر جتنی بھی

---

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ: ۲۲۸

خوبصورت اور جذاب ہو وہ اس چیز کی تصویر ہی ہے نہ کہ اس کی حقیقت۔

معارف الٰہی اور شناخت خدا و اہلبیت اطہار علیہم السلام کے باب میں بھی یہی مسئلہ جاری ہوتا ہے کیونکہ ہم جتنا بھی خدا کی عظمت و قدرت کو جان لیں اور جس قدر بھی بہتر انداز سے اہلبیت عصمت و طہارت علیہم السلام کو پہچانیں، پھر بھی ہم نے ان ہستیوں کی عظمت کو غور و فکر اور اپنی محدود عقل کے ذریعہ پہچانا۔ پس ہمارے تمام تر اعتقادات ہماری عقل کی حد کے مطابق ہیں اور حقیقت میں ہم ان کی عظمت کو اپنی محدود فہم و عقل سے درک کرتے ہیں۔[1]

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری معرفت کامل اور بہتر ہو اور ہم اپنے ذہن میں جن چیزوں کو تصور کرتے ہیں اور جن کے بارے میں سوچتے اور انہیں پروان چڑھاتے ہیں، وہ حقیقت سے زیادہ نزدیک ہوں تو ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے معارف مکتب وحی سے سیکھیں اور مکتب اہلبیت علیہم السلام کے حیات بخش فرامین کی روشنی میں حقایق کی جستجو کریں اور ان کے احکامات کو تسلیم کریں۔ اگر چہ وہ ہماری فہم اور فکری سطح کے مطابق نہ ہوں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے قلب کی تاریکی کو ان کے نورانی کلمات سے منور کریں ورنہ دل کی یہ تاریکی اپنا کام کر دیتی ہے اور انسان کو تباہی و بربادی کی طرف لے جاتی ہے۔

عقاید و معارف اہلبیت علیہم السلام سے آشنائی اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے نفس کو جلا و صفا ملتی ہے اور ضمیر ان کے تابناک انوار سے روشن و منور ہوتا ہے۔ پھر اگر تکامل حاصل ہو جائے تو اس سے انسان کے ذہن میں بچپن سے موجود غلط اعتقادات بلکہ نسل در نسل اور وراثت میں ملنے والے غلط عقائد بھی پاک ہو جاتے ہیں۔

---

۱۔ اس کی مزید وضاحت کے لئے بہت اہم روایت کی طرف رجوع فرمائیں جسے مرحوم شیخ بہائیؒ نے اپنی کتاب ''اربعون حدیثاً: ۸۱'' میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔

# معارف کہاں سے سیکھیں؟

معارف سے آشنائی سعادت و نیک بختی کا راستہ ہے۔ ہمیں معارف منبع وحی سے سیکھنے چاہئیں تا کہ ہم اپنے دل کو ان کے تابناک انوار سے منور کر سکیں۔ ہمیں ان لوگوں سے گریز کرنا چاہئے جنہوں نے اپنے عقائد مکتب وحی علیہم السلام سے نہیں سیکھے۔ اگر ہم ان کی باتیں سنیں اور ان کے عقائد کی جستجو کریں تو ہم صراط مستقیم سے دور ہو جائیں گے اور ان کی پیروی کرنے کی وجہ سے ہم جہالت کے خشک اور بیابان سراب میں گم ہو جائیں گے اور ان کے کھوکھلے الفاظ کے گرداب میں پھنس کر تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

پس یہی بہتر ہے کہ ہم شروع سے ہی صحیح عقائد و معارف کی پہچان کے لئے سفیران الٰہی کا رخ کریں کہ جن کی گفتار وحی الٰہی ہوتی ہے اور ان سے رہنمائی حاصل کریں۔ ان کے فرمودات کو آنکھوں سے لگائیں اور انہیں اپنے دل میں جگہ دیں کیونکہ یہ معارف الٰہی کی طرف ہدایت کا راستہ ہیں۔

حضرت پیغمبر اکرمؐ نے امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

"بِنا اِهْتَدُوا السَّبِيْلَ اِلٰى مَعْرِفَةِ اللّٰهِ"[۱]

(مقرب ملائکہ کی) ہمارے وسیلہ سے خدا کو پہچاننے کے راستہ کی طرف ہدایت ہوئی۔

گذشتہ زمانے سے ابھی غیبت کے زمانے تک انسان نے اپنے ذہن کے صرف کروڑویں حصے کو ہی بروئے کار لایا ہے اور بقیہ حصے سے استفادہ نہیں کیا۔

یہاں ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو انسان اب تک اپنے ذہن کی تمام توانائیوں کو بروئے کار نہیں لا سکا اور جس میں اپنے ذہن کی توانائیوں کو پہچاننے کی قدرت نہیں ہے تو وہ انسان خاندان وحی علیہم السلام کی ہدایت و رہنمائی کے بغیر صرف اپنے ذہن کی توانائیوں کے کروڑویں حصے پر ہی بھروسہ کرتے ہوئے کس طرح معارف الٰہی حاصل کر سکتا ہے اور کس طرح خالق کائنات کو پہچان سکتا ہے۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۲۶/۳۵۰ اور ۳۶/۳۳۷، کفایۃ الأثر: ۲۱

پس یہی بہتر ہے کہ انسان خود کو شاہدان خلقت کے ارشادات کے سپرد کردے اور دوسروں کے دھوکے ومکاری کے جال میں پھنس کر فریب نہ کھائیں اور دوسروں کو بھی فریب نہ دیں۔

مگر کیا خداوند متعال نے قرآن مجید میں یہ نہیں فرمایا ہے:

﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَکُونُواْ مَعَ الصَّادِقِیْنَ﴾[1]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔

مگر یہ کس طرح ممکن ہے کہ انسان ایمان اور تقویٰ رکھتا ہو اور اس آیت شریفہ کی رو سے معصومین علیہم السلام کے ساتھ بھی ہو لیکن وہ اپنے اعتقادات وعقائد دوسرے مکاتب سے اخذ کرتا ہو؟!

کیا ساتھ ہونے اور معیّت کے یہی معنی ہیں؟!

کیا مقام ولایت اور مکتب اہلبیت علیہم السلام کی پیروی کے یہ معنی ہیں؟!

خداوند کریم کا ارشاد ہے:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّهَ عَلَیْهِ﴾[2]

مومنین میں ایسے بھی مرد میدان ہیں جنہوں نے اللہ سے کئے وعدہ کو سچ کر دکھایا ہے۔

جی ہاں جس طرح قرآن مجید نے فرمایا ہے: کچھ ایمان والے افراد ہی روز ازل سے کئے گئے وعدے پر ہی باقی رہیں گے لیکن دوسرے دانستہ یا نادانستہ طور پر صراط مستقیم سے دور ہو جائیں گے اور شیطان کے جال میں پھنس جائیں گے اور پھر آہستہ آہستہ ان میں خاندان وحی علیہم السلام اور ان کے فرمودات کا احترام کم ہوتا چلا جائے گا۔

کیا قرآن اور اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام کی پیروی کے یہ معنی ہیں؟!

کیا انہوں نے بھی دوسروں کی طرح مشہور حدیث ثقلین کو اَن دیکھا کر دیا اور بھلا دیا ہے؟!

---

۱۔ سورۂ توبہ، آیت: ۱۱۹

۲۔ سورۂ احزاب، آیت: ۲۳

اس بناء پر ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے عقائد قرآن مجید اور اہلبیت اطہار علیہم السلام سے سیکھیں اور اسی راستے سے حقائق تک پہنچیں جس کی طرف انہوں نے رہنمائی فرمائی ہے۔ کیونکہ ذاتی و شخصی آراء اور قیاس سے ہم نہ صرف حقائق و معارف تک نہیں پہنچ سکتے ہیں بلکہ ہم سے بالکل راہ ہی گم ہو جائے گی۔ جس سے ہم گمراہی میں مبتلا ہو جائیں گے۔

اس بارے میں امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَنِ اعْتَمَدَ عَلَى الرَّأْيِ وَالْقِياسِ فِي مَعْرِفَةِ اللّٰهِ ضَلَّ وَ تَشَعَّبَتْ عَلَيْهِ الْأُمُوْرُ"[1]

جو کوئی خدا کی معرفت میں رائے اور قیاس پر اعتماد کرے وہ گمراہ ہو جائے گا اور اس پر امور غیر واضح ہو جائیں گے۔

اس بناء پر رائے، قیاس اور احتمال سے خدا کی معرفت حاصل نہیں کی جاسکتی کیونکہ قیاس کے ذریعے حاصل ہونے والی معرفت کا نتیجہ گمراہی ہوتا ہے۔

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"رُبَّ مَعْرِفَةٍ اَدَّتْ اِلَى التَّضْلِيْلِ"[2]

کبھی معرفت (انسان کو) گمراہی کی طرف لے جاتی ہے۔

ممکن ہے کہ کسی مکتب میں معارف و حقائق بھی ہوں لیکن اگر ان کا انجام گمراہی ہو تو اس کا کیا فائدہ ہے؟

اس بناء پر خود بینی میں گرفتار افراد، خود کو ہی اصل ذات سمجھنے والے اور خود کو راز و نیاز اور دعا و مناجات سے بے نیاز سمجھنے والوں نے معرفت سے بالکل استفادہ نہیں کیا۔

---

۱۔ شرح غرر الحکم: ۴۶۳/۵

۲۔ شرح غرر الحکم: ۷۵/۴

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لاٰ یَقْبَلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ عَمَلاً اِلاّٰ بِمَعْرِفَةٍ وَ لاٰ مَعْرِفَةَ اِلاّٰ بِعَمَلٍ ، فَمَنْ عَرَفَ دَلَّتْهُ مَعْرِفَتُهُ عَلَی الْعَمَلِ وَ مَنْ لَمْ یَعْمَلْ فَلاٰ مَعْرِفَةَ لَهُ ، اِنَّ الْاِیْمانَ بَعْضُهُ مِنْ بَعْضٍ"[1]

خداوند کسی عمل کو قبول نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ معرفت کے ساتھ انجام دیا گیا ہو، اور عمل کے بغیر کوئی معرفت نہیں ہوتی۔ پس جو پہچان وشناخت رکھتا ہو، اس کی معرفت اسے عمل کی طرف رہنمائی کرے گی اور جو کوئی عمل نہ کرے اسے کوئی معرفت نہیں ہے۔ کیونکہ بعض اپنا ایمان دوسرے بعض سے لیتے ہیں۔

اس بناء پر عبادت اور مناجات سے ہاتھ اٹھا لینا معرفت کی دلیل نہیں ہے بلکہ معرفت کی علامت صحیح معارف (جو انسان نے سیکھے ہیں) کے مطابق عمل کرنا ہے۔

معارف کے اعلی درجوں تک پہنچنے والے افراد اپنے دل کو کسب معارف سے نورانی کرتے ہیں وہ معارف کی جتنی بھی منزلوں کو طے کریں، انہیں خدا کی اتنی ہی زیادہ معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ خود کو خدا اور اولیائے خدا کے سامنے بہت چھوٹا سمجھتے ہیں اور ان کی نظروں میں ان کی تقصیر وکوتاہی جلوہ گر ہوتی ہے۔

سید الساجدین حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جَعَلَ مَعْرِفَتَهُمْ بِالتَّقْصِیْرِ شُکْراً"[2]

(خدا نے عرفاء کی) معرفت کو ان کی تقصیر سے شکر قرار دیا ہے۔

وہ عرفان کے جتنے بھی بلند درجات تک پہنچ جائیں، انہیں اتنی ہی زیادہ خدا کی عظمت اور اپنی تقصیر دکھائی دے گی۔ خود بینی میں گرفتار افراد کے لئے بہتر ہے کہ وہ معرفتِ نفس کے ذریعہ خود بینی سے چھٹکارا حاصل کریں۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۱/۲۰۷

۲۔ بحار الانوار: ۷۸، تحف العقول: ۲۷۸

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"سُدَّ سَبِیْلَ الْعُجْبِ بِمَعْرِفَةِ النَّفْسِ"[۱]

نفس کی معرفت کے ذریعے خود بینی کے راستوں کو مسدود کرو۔

یہ تعجب کی بات ہے کہ کوئی اپنی روح اور نفس کو نہ پہچانے حتی کہ اسے اپنے جسم کی بھی کوئی اطلاع نہ ہو اور نہ ہی وہ اپنے دماغ، خون اور بدن کے دوسرے اعضاء و جوارح سے صحیح طور پر آگاہ ہو تو وہ کس طرح معارف الٰہی تک پہنچ سکتا ہے اور کس طرح خلاق کائنات کو پہچان سکتا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"عَجِبْتُ لِمَنْ یَجْهَلُ نَفْسَهُ کَیْفَ یَعْرِفُ رَبَّهُ؟!"[۲]

مجھے تعجب ہے! جو اپنے نفس سے جاہل ہو، وہ کس طرح خدا کو پہچان سکتا ہے؟!

ایسے افراد تکبر، خود بینی اور خود فروشی کو خود سازی اور خود شناسی سمجھتے ہیں! لیکن اس کے باوجود وہ دوسرے لوگوں کی مدد اور ہدایت کرتے ہیں!!!

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"عَجِبْتُ لِمَنْ یَتَصَدّی لِإِصْلاحِ النّاسِ وَ نَفْسُهُ أَشَدُّ شَیْءٍ فِساداً"[۳]

مجھے تعجب ہے! جو لوگوں کی اصلاح کا ذمہ دار ہو، لیکن اس کا نفس فساد کے لحاظ سے ہر چیز سے شدید تر ہے!

قرآن مجید میں خداوند کریم کا ارشاد ہے:

﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنفُسَكُمْ﴾[۴]

کیا تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے کو بھول جاتے ہو۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۸/۱۶۴، تحف العقول: ۲۸۴ ۲۔ شرح غرر الحکم: ۴/۳۴۱

۳۔ شرح غرر الحکم: ۴/۳۴۰ ۴۔ سورۂ بقرہ، آیت: ۴۴

پس یہی بہتر ہے کہ ایسے افراد دوسروں کے لئے دلسوزی چھوڑ کر پہلے اپنی خودسازی کی کوشش کریں۔خداوند متعال کا ارشاد ہے:

﴿عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لاَ يَضُرُّكُم مَّنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾[۱]

اپنے نفس کی فکر کرو۔اگر تم ہدایت یافتہ رہے تو گمراہوں کی گمراہی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالطَّاعَةِ وَالْمَعْرِفَةِ بِمَنْ لاَ تَعْذِرُوْنَ بِجِهَالَتِهِ"[۲]

اے لوگو!تم پر خدا کی اطاعت اور ایسے لوگوں کی شناخت لازم ہے کہ اگر تم نے انہیں نہ پہچانا تو تمہارا کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔

## عارف نما لوگوں کی شناخت

معارف کے حصول کی اہم اور ضروری شرائط میں سے ایک مقام معرفت تک پہنچنا اور ایسے افراد کو پہچاننا کہ جن سے معرفت وحقائق کی بو نہیں آتی لیکن وہ لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کرتے ہیں۔

یہ کس طرح ممکن ہے کہ انسان عالی معارف تک پہنچ جائے لیکن وہ دین کے دشمنوں کی ضلالت و گمراہی میں شک کرے؟!

معارف تک پہنچنے کے لئے جھوٹے دعویداروں کی گمراہی روشن ہونی چاہئے تا کہ انسان ان کے دعوؤں پر فریفتہ نہ ہو۔

---

۱۔سورۂ مائدہ،آیت:۱۰۵

۲۔بحارالانوار:۱۰۰/۲

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں:

"وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ لَنْ تَعْرِفُوا الرُّشْدَ حَتّٰى تَعْرِفُوا الَّذِي تَرَكَهُ ، وَ لَنْ تَأْخُذُوا بِمِيْثَاقِ الْكِتَابِ حَتّٰى تَعْرِفُوا الَّذِي نَقَضَهُ وَ لَنْ تَمَسَّكُوا بِهِ حَتّٰى تَعْرِفُوا الَّذِي نَبَذَهُ"[1]

جان لو کہ تم لوگ ہدایت کی راہ کو نہیں پہچانتے جب تک اسے ترک کرنے والوں کو نہ پہچان لو اور تم لوگ تب تک آئینِ قرآن پر عمل نہیں کر سکتے جب تک پیا آئین شکنوں کو نہ پہچان لو، اور تم اس سے تب تک تمسک اختیار نہیں کر سکتے جب تک اسے چھوڑنے والوں کو نہ پہچان لو۔

شمس درخشنده چو پنهان شود

شب پره بازیگر میدان شود

عرفان اور معرفت کی جستجو کرنے والے بہت سے لوگ صرف عرفانی افکار پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ روحانی مسائل سے ذہن بھر لینے کی صورت میں وہ خیالات میں ہی عالم ملکوت کی سیر کرتے ہیں! حلانکہ معرفت کی جگہ ذہن اور افکار نہیں ہیں اور جب تک عرفانی افکار دل اور باطن سے نہ نکلیں تب تک غرور و تکبر کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ایسے افراد کا باطن رات کی تاریکی سے زیادہ سیاہ ہوتا ہے، کیونکہ ان کے دل میں معرفت نہیں ہوتی اور معرفت نے ان کے دل کو روشن نہیں کیا ہوتا اور نور معرفت نے ان کے باطن میں تجلی پیدا نہیں ہوتی۔

دمی با حق نبودی چون زنی لاف شناسایی

تمام عمر با خود بودی و نشناختی خود را

---

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ ۱۴۷

# عرفاء کی شناخت

جو عرفان اور معارف الٰہی سے بہرہ مند ہو، وہ عرفانی مسائل سے آشنائی کے بعد اپنے باطن میں مثبت اور واضح تبدیلیاں دیکھتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"اِذَا تَجَلّٰی ضِیاءُ الْمَعْرِفَةِ فِي الْفُؤادِ هاجَ رِیحُ الْمَحَبَّةِ ، وَ اِذَا هاجَ رِیحُ الْمَحَبَّةِ اِسْتَأْنَسَ ظِلالَ الْمَحْبُوبِ وَ آثَرَ الْمَحْبُوبَ عَلیٰ ما سَواهُ"[1]

جب کسی کے دل میں نور معرفت چمکے تو اس میں نسیم محبت پیدا ہوتی ہے اور جب نسیم محبت پیدا ہو تو وہ محبوب کے سائے سے بھی محبت کرتا ہے اور اسے دوسروں پر ترجیح دیتا ہے۔

اس بناء پر فقط عرفانی افکار پر ہی اکتفا کرنے اور اپنے ذہن کو روحانی مسائل سے بھر لینے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کیونکہ مکتب اہلبیت علیہم السلام کے نزدیک جو کوئی معارف اور عرفانی مسائل کو (جن کا مبنیٰ قرآن وسنت ہو) جانتا ہو اور اس نے معارف کو اپنے دل میں جگہ دی ہو نہ کہ صرف ذہن وافکار ہی میں، تو یہ واضح ہے کہ جب انسان کے دل میں معارف جاگزیں ہو جائیں (نہ کہ ذہن اور زبان میں) تو اس کے رفتار وکردار میں اہم تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔

صحیح معرفت کی اہم نشانیوں میں سے اصلاح نفس اور ہوا وہوس سے نجات ہے۔ صحیح معارف تک پہنچنے والا انسان حکمت ومعارف اہلبیت علیہم السلام سے آشنائی حاصل کرنے کے بعد اس فانی دنیا اور نفسانی خواہشات سے دور ہو جاتا ہے۔

اس بارے میں امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَنْ صَحَّتْ مَعْرِفَتُهُ اِنْصَرَفَتْ عَنِ الْعالَمِ الْفانِی نَفْسُهُ وَ هِمَّتُهُ"[2]

جس کی معرفت صحیح ہو، اس کا نفس اور ہمت فانی دنیا سے منہ موڑ لیتی ہے۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۰/۲۳، مصباح الشریعۃ: ۲

۲۔ شرح غرر الحکم: ۵/۴۵۳

اس بناء پر جن کی تمام تر ہمت اور فکر مال و دولت کو جمع کرنے کی طرف ہی ہو وہ کس طرح سے صحیح معرفت حاصل کر سکتے ہیں؟!

لیکن کیا ایسا نہیں ہے کہ معرفت قلبی امور میں سے ہے نہ کہ ذہنی؟!

اس صورت میں اگر کسی کے دل کو انوار معارف نے اپنے احاطہ میں لے لیا ہو تو وہ کس طرح دنیاوی اموال اور نفسانی شہوت میں غرق رہ سکتا ہے اور کس طرح اس کی ہمت و ارادہ نفسانی خواہشات کا پابند ہو سکتا ہے؟!

لیکن کیا ایسا نہیں ہے کہ جیسے حضرت امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا:

"..... اِنَّمٰا اَهْلُ الدُّنْيٰا يَعْشِقُوْنَ الْاَمْوٰالَ"[1]

بیشک دنیا والے مال و دولت سے عشق کریں گے۔

جس کا دل مادی دنیا کے عشق سے لبریز ہو چکا ہو جیسے شہرت و حکومت تو وہ کس طرح اپنے دل کو خاندان وحی علیہم السلام کے انوار سے سرشار اور اہلبیت اطہار علیہم السلام کے معارف سے منور کر سکتا ہے؟!

## عرفاء کی صفات

معرفت اور معارف کے انوار کی چمک سے عرفاء کے دل اور افکار خدا کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور وہ فقط خدائے مہربان کی طرف توجہ کرتے ہیں اسی وجہ سے اگر چہ وہ لوگوں کے ساتھ اور لوگوں میں زندگی بسر کرتے ہیں لیکن وہ خود کو ہمیشہ خدا کے محضر میں ہی تصور کرتے ہیں:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں:

"اَلْعٰارِفُ شَخْصُهُ مَعَ الْخَلْقِ وَ قَلْبُهُ مَعَ اللّٰهِ"[2]

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۰/۲۳، مصباح الشریعۃ: ۲

۲۔ بحار الانوار: ۹۲/۲۴۴ اور ۷۱/۲۳۰

عارف ظاہراً لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے لیکن اس کا دل خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

ذرا غور کیجئے! اہلبیت اطہار علیہم السلام نے جس عرفان کا تعارف کروایا ہے اور لوگوں کے بنائے گئے عرفان (جو تمام لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے) میں کتنا فرق ہے۔

مکتب اہلبیت علیہم السلام کی نظر میں صاحبان معرفت نہ صرف اپنے پورے وجود سے خدا کی طرف متوجہ ہیں بلکہ خدا نے ان کی روح اور نفس کو اپنی معرفت سے مأنوس کر دیا ہے۔

سید الساجدین حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی مناجات انجیلیہ میں آیا ہے:

"وَ انَسْتَ نُفُوْسَهُمْ بِمَعْرِفَتِکَ"[1]

ان کے نفوس (سالکین الی اللہ) کو اپنی معرفت سے مانوس کر دیا۔

معارف کے ساتھ انس کی وجہ سے آہستہ آہستہ ان کی معرفت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور تب تک اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے جب تک اس کی وجہ سے معرفت کے عالی درجات تک نہ پہنچ جائیں۔ ایسے عرفاء کو علوی کہا جاتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اَلْمُؤْمِنُ عَلَوِيٌّ لِاَنَّهُ عَلاٰ فِي الْمَعْرِفَةِ"[2]

مومن علوی ہے کیونکہ اس نے معرفت میں عالی مقام حاصل کیا ہے۔

اس صورت میں معارف کے تابناک انوار پورے وجود پر احاطہ کر لیتے ہیں اور معارف الٰہی سے روح بھی منور ہو جاتی ہے اور علوم کے دریا میں قیمتی اور نایاب جواہر میسر آتے ہیں۔ یوں ہمیشہ معارف کے خزانوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسرار الٰہی کے خزانے تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے اور اسے قیمتی امانت کی طرح اپنے سینوں میں محفوظ کر لیا جاتا ہے۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۹۴/۱۵۶

۲۔ بحار الانوار: ۶۷/۱۷۱، علل الشرائع: ۲/۱۵۲

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اَلْعارِفُ اَمِیْنُ وَدائِعِ اللّٰہِ وَ کَنْزُ اَسْرارِہِ"[۱]

عارف ودیعہ الٰہی اور اسرار خدا کے خزانوں کا امانتدار ہوتا ہے۔

اس بناء پر جو حقیقی عرفان کے عظیم مقام پر فائز ہوں اور جنہوں نے حقیقی عرفان کی راہ میں سیر و سلوک کی منزل طے کی ہو، وہ کس طرح کسی بھی راز کو آسانی سے بیچ سکتے ہیں اور کس طرح یہ خزانہ ایسے لوگوں کی دسترس میں دے سکتے ہیں جنہوں نے اس کے لئے زحمت اور تکلیف نہ اٹھائی ہو؟!

## صاحبان معرفت کی صحبت

معارف سے آشنائی اور مکتب اہلبیت علیہم السلام کے عقائد کی شناخت کے لئے دینی معارف کی راہ میں مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کرنے والے افراد کی صحبت اور ان سے گفتگو بہت اثر رکھتی ہے۔ اسی لئے آئمہ اطہار علیہم السلام کے اقوال میں ہمیں ایسے افراد کی صحبت کی تاکید کی گئی ہے۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جالِسُوا أَهْلَ الدِّيْنِ وَ الْمَعْرِفَةِ"[۲]

اہل دین اور اہل معرفت کی صحبت اختیار کرو۔

صاحبان معرفت کی صحبت کے نتیجہ میں دینی حقائق کے بارے میں انسان کی شناخت میں اضافہ ہوتا ہے اور ان کے وجود سے نکلنے والے کلمات انسان کے وجود پر بہت گہرا اثر رکھتے ہیں۔

اس بناء پر معارف کی آشنائی کا ایک بہت اہم اور مؤثر ذریعہ بزرگان معرفت اور صاحبان معرفت کی صحبت ہے۔ اس ذریعے ان کی باتوں کو سن کر اپنی روح منور کریں اور خاندان وحی علیہم السلام

---

۱۔ بحار الانوار: ۱۴/۳

۲۔ بحار الانوار: ۱۹۶/۷۴

کے معارف سے آشنائی حاصل کریں۔

کیونکہ یہی خاندان نبوت علیہم السلام کے حقیقی شیعہ اور سچے پیروکار ہیں اور جو اس خاندان پاک علیہم السلام کا پیروکار ہو وہ لوگوں کو اپنی طرف نہیں بلکہ علوم و معارف اور حقوق اہلبیت علیہم السلام کی طرف دعوت دیتا ہے۔

پس اہل دین اور صاحبان معرفت کی صحبت میں اختیار کرو تا کہ خاندان نبوت علیہم السلام کے معارف الٰہی سے آگاہ ہو سکو۔

## عرفانی حالت میں تعادل اور ہماہنگی کا خیال رکھنا

عرفانی مسائل کی طرف متوجہ ہونے والے افراد غیر متعارف اور استثنائی حالات میں گرفتار ہونے سے نجات کے لئے عرفانی حالات میں تعادل اور ہماہنگی کا خیال رکھنے کی کوشش کریں۔

اس لئے بزرگان نفرت اور محبت کو ہماہنگ کرتے ہیں کیونکہ نفرت ایک منفی چیز ہے لہذا یہ منفی چیزوں کے لئے ہونی چاہئے اور محبت ایک مثبت چیز ہے لہذا یہ مثبت چیزوں میں ہونی چاہئے۔ کیونکہ معنوی امور میں ترقی و پیشرفت کا لازمہ تعادل اور ہماہنگی ہے۔

جیسا کہ ایک بلب کے روشن ہونے کے لئے مثبت اور منفی برقی شعاعوں کا ہونا ضروری ہے اسی طرح معنوی روشنی کے لئے بھی مثبت اور منفی حالات ہماہنگ اور متعادل ہونے چاہئیں اور دونوں سے ان کے اپنے مورد میں استفادہ کیا جائے۔

پس جس طرح ہمارے دل میں ولایت اہلبیت علیہم السلام کا ہونا ضروری ہے اسی طرح ہمارے دل میں ولایت اہلبیت علیہم السلام کے دشمنوں سے بیزاری اور ان کے لئے نفرت بھی ہونی چاہئے۔

جس طرح ہمارے دل میں ظالموں اور جابروں کے لئے نفرت ہونی چاہئے اسی طرح نیک اور صالح افراد کے لئے محبت بھی ہونی چاہئے۔ اسی لئے حقیقی عرفاء دنیا اور معاشرے کی صورت حال سے

تنفر کو معنوی امور سے ہماہنگ اور متعادل کرتے ہیں۔

اسی وجہ سے حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام شوق کو عرفاء کے شخصی حالات سے قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اَلشَّوْقُ خُلُصانُ الْعارِفِیْنَ"[۱]

شوق عرفاء کی صفات میں سے ہے۔

اگر ان کا تنفر مسائل سے واسطہ پڑھ جائے کہ جو ان کی لطیف روح کو اذیت پہنچائیں تو وہ روحانی کسالت میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن وہ اسے خود سے شوق ونشاط کے ذریعے اسے خود سے دور کرتے ہیں اور اسی وسیلہ سے وہ خود میں تعادل و ہماہنگی ایجاد کرتے ہیں۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام ہمّام سے مومن کی اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تَراٰهُ بَعِیْداً كَسِلُهُ ، دائِمًا نَشاطُهُ"[۲]

تم اس (مومن) سے کسالت کو دور دیکھو گے اور ہمیشہ اسے بانشاط دیکھو گے۔

اسی وجہ سے مکتب اہلبیت علیہم السلام نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم گناہوں کی وجہ سے پیدا ہونے والی ناامیدی کا نشاط کے ذریعے یعنی خداوند کریم کی رحم وبخشش کی طرف توجہ کر کے جبران کریں۔ جمعہ کے دن منقول دو رکعت نماز کے بعد کی دعا میں ہے:

"اِنْ اَقْنَطَتْنِي ذُنُوْبِي نَشَّطَنِي عَفْوُكَ"[۳]

اگر میرے گناہ مجھے ناامید کر دیں تو تیری بخشش مجھے امید ونشاط کی طرف ابھارتی ہے۔

روحانی وعرفانی حالات میں بسط وقبض نفس (دو عرفانی اصطلاحاتیعنی نفس پر قابو رکھنا) جیسے مسائل بہت

---

۱۔ شرح غرر الحکم: ۱/۲۱۴

۲۔ بحار الانوار: ۶۷/۳۶۷

۳۔ بحار الانوار: ۸۹/۳۷۰، مصباح المتہجد: ۲۲۳

اہم ہیں اوران کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔

گناہ کی وجہ سے انسان اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ سکتا لیکن خدا کی رحمت و بخشش سے باپنے نفس پر ابو پالیتا ہے ہے کیونکہ خداوند کی بخشش نشاط کا باعث ہے۔

اس بناء پر گناہ کے وقت توبہ اور خدا کی بخشش کی طرف متوجہ رہیں تا کہ بسط و قبض نفس کی حالت میں تعادل و ہماہنگی ایجاد ہو سکے۔خدا کے بخشش کی طرف توجہ سے قبض نفس کی حالت زائل ہو جاتی ہے اور نفس کے لئے بسط کی حالت ایجاد ہوتی ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اَلسُّرُوْرَ یَبْسِطُ النَّفْسَ وَ یَثِیْرُ النَّشَاطَ "[1]

سرور و مسرت نفس کو بسط کی حالت دیتا ہے اور نشاط میں اضافہ کرتا ہے۔

پس اگر کوئی گناہ کا مرتکب ہو تو گرفتگی و قبض کی حالت کو سرور (خدا کی بخشش سے حاصل ہونے والا سرور) سے متعادل کرے تا کہ نا امیدی اور گناہ کی تکرار نہ ہو۔

اب جب کہ یہ واضح ہو گیا ہے کہ روحانی حالات میں تعادل کا خیال رکھنا ضروری ہے تو اس بناء پر جو افراد روح کی پرواز کی طرف مائل ہیں انہیں یہ خیال رکھنا چاہئے کہ پرواز ہمیشہ دو پروں کے ذریعے ہی کی جاتی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر گرنا اور سقوط حتمی ہوتا ہے۔پس دو پروں سے استفادہ کرنے کے لئے دو متقابل حالتوں میں تعادل و ہماہنگی ایجاد کریں۔

---

۱۔شرح غرر الحکم: ۲/۱۱۳

# نتیجۂ بحث

اہلبیت اطہار علیہم السلام کے حیات بخش مکتب سے ہی معارف سیکھیں اور اپنے اعتقادات کی بنیاد وحی الٰہی کو قرار دیں اور بشری نظریات وخیالات سے پرہیز کریں۔ یہ معارف کو سیکھنے اور عقائد کو درک کرنے کا صحیح راستہ ہے۔

اس بناء پر اپنے دینی اعتقادات اور عرفانی افکار کو وحی الٰہی سے اخذ کرنے کی کوشش کریں اور خاندان نبوت ورسالت علیہم السلام سے حکمت کا درس لیں۔

عارف نما لوگوں سے پرہیز کریں جو عارف ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر آداب ورسوم کو ترک کرتے ہیں۔ عظیم معارف کے آثار سیکھیں اور حقیقی عرفاء کی صفات وخصال سے آشنائی حاصل کریں کہ جن کا وجود معرفت کے انوار سے منور ہوتا ہے۔

عرفانی حالات میں تعادل اور ہماہنگی کی رعایت کریں اور عرفانی حالات جیسے قبض، بسط اور روحانی نشاط کی طرف متوجہ رہیں تا کہ آپ ایک متعادل زندگی بسر کرسکیں۔

ابوبصیر کی روایت کا دقیق مطالعہ کریں اور اس کے نکات پر غور وفکر کریں اور اس کے اسرار و معارف سے اپنے وجود کو منور کریں۔

**فردا که زوال شش جهت خواهد بود**

**قدر تو به قدر معرفت خواهد بود**

تیسرا باب

# عبادت و بندگی

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

" اِذٰا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْداً أَلْهَمَهُ حُسْنَ الْعِبٰادَةِ "

جب بھی خدا کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اس پر اچھی طرح سے عبادت کرنے کا طریقہ الہام کر دیتا ہے۔

# تیسرا باب

## عبادت کیا ہے؟

عبادت کیا ہے اور کن چیزوں کو عبادی امور کا نام دے سکتے ہیں؟

یہ ایک اہم سوال ہے جس کی طرف کبھی کبھار بعض افراد کے اذہان متوجہ ہو جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض لوگ عبادت کو نماز، روزہ اور ان جیسے دوسرے امور ہی میں منحصر سمجھیں لیکن روایات اہلبیت علیہم السلام کی طرف رجوع کرنے اور ان کی رہنمائی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز اور روزے کو انجام دینا ہی عبادت نہیں ہے۔ کیونکہ عبادت کے معنی خدا کی بندگی ہے اور خدا کی بندگی و اطاعت اسی صورت میں وقوع پذیر ہو سکتی ہے کہ انسان وہی انجام دے جو خدا چاہتا ہے اور خدا صرف یہ نہیں چاہتا کہ کثرت سے نماز و روزہ بجالاؤ۔

اس بارے میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لَيْسَتِ الْعِبادَةُ كَثْرَةَ الصَّلاةِ وَ الصِّيامِ ،وَ اِنَّمَا الْعِبادَةُ كَثْرَةُ التَّفَكُّرِ فِي اَمْرِ اللّٰهِ"[1]

کثرت سے نمازیں پڑھنا اور روزہ رکھنا عبادت نہیں ہے، بیشک خدا کے امر میں زیادہ تفکر اور غور و فکر کرنا عبادت ہے۔

خدا جو کچھ چاہتا ہے، اسے انجام دینا عبادت ہے اور اسی طریقے سے انسان مقام عبودیت تک پہنچ سکتا ہے۔ مقام عبودیت و بندگی تک پہنچنے کا ملاک و معیار عبادت کی اہمیت ہے۔ اعمال اور کثرت عبادات، معنوی درجات تک پہنچنے کی حتمی و لازمی شرائط میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ اعمال و عبادات کی

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۸/۳۷۳؛ تحف العقول: ۴۸۶

اہمیت ان کی کثرت سے نہیں بلکہ ان کی اہمیت سے ہے۔

عبادات اسی صورت میں کوئی اہمیت رکھتی ہیں کہ جب وہ بہت زیادہ تأثیر رکھتی ہوں اور جب وہ انسان کے باطن میں تبدیلی پیدا کریں۔اس بناء پر عبادات کی اہمیت کا اندازہ عبادت کرنے والوں میں تبدیلی ایجاد ہونے سے ہی لگایا جاسکتا ہے۔

اس بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اپنے نفس میں تبدیلی ایجاد کرنے والے اور معنوی توانائیوں سے بہرہ مند ہونے والے اولیائے خدا کی کامیابی کا معیار ان کی عبادتوں کی تأثیر ہے نہ کہ ان کی کثرت عبادت۔اگر چہ بہت سے مقامات پر عبادات کی تأثیر،عبادات کی کثرت پر ہی موقوف ہوتی ہے۔لیکن یہ ایک کلّی قانون نہیں ہے۔

اس حقیقت پر ہماری دلیل حضرت امام صادق علیہ السلام کے خاص صحابی جناب مفضل سے منقول روایت ہے۔آپ نے فرمایا:

''کُنتُ عِندَ اَبِي عَبدِاللّٰهِ علیه السلام فَذَکَرنَا الْاَعمٰالَ ،فَقُلتُ اَنَا مَا أَضعَفَ عَمَلِي؟فَقٰالَ:مَهُ اِستَغفِرِ اللّٰهَ،ثُمَّ قَالَ لِي:اِنَّ قَلِيلَ الْعَمَلِ مَعَ التَّقوىٰ خَيرٌ مِنْ کَثِيرٍ بِلاٰ تَقوىٰ.قُلتُ:کَيفَ يَکُونُ کَثِيرٌ بِلاٰ تَقوىٰ ؟قَالَ:نَعَم ،مِثلُ الرَّجُلِ يُطعِمُ طَعٰامَهُ،وَ يُرفِقُ جِيرٰانَهُ وَ يَوَطِّئُ رَحلَهُ،فَاِذٰا ارتَفَعَ لَهُ الْبٰابُ مِنَ الْحَرٰامِ دَخَلَ فِيهِ ،فَهٰذَا الْعَمَلُ بِلاٰ تَقوىٰ ،وَ يَکُونُ الآخَرُ لَيسَ عِندَهُ فَاِذَا ارتَفَعَ لَهُ الْبَابُ مِنَ الْحَرٰامِ لَم يَدخُلْ فِيهِ''

میں حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ اعمال کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔میں نے کہا: میرے اعمال کتنے کم ہیں؟!

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: خاموش رہو!اور استغفار کرو۔پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا:تقویٰ

---

۱۔بحارالانوار:۷۸/۳۷۳،تحف العقول:۴۸۶

کے ساتھ انجام دیئے جانے والے کم اعمال تقویٰ کے بغیر انجام دیئے گئے زیادہ اعمال سے بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا: کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص تقویٰ کے بغیر زیادہ اعمال انجام دے؟

آنحضرتؑ نے فرمایا: ہاں۔ جیسے کوئی شخص اپنا کھانا دوسروں کو کھلا دے، پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے لئے سامان سفر فراہم کرے۔ لیکن جب بھی اس کے لئے کوئی حرام کا دروازہ کھلے تو وہ اس میں داخل ہو جائے۔ یہ ایسا عمل ہے کہ جس میں تقویٰ نہیں ہے اور دوسرا شخص ایسے زیادہ اعمال انجام نہیں دیتا لیکن جب اس کے لئے کوئی حرام کا دروازہ کھلے تو وہ اس میں داخل نہیں ہوتا۔

ایسا عمل تقویٰ کے ساتھ ہے اور ایسا شخص عبادت میں صداقت رکھتا ہے۔

## عبادت مخلصانہ ہونی چاہئے

اس بناء پر کثرت عبادت اہمیت کا معیار نہیں ہے بلکہ عبادت کی اہمیت کا معیار و ملاک اس کی تأثیر ہے اگرچہ عبادت کم ہی کیوں نہ ہو۔ اگر عبادت مخلصانہ ہو تو اس کے بہت سے اثرات ہیں۔ اسی لئے ہمیں ہر کام اور بالخصوص معنوی امور میں خلوص کے ساتھ قدم بڑھانا چاہئے اور ذاتی حساب اور غرض سے ہاتھ اٹھا لینا چاہئے اور کسی بھی مکاری اور فریب کے بغیر سچائی سے اپنا کام کرنا چاہئے۔

دل کو ہر قسم کے فریب اور مکاری سے پاک کرنا اور خلوص کو حاصل کرنا شیعوں کی خصوصیات میں سے ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اِنَّ شِیْعَتَنا مَنْ سَلُمَتْ قُلُوْبُهُمْ مِنْ کُلِّ غَشٍّ وَ دَغَلٍ"[1]

بیشک ہمارے شیعہ وہ ہیں جن کے دل ہر قسم کے فریب اور دھوکے سے پاک ہوں۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۶۸/۱۵۶، تفسیر امام العسکری علیہ السلام: ۱۲۳

نیتوں میں دھوکا وفریب انسان کی شخصیت میں کمی کا باعث بنتا ہے۔اس لئے یہ کوشش کرنی چاہئے کہ عبادت کو مخلصانہ طور پر انجام دیں اور مسلم اور محکم ارادہ سے اپنے دل سے ہر قسم کی غرض فریب اور دھوکے کو دور کریں۔

دل کو مکاری، دھوکے اور فریب سے پاک کرنے کا ایک طریقہ محمد وآل محمد علیہم السلام پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجنا ہے۔[1] دعاؤں سے پہلے درود بھیجنے کی ایک وجہ فریب اور دھوکے کو دور کرنا اور خلوص کا حصول ہے۔

جن امور میں کوشش اور جستجو خلوص کی بنیاد پر نہ ہو بلکہ فقط دکھاوا ہو تو اس کا نہ صرف یہ کہ کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔لیکن جو عبادت مخلصانہ ہو تو وہ خدا کے تقرب کے لئے بہت مؤثر ہے۔کیونکہ عبادات کو انجام دینے میں اگر مخلصانہ طور پر کوشش کی جائے تو یہ انسان میں راسخ برائیوں کو نیست ونابود کر کے انسان کو خدا کے نزدیک کر دیتی ہے۔

عبادت اور عبودیت و بندگی کے مقام تک پہنچنا ہی صراط مستقیم ہے، ہمیں چاہئے کہ ہم خدا کی عبادت کے ذریعہ صراط مستقیم کی طرف قدم بڑھائیں۔

خداوند کریم کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ﴾[2]

اللہ ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے اور اسی کی عبادت کرو کہ یہی صراط مستقیم ہے۔

اس بناء پر انسان خدا کی عبادت و بندگی کے ذریعے اس کے صراط مستقیم پر آ سکتا ہے اور شیاطین کے تسلط سے رہائی حاصل کر سکتا ہے۔

اس راہ کی طرف قدم بڑھانا اور اس پر قائم رہنا، یہ خود انسان کی سعادت اور نجات کی دلیل ہے۔

---

۱۔اس بارے میں ایک مفصل روایت کی طرف رجوع کریں جسے مرحوم علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار: ۹۴/۱۶ میں ذکر کیا ہے۔

۲۔سورۂ زخرف، آیت: ۶۴

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام نے یوں بیان فرمایا ہے:

"دَوامُ الْعِبادَةِ بُرْهانُ الظَّفَرِ بِالسَّعادَةِ"[۱]

عبادت میں دوام انسان کی سعادت و کامیابی کی دلیل ہے۔

کیونکہ انسان عبادت اور اس کی شرائط کی حفاظت سے اولیاء خدا کی صفوں میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کا شمار خدا کے ممتاز بندوں میں سے ہوتا ہے اور وہ اولیاء خدا کی مخصوص اوصاف و خصوصیات کا مالک بن جاتا ہے۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ: يَقُوْلُ: اَنَا وَ عَلِيٌّ اَبَوا هٰذِهِ الْاُمَّةِ، وَ لَحَقُّنا عَلَيْهِمْ أَعْظَمُ مِنْ حَقِّ أَبَوَیْ وِلادَتِهِمْ، فَإِنَّنا نَنْقُذُهُمْ اِنْ اَطاعُوْنا مِنَ النّارِ اِلٰى دارِ الْقَرارِ، وَ نُلْحِقُهُمْ مِنَ الْعُبُوْدِيَّةِ بِخِيارِ الْأَحْرارِ"[۲]

میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے: آپؐ نے فرمایا: میں اور علی علیہ السلام اس امت کے باپ ہیں، اور ان پر ہمارا حق ان کے والدین سے زیادہ ہے جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں۔ کیونکہ ہم انہیں جہنم سے نجات دلا کر جنت میں داخل کریں گے (اگر وہ ہماری پیروی کریں) اور انہیں دوسروں کی بندگی سے اور بہترین آزاد افراد سے ملحق کریں گے۔

پس خاندان نبوت علیہم السلام کے فرامین کی پیروی اور مخلصانہ عبادت سے انسان مقام عبودیت تک پہنچ سکتا ہے اور نیک و صالح افراد کے ساتھ ملحق ہو سکتا ہے اور انسان سے پلید شیطان دور ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کی خدا نے قرآن مجید میں تصریح فرمائی ہے۔

---

۱۔ شرح غرر الحکم: ۴/۲۲

۲۔ بحار الانوار: ۲۳/۲۵۹، تفسیر الامام العسکری علیہ السلام: ۱۳۳

﴿اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَکَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ وَ کَفٰی بِرَبِّکَ وَ کِيْلًا﴾[1]

بیشک میرے اصلی بندوں پر تیرا کوئی بس نہیں ہے اور آپ کا پروردگار ان کی نگہبانی کے لئے کافی ہے۔

بہت سے شیعہ بزرگوں نے قرب الٰہی اور عبودیت کے مقام تک پہنچنے کے لئے بہت کوشش کی۔

معنوی مقامات کے حصول کے لئے مرحوم کرباسیؒ کی کوشش ایسی ہی کوششوں کا ایک نمونہ ہے۔

ان کا شمار بزرگ شیعہ علماء میں ہوتا ہے اور آپ سید بحر العلوم کے شاگردوں میں سے ہیں۔ان کے حالات زندگی میں لکھا گیا ہے:

اس بزرگ شخصیت نے شب قدر کو درک کرنے کے لئے پورا سال رات سے صبح تک عبادت انجام دی اور ہر رات تہجد کی برکات سے مستفید ہوتے۔مرحوم کرباسیؒ عبادت میں خشوع وخضوع اور حضور قلب کی رعایت کرتے۔ایک بار اصفہان کے ایک اعلی عہدہ دار نے ان کے احترام کا خیال نہ رکھا تو آپ نے اس کے بارے میں دعا کی۔کچھ مدت کے بعد ہی اس حاکم کو معزول کر دیا گیا۔پھر مرحوم کرباسیؒ نے اس کے لئے یوں لکھا:

دیدی که خون ناحق پروانه شمع را

چندان امان نداد که شب را سحر کند

وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے زاہد تھے۔مرحوم مرزا قمیؒ نے ان سے توضیح المسائل لکھنے کا تقاضا کیا تو انہوں نے جواب میں کہا: میرے بدن کی ہڈیوں میں جہنم کی آگ کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے لیکن بالآخر مرحوم مرزا قمیؒ کے اصرار پر آپ نے رسالہ لکھا۔

اگر کوئی فقیر آپ سے کوئی چیز مانگتا تو آپ اس سے گواہ لانے کو کہتے اور پھر آپ گواہ اور فقیر دونوں کو قسم دیتے کہ اس چیز کو خرچ کرنے میں اسراف نہیں کروگے،اور پھر اسے ایک مہینے کا خرچہ دیتے۔

---

[1] سورۂ اسراء، آیت: ۶۵

کہتے ہیں کہ ایک دن کسی واقعہ کے بارے میں ایک شخص نے ان کے سامنے گواہی دی۔آپ نے اس سے پوچھا کہ تم کیا کام کرتے ہو؟اس نے کہا: میں غسل دیتا ہوں۔آپ نے اس سے غسل دینے کے شرائط پوچھے۔اس شخص نے غسل کی شرطوں کو بیان کیا اور پھر کہا کہ میں دفن کے وقت میت کے کان میں کچھ کہتا ہوں: مرحوم کرباسیؒ نے کہا: تم میت کے کانوں میں کیا کہتے ہو؟اس شخص نے کہا: میں میت کے کان میں کہتا ہوں کہ تم خوش نصیب ہو کہ مر گئے اور آقا کرباسیؒ کے پاس گواہی دینے کے لئے نہیں گئے۔[1]

## عبادات کی قسمیں

عبادات کی قسموں سے آشنائی پیدا کریں اور عبادت کی ایک ہی قسم کو انجام دینے پر اکتفا نہ کریں جیسے مادّی رزق انواع واقسام کا ہوتا ہے اور آپ اپنی خوراک مختلف جگہوں سے مہیا کرتے ہیں۔اگر آپ کا کوئی کھانا نمک یا کسی دوسرے ضروری مواد کے بغیر ہو تو وہ کھانا مکمل نہیں ہوگا۔اسی طرح معنوی اعمال میں بھی ایک ہی عبادت کو انجام دیتے رہیں تو آپ کا باطن مطمئن نہیں ہوگا اگر چہ وہ عبادت زیادہ ہی کیوں نہ ہو، جیسے آپ نے اپنے دسترخواں پر بہت زیادہ گوشت تو جمع کر لیا ہو لیکن نان اور نمک نہ ہو تو اس صورت میں آپ اس سے کس طرح استفادہ کر سکتے ہیں؟

جس طرح نماز و روزہ عبادت ہیں اسی طرح غور وفکر اور تفکر و تدبر بھی عبادت ہے، جس طرح غور وفکر کرنا عبادت ہے اسی طرح خدمت خلق بھی عبادت ہے، جس طرح خدمت خلق عبادت ہے اسی طرح انتظار ظہور امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اور غیبت کے زمانے کی ذمہ داریوں سے آشنائی بھی عبادت ہے، جس طرح انتظار ظہور امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اور غیبت کے زمانے کی ذمہ داریوں سے آشنائی عبادت ہے اسی طرح مکتب اہلبیت علیہم السلام کے عقائد و معارف سے آشنائی بھی عبادت ہے۔....کوشش کریں کہ ان تمام عبادات کو انجام دیں اور خود کو تکامل تک پہنچائیں۔

---

۱۔فوائد الرضویہ: ۱۰، قصص العلماء: ۱۱۸

# دینی بھائیوں کی خدمت

انسان کی عظمت وشرافت پہ دلالت کرنے والی عبادات میں سے ایک یہ ہے کہ انسان دینی بھائیوں کی خدمت کے لئے کمر ہمت باندھ لے اور مشکلات میں ان کی مدد کرے۔

اگر خدا کے لئے بیکسوں کی خبر گیری اور مومن بھائیوں کی خدمت کی جائے تو یہ بہت اہم عبادت ہے۔آئمہ معصومین علیہم السلام کے فرمودات وارشادات میں نہ صرف اس کی تاکید کی گئی ہے بلکہ اسے عبادات کی افضل ترین اقسام میں سے شمار کیا گیا ہے۔

اس بارے میں حضرت امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اِنَّ أَشْرَفَ الْعِبادَةِ خِدْمَتُکَ اِخْوانَکَ الْمُؤْمِنِیْنَ"[1]

افضل واشرف ترین عبادت تمہاری تمہارے مومن بھائیوں کی خدمت کرنا ہے۔

انسان کی زندگی میں بہت زیادہ مؤثر ثابت ہونے والے اس بنیادی نکتہ کی طرف کم توجہ کرنے کے ایسے نقصانات ہیں کہ جن کا جبران نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام گناہان کبیرہ کو شمار کرنے کے ضمن میں فرماتے ہیں:

".....تَرْکُ مُعاوَنَةِ الْمَظْلُوْمِیْنَ"[2]

مظلوموں کی مدد نہ کرنا گناہان کبیرہ ہے۔

اس نکتہ کی طرف بھی توجہ کرنا چاہئے: دینی بھائی کے ساتھ تعاون کرنا صرف مادّی امور میں ہی نہیں ہے بلکہ ان کی فکری افزائش اور رہنمائی کرنا بھی ان لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ جو اس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۳۱۸/۷۵، تفسیر الامام العسکری علیہ السلام: ۲۶۰

۲۔ بحار الانوار: ۱۰/۷۹، خصال: ۱۵۵/۲

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"أَعِنْ أَخاکَ عَلٰی هِدایَتِهِ"[۱]

اپنے بھائی کی ہدایت کے لئے مدد کرو۔

اس بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ خاص شرافت وعظمت رکھنے والی عبادات کی اقسام میں سے ایک دینی بھائیوں کی خدمت کرنا اوران کی مدد کرنا ہے۔

اس طریقے سے آپ بلند معنوی مقامات حاصل کر سکتے ہیں اور خدا و اہلبیت اطہار علیہم السلام کی محبت اپنی طرف جلب کر سکتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اِنَّ أَحَبَّ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلَی اللّٰهِ مَنْ أَعانَ الْمُؤمِنَ الْفَقِیْرَ مِنَ الْفَقْرِ فِي دُنْیاهُ وَ مَعاشِهِ، وَ مَنْ أَعانَ وَ نَفَعَ وَ دَفَعَ الْمَکْرُوْهَ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ"[۲]

خدا کے نزدیک مؤمنین میں سے سب سے محبوب وہ ہے کہ جو فقیر مومن کی مادّی امور اور معاش میں مدد کرے، اور خدا کے نزدیک محبوب ترین افراد وہ ہیں جو مدد کریں، فائدہ پہچائیں اور مومنین سے پریشانی و تکلیف کو دور کریں۔

## روحانی عبادات

عبادات کی قسموں میں سے ایک روحانی عبادت ہے۔یعنی انسان تفکر و تدبّر اور اپنے دل کو بروئے کار لاتے ہوئے خدا سے نزدیک ہوسکتا ہے۔

---

۱۔شرح غرر الحکم: ۲/۱۷۸

۲۔بحار الانوار: ۷۸/۲۶۱، تحف العقول: ۳۵۷

حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام ایک خطبہ کے آخر میں فرماتے ہیں کہ جس میں آپؑ نے مور کی خلقت کے اسرار وعجائب بیان فرمائے ہیں:

"جَعَلَنَا اللّٰهُ وَ اِيّاكُمْ مَمَّنْ يَسْعٰى بِقَلْبِهِ اِلٰى مَنَازِلِ الْاَبْرَارِ بِرَحْمَتِهِ"[1]

خداوند ہمیں اور تمہیں ان میں سے قرار دے کہ جو اپنے دل کے ذریعے نیک لوگوں کے منازل تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام کا یہ کلام اس بات کی دلیل ہے کہ انسان روحانی عبادتوں کے ذریعے (جیسے خدا کی آیات اور نشانیوں میں تفکر کرنا) منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے اور نیک و صالح افراد کے زمرہ میں آ سکتا ہے۔ اسی لئے بعض روایات میں خدا کے امر میں تفکر وتدبّر کو عبادت قرار دیا گیا ہے۔

حضرت امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لَيْسَتِ الْعِبَادَةُ كَثْرَةَ الصَّلاٰةِ وَ الصَّوْمِ ،اِنَّمَا الْعِبَادَةُ اَلتَّفَكُّرُ فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ"[2]

عبادت، زیادہ نمازوں اور روزوں میں نہیں ہے، بیشک خدا کے امر میں زیادہ تفکر اور غور وفکر کرنا عبادت و بندگی ہے۔

اسی لئے حضرت ابوذر علیہ السلام نے اکثر اپنی عبادت، تفکر کو ہی قرار دیا اور آپ اسی ذریعے سے ہی حضرت سلمان علیہ السلام کے ہم ردیف ہو گئے حالانکہ آپ حضرت سلمان علیہ السلام کی بنسبت کم سن تھے اور اس میں سے بھی آپ نے ایک مدت تک اپنی زندگی زمان جاہلیت میں بسر کی۔

پس عبادت و بندگی صرف جسمانی عبادی امور میں ہی منحصر نہیں ہے بلکہ روحانی عبادات اور روح کی بھی عبادات ہیں۔ جس طرح نماز اور دوسرے عبادی امور میں خشوع وخضوع، توجہ اور خلوص ان عبادات کے لئے جسمی اعمال کی روح شمار ہوتے ہیں۔

---

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ: ۱۶۵

۲۔ بحار الانوار: ۷۱/۳۲۲، اصول کافی: ۲/۵۵

یہ نکتہ بہت اہم ہے کہ انسان کو تمام عبادات میں ان کے روحانی پہلو کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے اور اسے فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ لیکن افسوس کہ ایسے افراد بھی ہیں کہ جو نہ صرف عبادات کے روحانی پہلو کا خیال نہیں رکھتے ہیں بلکہ وہ عبادات کے جسمی اعمال کو بجالانے میں بھی کوتاہی کرتے ہیں اور انہیں مکمل طور پر انجام نہیں دیتے۔

حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی کہتے ہیں:

"سَأَلَ اَبُو بَصِيْر الصّادِقَ عليه السلام وَ اَنَا جَالِسٌ عَنْدَهُ عَنِ الْحُوْرِ الْعَيْنِ،فَقَالَ لَهُ:جُعِلْتُ فَداکَ اَخَلْقٌ مِنْ خَلْقِ الدُّنْيا أَوْ(خَلْقٌ مِنْ)خَلْقِ الْجَنَّةِ؟فَقَالَ لَهُ:مَا أَنْتَ وَ ذَاکَ ؟عَلَيْکَ بِالصَّلاةِ ،فَاِنَّ آخِرَ مَا اَوْصى بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ حَثَّ عَلَيْهِ ،الصَّلاةُ. اِيّاکُمْ اَنْ يَسْتَخِفَّ اَحَدُکُمْ بِصَلاتِهِ فَلا هُوَ اِذا کانَ شابّاً أَتَمَّها،وَلا هُوَ اِذا کانَ شَيْخًا قَوِيَ عَلَيْها ،وَما اَشَدَّ مِنْ سِرْقَةِ الصَّلاةِ. . . ."[1]

میں حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ ابوبصیر نے آپؑ سے حورالعین کے بارے میں پوچھا اور کہا: میری جان آپ پر قربان کیا یہ اس دنیا کی مخلوق ہیں یا یہ جنتی مخلوق ہیں؟

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں ان امور سے کیا مطلب ہے؟

تم پر لازم ہے کہ تم نماز کا خیال رکھو کیونکہ رسول اکرمؐ نے جس چیز کے بارے میں سب سے آخری وصیت کی اور لوگوں کو جس چیز کی طرف رغبت دلائی، وہ نماز ہے۔

نماز کو خفیف شمار کرنے سے پرہیز کرو، کیونکہ نہ ہی تو تم اسے جوانی میں مکمل طور پر انجام دیتے ہو اور نہ ہی بڑھاپے میں اسے مکمل طور پر انجام دینے پر قادر رہو۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ انسان اپنی نماز کو چوری کرے۔

---

۱۔ بحارالانوار: ۸۴/۲۳۶، قرب الاسناد: ۲۷

اس بناء پر ہمیں ظاہری ارکان اور عبادات کے جسمانی اعمال کی بھی رعایت کرنی چاہئے اور اسی طرح عبادات کے باطن پر بھی توجہ کرنی چاہئے، کیونکہ جو چیز اہم ہے، وہ روح عبادت ہے۔

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

"رَكْعَتانِ خَفِيفَتانِ فِي تَفَكُّرٍ خَيْرٌ مِنْ قِيامِ لَيْلَةٍ"[1]

تفکر کے ساتھ پڑھی جانے والی دو رکعت خفیف نماز، پوری رات عبادت میں کھڑے رہنے سے بہتر ہے۔

ان فرامین کی بناء پر عبادات میں اصل، تفکر و توجہ ہے کہ جو عبادت کی روح اور جان کی مانند ہے۔ مثال کے طور پر آپ سورۂ حمد میں تفکر و تدبّر اور غور و فکر سے امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کی ولایت اور آپؑ کے دشمنوں سے برأت کو واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں اور یوں آپ دن میں کم از کم دس مرتبہ اپنے اس اعتقادی اصول کو اپنے ذہن میں تصور کر کے زبان پر لا سکتے ہیں۔

عبادت کا یہ نتیجہ صرف تفکر و تدبّر کے ساتھ ہی ممکن ہے کیونکہ تفکر عبادت کی اہمیت کو بیان کرتا ہے۔ اسی لئے پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

لا عِبادَةَ كَالتَّفَكُّرِ"[2]

تفکّر کے مانند کوئی عبادت نہیں ہے۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۸۴/۲۴۰، ثواب الاعمال: ۴۰

۲۔ بحار الانوار: ۷۷/۷۰، محاسن: ۱۶

# عبادت میں کراہت

عبادت کی کیفیت کے بارے میں خاندان وحی علیہم السلام کی رہنمائی اور اس کی باطنی و قلبی جہات کی طرف توجہ کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اپنی عبادتوں سے بہرہ مند ہوں اور ان کے آثار و اثرات کو درک کریں۔ ان کو انجام دینے سے انسان میں تبدیلی ایجاد ہو ورنہ اگر عبادت کا کوئی اثر نہ ہو اور یہ اہلبیت اطہار علیہم السلام کے راستہ سے دور ہو تو اس عبادت کا کیا فائدہ ہے؟ کیا ایسی عبادتوں کا زحمت، تکلیف اور رنج کے سوا کوئی اور فائدہ ہے؟!

اسی وجہ سے امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

"اِیّاکُمْ وَ الْجُهّالِ مِنَ الْمُتَعَبِّدِیْنَ وَالْفُجّارِ مِنَ الْعُلَمٰاءِ فَاِنَّهُمْ فِتْنَةُ کُلِّ مَفْتُوْن"[1]

عبادت کرنے والے جاہل افراد سے پرہیز کرو اور بے عمل و فاجر علماء سے دور رہو کیونکہ یہ ہر دلباختہ شخص کے لئے فتنہ ہیں۔

کبھی ایسے افراد کی اصل عبادت صحیح نہیں ہوتی اور یہ لوگ غیر عبادت کو عبادت کے طور پر قبول کر کے انجام دیتے ہیں۔ کبھی ان کا عمل شریعت میں وارد ہوتا ہے، لیکن وہ اسے انجام دیتے وقت بندگی و عبادت کی حالت کے بجائے جبراً اور مجبوری کے طور پر انجام دیتے ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ خود کو کامل اور ہدایت یافتہ سمجھتے ہیں۔

ایسی عبادت کبھی دوسرے لوگوں کی بد دلی کا باعث بنتی ہے حالانکہ عبادت سے انسان کے دل میں نشاط و فرحت کی حالت پیدا ہونی چاہئے نہ کہ کراہت و نفرت۔ ایسی عبادات کے منفی اثرات زیادہ ہوتے ہیں۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۱۰۶/۲

اسی لئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لاٰ تَکْرَھُوا اِلٰی اَنْفُسِکُمُ الْعِبَادَۃَ"[۱]

اپنے نفسوں کو عبادت کے لئے مجبور نہ کرو۔

بلکہ رغبت اور شوق سے عبادت انجام دو تا کہ عبادت کے انمول آثار آپ کے وجود میں پیدا ہو سکیں۔

شاید بعض لوگ یہ کہیں: اس صورت میں تو بہت سے عبادت کرنے والوں کو اپنی عبادت ترک کر دینی چاہئے کیونکہ عبادت کے وقت نہ تو ان میں خشوع وخضوع اور توجہ کی حالت ہوتی ہے بلکہ وہ مجبوراً عبادت انجام دیتے ہیں کیونکہ ان کا نفس عبادت کو انجام دینے کی طرف مائل نہیں ہوتا۔

ان سے ہم یہ کہتے ہیں: ایسا طرز تفکر مکتب اہلبیت علیہم السلام سے صحیح طور پر آشنا نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ خاندان نبوت علیہم السلام کے ارشادات پر غور وفکر کریں تو معلوم ہوگا کہ خدا نے انسان میں جو منفی حالات اور صفات پیدا کی ہیں جیسے حسد، کینہ، کراہت وغیرہ۔ ان سب کو خدا کے دشمنوں سے استفادہ کرنے کے لئے استعمال کیا جائے۔ لہذا انسان کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ دوسروں کو دھوکہ (جو ایک منفی صفت ہے) دیتا پھرے بلکہ اسے چاہئے کہ وہ اپنے نفس کو فریب دے اور پھر تلقین اور نرم زبان سے کراہت کی حالت کو ختم کرے اور خود کو عبادت کی طرف مائل کرے۔

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خٰادِعْ نَفْسَکَ فِي الْعِبَادَۃِ وَارْفُقْ بِھَا وَلاٰ تَقْھَرْھَا"[۲]

عبادت میں اپنے نفس کو فریب دو اور اس کے ساتھ دوستی کرو اور اسے (عبادت کے لئے) مجبور نہ کرو۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۱/۲۱۳، اصول کافی: ۲/۸۶

۲۔ بحار الانوار: ۳۳/۵۰۹، نہج البلاغہ، خطوط: ۶۹

اس بناء پر جو کوئی بھی عبادت کو مجبوری سے انجام دیتا ہوا سے چاہئے کہ وہ عبادت کو ترک کرنے کے بجائے اپنے نفس سے کراہت کی حالت کو برطرف کرے نہ کہ اپنی عبادت کو ہی چھوڑ دے۔ کیونکہ عبادت ذوق وشوق اور فرحت ونشاط سے انجام دینی چاہئے نہ کہ مجبوری اور کراہت سے۔

حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لا تُبَغِّضُ اِلٰی نَفْسِکَ عِبادَةَ رَبِّکَ"[۱]

اپنے نفس کو خدا کی عبادت کا دشمن قرار نہ دو۔

## عبادت میں نشاط

اگر آپ عبادت کے جذبہ کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو خود سے جبر و کراہت کی حالت کو دور کریں اور ذوق وشوق اور باطنی نشاط سے عبادت انجام دیں تا کہ آپ اس کے انمول آثار درک کر سکیں اور خود کو شیاطین کے تسلط سے نجات دلا سکیں۔

حضرت پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے:

"اَفْضَلُ النّاسِ مَنْ عَشِقَ الْعِبادَةَ فَعانَقَها وَ اَحَبَّها بِقَلْبِهِ ،وَ باشَرَها بِجَسَدِهِ وَ تَفَرَّغَ لَها ،فَهُوَ لایُبالِي عَلٰی ما اَصْبَحَ مِنَ الدُّنْیا عَلٰی عُسْرٍ أَمْ عَلٰی یُسْرٍ"[۲]

افضل ترین لوگ وہ ہیں جو بندگی وعبادت کے عاشق ہوں اور اسے آغوش میں لے لیں اور دل وجان سے اس سے محبت کریں اور جسمی اعتبار سے عبادت میں مشغول ہوں اور فکری لحاظ سے راحت اور آرام سے عبات کریں۔ پھر اسے اس چیز کی فکر نہیں ہونی چاہئے کہ دنیا میں کس طرح صبح کی، سختی یا راحت وآرام سے۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۱/۲۱۴، اصول کافی: ۲/۸۷

۲۔ بحار الانوار: ۷۰/۲۵۳، اصول کافی: ۲/۷۳

اس بناء پر عبادت کے خالصانہ ہونے کے علاوہ عبادت کے اثرات کے اہم شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ شیطان ونفس، انسان کی عبادت کے لئے محرک نہ ہوں ورنہ عبادت ریا، دکھاوا، غرور اور اس جیسی دوسری چیزوں کی صورت میں انجام دی جائے گی۔ انسان کو چاہئے کہ وہ خود کو اس طرح سے بنائے کہ اس کا نفس اس کی عقل کا تابع ہو اور جب وہ مخلصانہ طور پر عبادت کے لئے کھڑا ہو تو اس کا نفس اس کی عقل کے تابع ہو اور اصلاح نفس کی وجہ سے نفس بھی عقل کے تابع ہونا چاہئے اور ذوق و شوق اور مخلصانہ طور پر عبادت انجام دی جائے۔

اس بناء پر تہذیب و اصلاح نفس اہم شرائط میں سے ہے کہ جو عبادت میں اہم کردار کا حامل ہے۔ کیونکہ اگر انسان عقل کے حکم پر عبادت انجام دے لیکن اپنے نفس کو اپنی عقل کا مطیع نہ بنا سکے تو اس کا نفس اس کے وجود میں فعالیت انجام دینا شروع کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ عبادت کو بے نتیجہ طور پر دکھاتا ہے اور اسے عبادت انجام دینے سے ہی روک دیتا ہے۔ اسی طرح کچھ دوسرے موانع مثلاً اس کے دل میں وسوسہ پیدا کر دیتا ہے کہ جس کے نتیجہ میں انسان جو عبادت انجام دیتا ہے اسے اس سے کوئی روحانی لذت نہیں ملتی۔

قرآن کریم کی آیات کے مطابق عبادت خداوند کا صراط مستقیم ہے، انسان اس طریقے سے عبودیت کے مقام تک پہنچ سکتا ہے اور جو مقام عبودیت تک پہنچ جائے اس پر شیطان مسلط نہیں ہوسکتا اور جو عبادت سے بغض و دشمنی رکھتے ہوئے مجبوراً اسے انجام دے، وہ نہ صرف شیطان کے تسلط سے رہائی حاصل نہیں کر سکتے بلکہ ان کا نفس شیطان کے وسوسوں سے اور زیادہ مہلک و خطرناک ہو جاتا ہے اور یوں وہ شیطان کے نفوذ کی راہ ہموار کر دیتے ہیں۔

جس عبادت میں انسان اپنے نفس کو اپنی عقل کا تابع قرار نہ دے سکے اور خودسازی سے عبادت انجام نہ دے، اس عبادت کا لازمہ یہ ہے کہ اس سے عبادت کا نتیجہ یعنی شیطان کے تسلط سے رہائی نہیں ملتی۔

اس بناء پر ہر عبادت کو انجام دینے کے لئے خود کو آمادہ کرنا چاہئے اور صلاحیت کے ساتھ اسے انجام دینا چاہئے۔ یہ واضح سی بات ہے کہ جو سخت عبادات اور شرعی ریاضتیں انجام دیتے ہیں لیکن وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوتے، وہ ایسے اعمال انجام دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ انہیں چاہئے کہ وہ آمادگی کو ایجاد کرنے لے لئے اپنے دل میں عبادت کی محبت کو ایجاد کریں۔

پس سخت اور بعض کے بقول شرعی ریاضتوں کو انجام دینے کے لئے روحانی ونفسانی طور پر تیار ہونا اور اس کی صلاحیت ان کی حتمی شرائط میں سے ہے۔

یہ کتنا نیک، پسندیدہ بلکہ ضروری عمل ہے کہ انسان ہر کام اور بالخصوص عبادی امور کو انجام دینے کے لئے مکتب اہلبیت علیہم السلام سے آشنائی رکھتا ہو اور انہیں معصوم ہستیوں کے بتائے گئے طریقے کے مطابق خدا کی عبادت انجام دے تا کہ مصیبتوں سے محفوظ رہے۔

گرچه راهی است پر ازبیم ز ما تا برِ دوست

رفتن آسان بود ،ار واقف منزل باشی

عبادات کو انجام دینے کے لئے مکتب اہلبیت علیہم السلام کی پیروی کے لئے عبادت کی شرائط کو جاننا ضروری ہے اور اسی طرح عبادات کی قبولیت کے موانع جیسے حرام خوری، سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے۔

## عبادت میں نشاط کے اثرات

ذوق وشوق اور نشاط انسان کی قوت ارادہ میں اضافہ کا باعث ہے نیز اس سے استقامت و پائیداری میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ نشاط انسان کے مشکل اور سخت کاموں کو آسان اور رنج وزحمت کو کم کر دیتا ہے۔

اسی وجہ سے جو لوگ مشکل ترین عبادی امور کو ذوق وشوق اور نشاط سے انجام دیتے ہیں، وہ نہ

صرف ان کاموں کو انجام دینے سے تھکاوٹ کا احساس نہیں کرتے بلکہ انہیں ان کاموں کی سنگینی کا بھی احساس نہیں ہوتا بلکہ وہ روحانی لذت محسوس کرتے ہیں۔اسی لئے وہ خداوند کریم سے یہی دعا کرتے ہیں کہ خدا عبادت و بندگی میں ان کے نشاط میں اضافہ فرمائے۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام کی دعا میں پڑھتے ہیں:

"اِجْعَلْ ..... نَشاطِي فِيْ عِبادَتِکَ"[۱]

خداوندا! اپنی عبادت کے لئے میرے نشاط میں اضافہ فرما۔

"رَبَّنا..... وَامْنُنْ عَلَيْنا بِالنَّشاطِ"[۲]

پروردگارا! مجھے نشاط عنایت کر کے مجھ پر احسان فرما۔

ایک زیارت جامعہ میں پڑھتے ہیں:

"تَحَبَّبْ اِلَيَّ عِبادَتَکَ..... وَ تُنْشِطُنِيْ لَها"[۳]

خداوندا! مجھے اپنی عبادت کی محبت عنایت فرما..اور مجھے اس کے انجام دینے کے لئے نشاط وتازگی عطا فرما۔

منقول دعاؤں میں عبادت میں نشاط طلب کرنے کا راز یہ ہے کہ نشاط سخت اور سنگین عبادتوں کو انجام دینے کے لئے انسان کی بہترین یاور و مددگار ہے۔جس طرح مشکل اور طاقت طلب کاموں کو اگر مل کر انجام دیا جائے تو وہ آسان ہو جاتے ہیں۔اسی طرح بعض روحانی کاموں کو بھی اگر مل کر انجام دیا جائے تو بھی انسان کی قدرت میں اضافہ ہوتا ہے یعنی اگر انسان میں بعض روحانی قوتیں ہوں تو وہ چند افراد کا کام تنہا بھی انجام دے سکتا ہے۔

انہیں روحانی قوتوں میں سے ایک شوق اور نشاط ہے اگر آپ خود میں نشاط کی قدرت کو تقویت دیں

---

۱۔ بحار الانوار: ۹۰/۲۰۰، بلد الامین: ۱۳۱

۲۔ بحار الانوار: ۹۴/۱۲۵

۳۔ بحار الانوار: ۱۰۲/۱۷۰، مصباح الزائر: ۲۴۲

تو بہت سی سنگین عبادتیں بھی آپ کے لئے سہل اور آسان ہو جائیں گی گویا آپ نے انہیں چند افراد کی مدد سے انجام دیا ہو۔

اسی لئے ماہ رمضان کی آمد کی دعا میں پڑھتے ہیں:

"..... أَحْسِنْ مَعُوْنَتِيْ فِي الْجِدِّ وَ الْإِجْتِهَادِ وَ الْمُسَارَعَةِ اِلٰى مَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى وَ النَّشَاطِ وَ الْفَرَحِ وَ الصِّحَةِ حَتّٰى اَبْلُغَ فِي عِبَادَتِكَ وَ طَاعَتِكَ الَّتِيْ يَحِقُّ لَكَ عَلَيَّ رِضَاكَ"[1]

سعی وکوشش میں اور جس چیز میں تیری خوشنودی و رضائیت ہو اس کی طرف جلدی کرنے میں، فرحت ونشاط اور جسمانی سلامتی میں میری مدد فرما تا کہ تیری اطاعت میں اس بندگی کا حق ادا کر سکوں جس کا حق میری گردن پر ہے اور تیری رضائیت وخوشنودی کی طرف مائل ہو جاؤں۔

جیسا کہ آپ نے اس دعا میں ملاحظہ کیا کہ نشاط اور صحت کو عبادت کے لئے مدد کے طور پر جانا گیا ہے۔

خاندان نبوت علیہم السلام کے فرمودات سے استفادہ کرتے ہوئے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ نشاط بڑے بڑے سنگین کاموں کے لئے کامیابی کے اسرار میں سے ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم حیات بخش امور میں ان اسرار سے استفادہ کریں۔ اگر ایسے امور میں ہم بانشاط نہ ہوں تو ہمیں چاہئے کہ اپنی تمام تر توانائی اپنے نفس پر خرچ کریں اور اپنے نفس کو ذوق وشوق اور نشاط مہیا کرنے کے لئے آمادہ کریں۔

اسی وجہ سے اگر چہ اہلبیت اطہار علیہم السلام کے یاور وانصار کے بدن بڑھاپے کی وجہ سے کمزور ہو جائیں لیکن عمل کے وقت ان کے دل ذوق وشوق اور نشاط سے لبریز ہوتے ہیں۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۹۷/۳۳۰

## محبت اہلبیت علیہم السلام یا عبادت میں نشاط کا راز

سنگین اور مشکل امور کو انجام دینے کا راز نشاط ہے۔اس کے علاوہ عبادت میں نشاط اہلبیت اطہار علیہم السلام سے محبت کی ایک دلیل بھی ہے۔کیونکہ اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام سے محبت کی نشانیوں میں سے ایک عبادت و بندگی میں بانشاط ہونا ہے۔ان ہستیوں کی محبت انسان میں عبادت و بندگی کے لئے رغبت پیدا کرتی ہے اور ہم بندگی کا درس خاندان نبوت علیہم السلام اور ان کے حقیقی پیروکاروں سے ہی سیکھتے ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

"فِي حُبِّ أَهْلِ بَيْتِي.....اَلرَّغْبَةُ اِلَى الْعِبادَةِ"[1]

میرے اہلبیت علیہم السلام کی محبت کے ذریعہ عبادت کی طرف رغبت رکھی گئی ہے۔

اس بناء پر اہلبیت اطہار علیہم السلام سے آپ کی محبت جتنی زیادہ ہوگی،عبادات اور بندگی کے لئے اتنا ہی ذوق وشوق اور رغبت زیادہ ہو جائے گی اور عبادت کے لئے آپ کی آمادگی میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۱۶۳/۲۷

# نتیجہ بحث

عبادت و بندگی مقام عبودیت تک پہنچنے اور سعادت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔آپ کو غور و فکر کرنا چاہئے کہ وہی عبادت انسان کو عبودیت کے مقام تک پہنچا سکتی ہے کہ جس کے اثرات ہوں اور جو انسان کے وجود میں تحول و تبدیلی ایجاد کرے۔اس بناء پر اتنی ہی عبادت اہمیت رکھتی ہے کہ جس سے یہ نتیجہ حاصل ہو جائے نہ کہ عبادت کی کثرت اہمیت رکھتی ہے۔

عبادات کی انواع و اقسام سے آشنائی حاصل کریں اور ایک ہی طرح کے عبادی امور سے گریز کریں کیونکہ یہ چیز تھکاوٹ کا باعث بنتی ہے۔عبادت کی مختلف انواع کو انجام دینے سے ذوق و شوق ایجاد ہوتا ہے پس اس طریقے سے آپ عبادات کے اثرات کو درک کر سکتے ہیں۔

اس بناء پر اہلبیت اطہار علیہم السلام سے آپ کی محبت جتنی زیادہ ہوگی ،عبادت و بندگی کو انجام دینے کے لئے آپ کے ذوق و شوق اور نشاط میں اتنا ہی زیادہ اضافہ ہوگا۔

عبادت میں نشاط سے عبادت میں تھکاوٹ کا احساس نہیں ہوتا اور اس سے آپ کے اخلاص و صداقت میں اضافہ ہوتا ہے کہ جو عبادت کی تأثیر کا لازمہ ہے۔اس راہ پر قائم رہنے سے آپ مقام عبودیت تک پہنچ سکتے ہیں کہ جو انسان کی خلقت کا راز ہے۔یوں آپ اپنے نفس اور شیطان رجیم پر غالب آ سکتے ہیں۔

طاعت آن نیست که بر خاك نهی پیشانی

صدق پیش آر ،که اخلاص به پیشانی نیست

چوتھا باب

# تقویٰ

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

" أَشْعِرْ قَلْبَکَ التَّقْویٰ وَ خٰالِفِ الْھَویٰ تَغْلِبُ الشَّیْطٰانَ "

اپنے دل کو تقویٰ کے ذریعے مطلع و آگاہ کرو اور نفسانی ہوا و ہوس کی مخالفت کرو تا کہ شیطان پر غلبہ حاصل کر سکو۔

# چوتھا باب

## تقویٰ و پرہیزگاری

انسان کا دل مادی و معنوی دنیا کے درمیان رابط ہے۔ اگر انسان کا دل سالم ہو تو وہ اپنی معنوی توانائیوں سے استفادہ کرتے ہوئے الہام دینے اور الہام قبول کرنے والا بن سکتا ہے۔

دل اسی صورت میں سالم ہوسکتا ہے کہ جب وہ آلودگی اور برائیوں کے زنگ سے پاک ہو اور روحانی ناپاکیوں سے دور ہو۔ جب انسان گناہ و فساد میں مبتلا ہو جائے تو اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور انسان معنوی توانائیوں سے استفادہ کرنے کی قدرت کو کھو بیٹھتا ہے اور الٰہی فیض و برکات سے محروم ہو جاتا ہے۔

تقویٰ قلبی اور روحانی بیماریوں کی دوا ہے۔ تقویٰ کے ذریعے دل کو پاک کرنا چاہئے اور دل کی سیاہی اور زنگ کو دور کرنا چاہئے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے انتیسویں صحیفہ میں آیا ہے:

"وَاغْسِلْ قَلْبَکَ بِالتَّقْویٰ کَمٰا تَغْسِلُ ثَوْبَکَ بِالْمٰاءِ ،وَ اِنْ أَحْبَبْتَ رُوْحَکَ فَاجْتَهِدْ فِي الْعَمَلِ لَهٰا۔[1]

جس طرح تم اپنے کپڑوں کو پانی سے دھوتے ہو، اسی طرح اپنے دل کو تقویٰ کے ذریعے پاک کرو اور اگر تم اپنی روح سے محبت کرتے ہو تو عمل میں اس کے لئے جد و جہد کرو۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۹۵/۴۷۱

# تقویٰ دل کی حیات کا باعث

قلب کی حیات اور دل کی نورانیت انسان کے تقویٰ سے وابستہ ہے۔ باتقویٰ انسان دل کی حیات، بصیرت اور دل کی نورانیت سے بہرہ مند ہوتا ہے اور جو گناہوں سے آلودہ ہو اور باتقویٰ نہ ہو اس کا دل زنگ آلود اور معنویت سے خالی ہوتا ہے۔

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مَنْ قَلَّ وَرَعَهُ ماتَ قَلْبُهُ''[1]

جس کی پرہیزگاری کم ہو، اس کا دل مردہ ہوتا ہے۔

جو بصیرت اور معنوی حیات کے خواہاں ہوں انہیں چاہئے کہ وہ باتقویٰ ہوں تاکہ نہ صرف دنیا میں معنوی زندگی سے مستفید ہوں بلکہ آخرت میں بھی فلاح ونجات پائیں اور خدا کی بے شمار نعمتوں سے مستفید ہوں۔

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مَنْ أَحَبَّ فَوْزَ الْآخِرَةِ فَعَلَيْهِ بِالتَّقْوىٰ''[2]

جو کوئی آخرت میں کامیاب ہونا چاہے اس کے لئے باتقویٰ اور پرہیزگار ہونا ضروری ہے۔

تقویٰ ہر باتقویٰ کا بہترین محافظ ہے۔ تقویٰ فتنوں، بدعتوں اور گمراہیوں میں متقی شخص کی مضبوط ڈھال ہے جو اسے گمراہ ہونے سے محفوظ رکھتی ہے اور تقویٰ متقی شخص کو فتنوں کا اصل چہرہ دکھاتا ہے اگرچہ اس کے ظاہر کتنے ہی خوبصورت کیوں نہ ہوں۔ تقویٰ متقی انسان کی محکم پناہ گاہ ہے۔

حضرت امام علی علیہ السلام اپنے ایک دوسرے فرمان میں ارشاد فرماتے ہیں:

---

۱۔ شرح غرر الحکم: ۲۶۹/۵

۲۔ شرح غرر الحکم: ۳۹۴/۵

''اَلتَّقْویٰ حِصْنُ حَصِیْنٍ لِمَنْ لَجَأَ اِلَیْہِ''[۱]

تقویٰ ہر اس شخص کے لئے ایک مضبوط حصار ہے، جو اس میں پناہ لے۔

## تقویٰ اور قلب کا رابطہ

دل چیزوں کو اخذ کرنے والی بھیجنے والی بہت قوی مشین ہے جسے خداوند متعال نے انسان کے وجود میں قرار دیا ہے تا کہ اس کے صحیح وسالم ہونے کی صورت میں انسان اس سے استفادہ کر کے اپنی توانائی کے مطابق گذشتہ و آئندہ سے ارتباط برقرار کرے اور کبھی اپنی باطنی و قلبی توجہ (جو نفسانی خواہشات اور خیالات سے خالی ہو) اولیائے خدا سے مرتبط کر سکے۔

لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف (جو کائنات کے دل کی حیثیت رکھتے ہیں) کے غیبت کے زمانے میں ہمارے دل صحت وسلامتی سے خالی اور روحانی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔

حضرت امام علی علیہ السلام نے اپنے نورانی کلمات میں دلوں کی صحت وسلامتی اور اسی طرح قلبی امراض کی تصریح فرمائی ہے اور مختلف بیماریوں (ہمارا دل جن بیماریوں میں مبتلا ہو چکا ہے) سے نجات کا راستہ بھی بیان کیا ہے۔

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام نے تقویٰ اور انسان کے وجود میں اس کے اثرات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''فَاِنَّ تَقْوَی اللّٰہِ دَوَاءُ دَاءِ قُلُوْبِکُمْ''[۲]

تقویٰ الٰہی آپکے دلوں کی بیماری کا علاج ہے۔

اگر خداوند انسان کو تقویٰ و پرہیز گاری عطا کرے تو یہ دوسری مختلف دوائیوں کی طرح مختلف قسم

---

۱،۲۔شرح غرر الحکم: ۲۶۹/۵

کی بیماریوں میں مبتلا بیمار دلوں کو شفا دیتا ہے۔ جس طرح طوفان اور مصیبت میں گرفتار مسافروں کو کشتی نجات دیتی ہے اسی طرح تقویٰ انسان کو مختلف قسم کے فتنوں، بلاؤں اور گرفتاریوں سے ہلاک ہونے سے بچاتا ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام، حضرت لقمان کے اقوال کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"..... فَلْتَكُنْ سَفِينَتُكَ فِيهَا تَقْوَى اللّٰهِ"[۱]

ان موارد میں تمہاری کشتی (نجات) تقویٰ الٰہی ہونی چاہئے۔

تقویٰ بھی ایک طاقتور کشتی کی طرح بلاؤں کی امواج کو چیر کر انسان کو فتنوں سے نجات دلاتا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وَاعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا مِنَ الْفِتَنْ"[۲]

آگاہ ہو جاؤ! جو کوئی خدا کے لئے تقویٰ اختیار کرے، خداوند اس کے لئے فتنوں سے فرار کے راستے کھول دیتا ہے۔

## تقویٰ الٰہی و شیطانی افکار کی شناخت کا ذریعہ

الٰہی و شیطانی افکار کو کس طرح ایک دوسرے سے تشخیص دے سکتے ہیں؟

ہم بہت سے موارد میں شیطانی و رحمانی افکار میں فرق نہیں کرتے اور ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہمارے افکار میں سے کون سے افکار رحمانی ہیں کہ جو معنوی منشاء رکھتے ہیں اور ان میں سے کون سے شیطانی یا نفسانی ہیں کہ جو شیطان یا نفس کے ذریعے ہمارے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں؟

افکار میں تشخیص نہ دے پانا حیرت و سرگردانی کا باعث بنتا ہے اور ہمیں ان افکار کے بارے

---

۱۔ بحار الانوار: ۱/۱۳۶

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ: ۱۸۳

میں ہماری ذمہ داری کا علم بھی نہیں ہوتا ہے کہ جن کا الٰہی یا شیطانی ہونا معلوم نہ ہو؟

اس سے بھی مشکل افکار کے تجسم اور مکاشفہ کا مسئلہ ہے کہ جن کی حقیقت کو اکثر لوگ حتی کہ اہل علم حضرات بھی نہیں جانتے۔

یہ جاننے کے لئے کہ کون اپنے الٰہی افکار کو تشخیص دے سکتا ہے، ہم یہ کہتے ہیں: قرآن مجید نے اس سوال کا جواب بیان فرمایا ہے اور واضح طور پر فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا﴾[1]

جو لوگ صاحبان تقوی ہیں جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھونا بھی چاہتا ہے تو خدا کو یاد کرتے ہیں۔

یعنی تقویٰ اس طرح سے انسان کو آگاہی دیتا ہے کہ جب بھی شیطان انسان کے ذہن میں کوئی سوچ وفکر القاء کرے تو وہ فوراً سمجھ جاتا ہے کہ یہ افکار شیطان نے ذہن میں ڈالے ہیں۔

اس بناء پر الٰہی وشیطانی افکار کو ایک دوسرے سے تشخیص دینے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ ان میں سے کس کو اہمیت دیں اور کس سے بے اعتنائی کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیں۔ تقویٰ اختیار کریں تاکہ اس کے ذریعے ہم میں الٰہی وشیطانی افکار میں تمیز دینے کی قدرت پیدا ہو سکے۔

پس تقویٰ وپرہیزگاری اختیار کرنے سے نہ صرف یہ کہ ہم شیطان کے فریب میں مبتلا نہیں ہوں گے بلکہ ہم میں دشمن کو پہچاننے اور اس کے نفوذ کرنے کے طریقوں کو پہچانے کی بصیرت وآگاہی آجاتی ہے اور عالی مراحل تک پہنچنے کی زیادہ قدرت پیدا ہو جاتی ہے۔

کیونکہ تکامل وپیشرفت اور کسی بھی ہدف تک پہنچنے کے لئے اس کے موانع کی شناخت ومعرفت ضروری ہے ورنہ انسان پرخطر اور مشکل راستوں کو باآسانی اور موانع سے آمنا سامنا کئے بغیر طے نہیں کرسکتا۔

---

۱۔ سورۂ اعراف، آیت: ۲۰۱

روحانی سیر وسلوک اور معنوی راستوں پر چلنے کے لئے بھی انسان کا نفس اور شیطان کی مکاریوں سے آشنا ہونا نہایت ضروری ہے تا کہ انسان اس کے دھوکے اور فریب میں گرفتار نہ ہو جائے۔ انسان کے لئے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ شیطان اسے کس طریقے سے گمراہ کرتا ہے اور کس طرح سے اسے راہ راست سے منحرف کرتا ہے۔

تقویٰ شیطان کے فکری وسوسوں کی شناخت اور شیطانی افکار کی راہوں کو پہچاننے کا ذریعہ ہے۔ باتقویٰ افراد الٰہی وشیطانی افکار کو ایک دوسرے سے تشخیص دے سکتے ہیں۔

لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض افراد تقویٰ نہ ہونے کی وجہ سے فکری بیماریوں، نفسی آلودگیوں، بصیرت کے فقدان اور دل کی تاریکی کے باعث تکلیف اٹھاتے ہیں اور انہیں ان بیماریوں کے علاج کا کوئی راستہ بھی معلوم نہیں ہوتا نیز وہ اپنے نفس کی ان بیماریوں کا علاج کرنا بھی نہیں جانتے کہ وہ کس دوا سے اپنی معنوی بیماری کا علاج کریں۔ وہ مکتب اہلبیت علیہم السلام کے شفا بخش مکتب سے آشنا نہ ہونے کی وجہ سے کھوکھلے ماہرین نفسیات، امریکی جادوگروں اور مختلف شیطانی ریاضتیں انجام دینے والے افراد کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں جس سے ان کی گمراہی اور سرگردانی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

اب تک کون سا ایسا شخص ہے جو مکتب وحی سے آشنا ہونے کے باوجود ایسے ناشائستہ افراد کا محتاج ہو؟

اگر چہ ہم یہ مانتے ہیں کہ بعض افراد عقل اور شریعت کے برخلاف کچھ ریاضتیں انجام دینے کی وجہ سے بعض مہارتوں پر قادر ہو جاتے ہیں اور وہ کچھ روحانی مشق اور ریاضت سے نفسانی اور شیطانی (نہ کہ رحمانی) قدرت تو حاصل کر لیتے ہیں لیکن چونکہ وہ باتقویٰ نہیں ہوتے لہذا وہ اپنی توانائیاں غلط اور فاسد کاموں میں خرچ کرتے ہیں اور اپنی قدرت دنیا پر قابض ہونے والے افراد کے لئے صرف کرتے ہیں۔

اسی طرح کچھ ہندو اور گائے پرست مقدس گائے کا فضلہ اپنے سر اور چہرے پر لگاتے ہیں جب کہ امریکا ان سے مشورہ کرنے کے لئے ان کے ساتھ بیٹھتا ہے۔ یقیناً یہ آلودہ افراد انہیں معنویت، خدا شناسی اور انسان دوستی کا درس دیتے ہوں گے!! اور انہیں لوگوں کو برباد کرنے والے کام انجام دینے سے روکتے ہوں گے!!

کیا وہ دکھائی نہ دینے والی شیطانی طاقتوں کے ذریعے خدا کی غیبی قدرت سے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔[1]

لیکن کیا ایسا نہیں ہے کہ یہ فرعون کے وارث ہیں جو اسی کی طرح سوچتے ہیں اسی لئے وہ جادوگروں اور ساحروں کا دامن تھامتے ہیں!

چونکہ انہوں نے حقیقت نہیں دیکھی اسی لئے وہ افسانے کو ہی حقیقت مان بیٹھے!

روحانی تکالیف اور دروسے نجات کے لئے ان ہستیوں کی رہنمائی پر عمل کرنا چاہئے جو سب کی جان اور روح سے آشنا ہیں اور جو انسانوں اور تمام مخلوقات کی خلقت کی کیفیت کے شاہد ہیں۔

اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم مکتب اہلبیت علیہم السلام کی طرف رخ کریں اور خود کو مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کے انمول کلمات سے اطمینان دیں۔ آنحضرتؑ فرماتے ہیں:

اَمّا بَعْدُ: فَاِنِّی اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰهِ اِبْتَدَءَ خَلْقَکُمْ وَ اِلَیْهِ یَکُوْنُ مَعَادُکُمْ ،وَ بِهِ نَجَاحُ طَلِبَتِکُمْ وَ اِلَیْهِ مُنْتَهٰی رَغْبَتِکُمْ،وَ نَحْوُهُ قَصْدُ سَبِیْلِکُمْ .وَ اِلَیْهِ مَرَامِیْ مَفْزَعِکُمْ فَاِنَّ تَقْوَی اللّٰهِ دَوَاءُ دَاءِ قُلُوْبِکُمْ وَ بَصَرَ عَمیٰ أَفْئِدَتِکُمْ ،وَ شَفَاءُ مَرَضِ اَجْسَادِکُمْ وَ صَلَاحُ فَسَادِ صُدُوْرِکُمْ وَ طَهُوْرُ دَنَسِ أَنْفُسِکُمْ ،وَ جَلَاءُ غِشَاءِ أَبْصَارِکُمْ،وَ اَمْنُ فَزَعِ جَأْشِکُمْ وَ ضِیَاءُ سَوَادِ ظُلْمَتِکُمْ.....“[2]

---

۱۔ امریکہ اب تک اپنی طاقت کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنے کے لئے اربوں ڈالر خرچ کر چکا ہے اور اس کے لئے اس نے اپنے بہت سے لوگوں کو بھی قربان کیا ہے۔ ! رک: بہ سوی بی نہایت۔

۲۔ بحار الانوار: ۷۰/۲۸۴، نہج البلاغہ، خطبہ: ۸۱۔

امابعد: میں تم لوگوں کو تقویٰ الٰہی اختیار کرنے کی سفارش کرتا ہوں۔ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمہیں اس کی بارگاہ میں لوٹ کر جانا ہے۔ اسی کی عنایت سے تم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہو اور تمہاری بازگشت کی انتہا وہی ہے اور خوف کے وقت وہی تمہاری بہترین پناہگاہ ہے۔

بیشک تقویٰ الٰہی تمہارے دلوں کے درد کی دوا ہے، تمہارے اندھے دلوں کے لئے بصیرت ہے، تمہارے جسموں کے مرض کے لئے شفاء ہے۔ یہ تمہارے سینوں کے فساد کی اصلاح کرنے والا، تمہارے نفس کی کثافت و گندگی پاک کرنے اور تمہارے آنکھ کے پردوں کو جلا و صفا عطا کرنے والا ہے۔ تمہارے دل کے خوف کے لئے امان اور تمہاری ظلمتوں کے اندھیروں کے لئے روشنی ہے۔[1]

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا کہ حضرت امام علی علیہ السلام تقویٰ کو دل کی تاریکی، فکری آلودگی، بصیرت کے فقدان اور دوسری روحانی بیماریوں کا علاج قرار دیتے ہیں اور آپ انسانیت اور معنویت کی راہ کے متلاشی تمام افراد کو تقویٰ الٰہی اختیار کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔

## اپنی دوستی کا معیار تقویٰ کو قرار دیں

تقویٰ کی اہمیت و عظمت کی وجہ سے دینی بھائیوں اور دوستوں سے ہمارا ارتباط اور دوستی کا معیار ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنیاد پر ہو نہ کہ ان کی دولت، شہرت اور مقام کی بنیاد پر۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

"اَحْبِبِ الْاَخْوانَ عَلٰی قَدْرِ التَّقْوٰی"[2]

اپنے (دینی) بھائیوں کو ان کے تقویٰ و پرہیزگاری کے مطابق دوست رکھو۔

---

۱۔ شرح نہج البلاغہ (مرحوم مرزا حبیب اللہ خوئی)، خطبہ ۱۹۷: ۱۲/۲۶۹

۲۔ بحار الانوار: ۷۴/۱۸۷، امالی مرحوم صدوقؒ: ۱۸۲

لوگوں سے دوستی ظاہری اور مادی امور کی وجہ سے نہیں ہونی چاہئے ۔اگر انسان کی دوستی اور برتاؤ کا معیار تقویٰ اور پرہیزگاری ہوتو معاشرے کے شریر اور مکار افراد کے فریب اور شر سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔لیکن بعض افراد تقویٰ اور پرہیزگاری کو دوستی کی بنیاد قرار دینے کے بجائے فاسد کو افسد کے ذریعے دفع کرتے ہیں اور افسد کے بھی مرتکب ہوجاتے ہیں اور معاشرے کے بازیگروں کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔

## حرام مال سے پرہیز

شریک بن عبداللہ ایسے افراد میں سے ایک ہے۔وہ مہدی عباسی کے زمانے میں کوفہ کا قاضی تھا۔ قضاوت کے منصب کو قبول کرنے سے پہلے وہ ایک دن مہدی عباسی کے پاس گیا۔

مہدی عباسی نے اس سے کہا: میں تمہیں تین طرح کا حکم دیتا ہوں ،تم ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرکے اس پر عمل کرو۔تم یا کوفہ کی قضاوت کا منصب قبول کرو یا میرے بیٹوں کو تعلیم دو یا پھر میرے ساتھ ایک مرتبہ کھانا کھاؤ۔

شریک نے جب یہ تین حکم سنے تو وہ کسی پر بھی راضی نہ ہوا لیکن چونکہ اس کے پاس ان میں سے کسی ایک کو قبول کرنے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں تھا،اس نے سوچا اور کہا: کھانا،کھانا دوسرے دونوں احکامات سے آسان ہے۔

مہدی عباسی نے حکم دیا کہ اس کے لئے بہت لذیذ کھانا تیار کیا جائے۔جب کھانا لایا گیا اور شریک کھانا کھانے سے فارغ ہوگیا تو کھانا پکانے والے نے مہدی عباسی سے کہا:

"لیس یفلح الشیخ بعد هذه الأکلة ابداً.

شریک یہ غذا کھانے کے بعد کبھی بھی فلاح نہیں پاسکتا۔

شریک نے وہ غذا کھانے کے بعد بنی عباس کے ساتھ ہمنشینی کو قبول کرلیا اور نہ صرف اس کے

بچوں کو تعلیم دینے پر آمادہ ہوگیا بلکہ منصب قضاوت کو بھی قبول کرلیا۔[۱]

جی ہاں! جب رنگین دسترخوان بچھا دیا جائے یا کسی منصب کی کرسی رکھ دی جائے تو پرہیزگار آزمائش میں مبتلا ہوجاتے ہیں اوران کی معنوی حقیقت وواقعیت واضح ہوجاتی ہے۔

## تقویٰ انسان کے بلند مقامات تک پہنچنے کا سبب

اب ہم آپ کے سامنے رسول اکرمؐ کی بہت اہم روایت پیش کرتے ہیں تا کہ تقویٰ و پرہیزگاری کے عظیم آثار کے بارے میں آپ کے علم وآگاہی میں مزید اضافہ ہو۔

"قالَ رَسُولُ اللّٰه:.....قَدْ أَجْمَعَ اللّٰهُ تَعالٰی ما یَتَواصی بِهِ الْمُتَواصُوْنَ مِنَ الْأَوَّلِیْنَ وَ الْآخِرِیْنَ فِي خَصْلَةٍواحِدَةٍ وَ هِيَ التَّقْویٰ،قالَ اللّٰهُ جَلَّ وَ عَزَّ:﴿ وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ أُوتُوا الْکِتَابَ مِن قَبْلِکُمْ وَإِیَّاکُمْ أَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ﴾[۲]وَ فِیْهِ جِماعُ کُلِّ عِبادَةٍ صالِحَةٍ،بِهِ وَصَلَ مَنْ وَصَلَ اِلَی الدَّرَجاتِ الْعُلیٰ ،وَالرُّتْبَةِ الْقُصْویٰ،وَ بِهِ عاشَ مَنْ عاشَ مَعَ اللّٰهِ بِالْحَیاةِ الطَّیِّبَةِ وَالْاِنْسِ الدّائِمِ،قالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ: ﴿إِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ،،فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ﴾[۳]"[۴]

اولین وآخرین میں سے وصیت کرنے والوں نے جس چیز کی وصیت کی خدا نے اسے ایک ہی خصلت میں جمع کردیا اور وہ تقویٰ ہے۔

خداوند کا ارشاد ہے: اور ہم نے تم سے پہلے اہلِ کتاب کو اور اب تم کو یہ وصیت کی ہے کہ اللہ سے ڈرو (یعنی تقوی اختیار کرو)

---

۱۔ وقایع الایام مرحوم محدث قمیؒ: ۸۶ ۲۔ سورۂ نساء، آیت: ۱۳۱

۳۔ سورۂ قمر، آیت: ۵۴، ۵۵

۴۔ کشف الغمہ: ۳۶۸/۲، بحار الانوار: ۲۰۰/۷۸

تقویٰ تمام عبادت صالح کے لئے سرچشمہ ہے اور جس نے بھی بلند درجات تک رسائی حاصل وہ تقویٰ کے ذریعے سے ہی ہے اور جو بھی خدا کے ساتھ پاک حیات اور دائمی انس رکھتا ہو اسے اسی کے ساتھ زندگی گزارنی چاہئے۔

خداوند کریم کا ارشاد ہے: بے شک صاحبان تقویٰ باغات اور نہروں کے درمیان ہوں گے، اس پاکیزہ مقام پر جو صاحب اقتدار بادشاہ کی بارگاہ میں ہے۔

اس بناء پر جو لوگ بلند معنوی مقامات و مراتب تک پہنچنے کے خواہاں ہوں وہ خدا کی دی ہوئی پوری زندگی میں خدا اور اولیائے خدا کے ساتھ ہی انس رکھیں اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کریں کہ اس سے بہتر کوئی اور خزانہ نہیں ہے۔

حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اِنَّ التَّقْوىٰ أَفْضَلُ كَنْزٍ"[1]

بیشک تقویٰ بہترین خزانہ ہے۔

معنوی مقامات کے حصول کے لئے اس خزانے کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھیں اور اس کی حفاظت کریں۔

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"عَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهٰادَةِ"[2]

تم پر خلوت اور جلوت میں تقویٰ الٰہی کے ساتھ رہنا لازم ہے۔

"شریک" کے برخلاف کچھ لوگوں نے لقمۂ حرام سے پرہیز کیا، تنہائی اور آشکار دونوں صورتوں میں تقویٰ کا خیال رکھا جس کے نتیجہ میں عالی معنوی مقامات تک پہنچ گئے۔

اب ہم جو واقعہ بیان کر رہے ہیں، وہ اسی کا ایک نمونہ ہے:

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۷/۳۷۶، امالی مرحوم شیخ طوسیؒ: ۲/۲۹۶

۲۔ بحار الانوار: ۷۷/۲۹۰، تحف العقول: ۹۲

تبریز کے ایک بہت مالدار تاجر کے یہاں کوئی بیٹا نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے بہت سے ڈاکٹروں اور حکیموں کی طرف رجوع کیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا یہاں تک کہ وہ نجف اشرف چلا گیا اور وہاں امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی خدمت میں توسل کیا اور استجارہ کے عمل میں مشغول ہو گیا۔ گذشتہ زمانے میں اور اب بھی یہ رائج ہے کہ نجف کے صالح افراد، یا مسافرین چالیس ہفتوں تک ہر بدھ کی رات مسجد سہلہ جاتے ہیں اور وہاں نماز اور مسجد کے اعمال انجام دینے کے بعد مسجد کوفہ چلے جاتے ہیں اور رات سے صبح تک وہیں رہتے یہاں تک کہ وہ اسی مدت یا پھر آخری رات امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی زیارت سے مشرّف ہوتے۔ اگرچہ ان میں سے بہت آنحضرتؑ کو اس وقت نہ پہچانتے اور پھر بعد میں متوجہ ہوتے۔

اب تک بہت سے افراد نے اس عمل کو انجام دیا ہے اور اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ تبریز کے تاجر نے بھی بدھ کی چالیس راتوں تک یہ عمل انجام دیا اور آخری رات اس نے خواب اور بیداری کے عالم میں ایک شخص کو دیکھا جو اس سے فرما رہے ہیں کہ محمد علی جولایی دزفولی کے پاس جاؤ تمہاری حاجت پوری ہو جائے گی اور اس نے کسی اور کو نہ دیکھا۔

وہ کہتا ہے: میں نے اب تک دزفول کا نام نہیں سنا تھا میں نجف آیا اور میں نے دزفول کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے مجھے اس کا پتہ بتا دیا۔ میں اپنے نوکر کے ہمراہ اس شہر کی طرف روانہ ہو گیا جب میں شہر میں پہنچا تو میں نے اپنے نوکر سے کہا: ہمارے پاس جو سامان ہے تم لے کر جاؤ، میں تمہیں بعد میں ڈھونڈ لوں گا۔

وہ چلا گیا اور میں محمد علی جولایی کو تلاش کرنے لگا۔ لوگ اسے نہیں پہچانتے تھے بالآخر ایک شخص ملا جو جولایی کو جانتا تھا۔ اس نے کہا: وہ کپڑے بُنتا ہے اور فقراء میں سے ہے جو آپ کی حالت کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ میں نے ان کا پتہ لیا اور ان کی دکان کی طرف چلا گیا اور آخر کار وہ مجھے مل ہی گیا:

میں نے دیکھا کہ انہوں نے کرباس سے بنی شلوار قمیض پہن رکھی ہے اور ایک چھوٹی تقریبا ڈیڑھ میٹر کی دکان میں کپڑے بننے میں مشغول ہیں۔ جونہی انہوں نے مجھے دیکھا تو فوراً کہا: حاج محمد حسین تمہاری حاجت پوری ہوگئی۔ میری حیرت میں مزید اضافہ ہوگیا۔ میں ان سے اجازت لینے کے بعد ان کی دکان میں داخل ہوا غروب کا وقت تھا انہوں نے اذان کہی اور نماز ادا کرنے میں مشغول ہو گئے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد میں نے ان سے کہا: میں مسافر ہوں اور آج رات آپ کا مہمان ہوں۔ انہوں نے قبول کرلیا۔

رات کا کچھ حصہ گزرا تھا کہ انہوں نے لکڑی کا ایک کاسہ میرے سامنے رکھا۔ اگرچہ مجھے لذیذ غذائیں کھانے کی عادت تھی لیکن میں ان کے ساتھ کھانا کھانے لگا۔ پھر انہوں نے مجھے کھال کا ایک ٹکڑا دیا اور مجھ سے کہا: تم میرے مہمان ہو اس لئے تم اس پر سو جاؤ اور خود زمین پر سو گئے۔

صبح کے قریب وہ نیند سے بیدار ہوئے، وضو کرنے کے بعد انہوں نے اذان کہی اور صبح کی نماز ادا کرنے میں مصروف ہو گئے اس کے بعد انہوں نے مختصر سی تعقیبات انجام دیں۔ اس کے بعد میں نے ان سے کہا: میرے یہاں آنے کے دو مقصد تھے ایک کو آپ نے بیان کر دیا اور دوسرا یہ ہے کہ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کو یہ بلند مقام کس طرح سے حاصل ہوا کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے میرا کام آپ پر چھوڑ دیا اور آپ کو کس طرح میرے نام اور ضمیر و باطن کا علم ہے؟

انہوں نے کہا: یہ کیسا سوال ہے؟ تمہاری حاجت تھی جو پوری ہوگئی۔

میں نے ان سے کہا: جب تک میں یہ نہ سمجھ لوں میں یہاں سے نہیں جاؤں گا اور چونکہ میں آپ کا مہمان ہوں لہذا مہمان کا احترام کرتے ہوئے آپ مجھے یہ ضرور بتائیں۔

انہوں نے بات کا آغاز کیا اور کہا: میں اس جگہ کام میں مصروف تھا میری دکان کے سامنے ایک ظالم شخص رہتا تھا اور ایک سپاہی اس کی حفاظت کرتا تھا ایک دن وہ سپاہی میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا: تم اپنے لئے کھانے کا انتظام کہاں سے کرتے ہو؟

میں نے اس سے کہا: میں سال میں گندم کی ایک بوری خرید کر اس کا آٹا پسوالیتا ہوں جسے میں کھاتا ہوں اور نہ ہی تو میری کوئی بیوی ہے اور نہ ہی کوئی بچہ۔

اس نے کہا: میں یہاں محافظ ہوں۔ مجھے اس ظالم کے اموال سے استفادہ کرنا پسند نہیں ہے۔ اگر تم زحمت قبول کرو تو میرے لئے بھی جو کی ایک بوری خرید لو اور ہر دن دو روٹیاں مجھے بھی دے دو۔ میں نے اس کی بات مان لی اور وہ ہر دن آتا اور مجھ سے دو روٹیاں لے کر چلا جاتا۔ پھر ایک دن وہ نہ آیا میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو مجھے پتہ چلا کہ وہ بیمار ہے اور مسجد میں سو رہا ہے۔ میں نے سوچا کے اس کے لئے طبیب اور دوا لے جاؤں تو اس نے کہا: اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں آج رات اس دنیا سے چلا جاؤں گا۔ جب آدھی رات ہوگی تو ایک شخص تمہاری دکان میں آئے گا اور تمہیں میری موت سے باخبر کر دے گا۔ تم ان کے ساتھ آنا اور وہ تم سے جو کچھ کہیں اسے انجام دو اور بقیہ آٹا بھی اب تمہاری ملکیت ہے۔

میں نے چاہا کہ رات اس شخص کے ساتھ گذاروں لیکن انہوں نے اجازت نہ دی اور کہا: تم چلے جاؤ میں نے بھی ان کی بات مان لی۔ آدھی رات کے وقت کسی نے میری دکان پر دستک دی اور فرمایا: محمد علی باہر آؤ۔ میں دکان سے باہر آیا اور ان کے ساتھ مسجد میں چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ محافظ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ اس کے پاس دو افراد بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے مجھ سے فرمایا: اس کے جسم کو نہر کی طرف لے چلو میں اس کا بدن نہر کے کنارے لے گیا، ان دو افراد نے اسے غسل و کفن دیا اور اس پر نماز پڑھی۔ پھر اسے لا کر مسجد کے دروازے کی جگہ دفن کر دیا۔

میں دکان کی طرف واپس چلا گیا۔ کچھ راتوں کے بعد کچھ لوگوں نے میری دکان پر دستک دی۔ کسی نے کہا: باہر آؤ میں دکان سے باہر آیا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا تو اس نے مجھ سے کہا کہ آقا نے تمہں بلایا ہے تم میرے ساتھ چلو۔ میں ان کی بات مان کر ان کے ساتھ چلا گیا۔ وہ مہینے کی آخری راتیں تھیں۔ لیکن صحرا چاندنی راتوں کی طرح روشن اور زمین سبز و خرم تھی لیکن چاند کہیں دکھائی نہیں

دے رہا تھا۔ میں سوچنے لگا اور تعجب کرنے لگا۔ اچانک میں صحرائے نو (نو، دزفول کے شمال میں ایک شہر کا نام ہے) میں پہنچ گیا۔

میں نے دو بزرگ شخصیتوں کو دیکھا کہ جو ایک ساتھ تشریف فرما ہیں اور ایک شخص ان کے سامنے کھڑا تھا۔ اس مجمع میں ایک شخص سب سے اوپر اور سب سے زیادہ صاحب جلال تھا۔ ان کو دیکھتے ہی مجھ میں ایک عجیب خوف و ہراس اور گھبراہٹ پیدا ہوئی۔

جو شخص میرے ساتھ تھا اسنے مجھ سے کہا: کچھ آگے آجاؤ۔ میں کچھ آگے چلا گیا تو جو شخص ان میں سب سے زیادہ صاحب جلال تھا، انہوں نے ان میں سے ایک شخص سے فرمایا: اس سپاہی کا منصب اسے دے دو اور مجھ سے فرمایا: تم نے میرے شیعہ کی جو خدمت کی اسی کی وجہ سے میں تمہیں اس سپاہی کا عہدہ دینا چاہتا ہوں۔ میں نے سوچا کہ شاید یہ مجھے اسی سپاہی کی جگہ محافظ قرار دینا چاہتے ہیں۔ لیکن میں محافظ بننے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔ میں نے ان سے کہا: میں کپڑے بنتا ہوں، مجھے سپاہی اور محافظ بننے سے کیا مطلب؟

ان میں سے ایک نے کہا: ہم سپاہی کا عہدہ تمہیں دیتے ہیں اور ہم یہ نہیں چاہتے کہ تم سپاہی بنو، ہم نے اس کا عہدہ تمہیں دے دیا، اب تم جاؤ۔

میں واپس لوٹا اور دروازہ کھلا تو میں نے دیکھا کہ اب وہ صحرا بہت تاریک ہے اور صحرا میں روشنی، سبزی اور خرمی کا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔

اس رات کے بعد مجھے میرے آقا حضرت صاحب العصر والزمان عجل اللہ فرجہ الشریف کے احکامات ملتے ہیں۔ آنحضرت (عج) کے احکامات ودستورات میں سے ایک تمہاری حاجت کا پورا ہونا تھا۔[1]

اس سپاہی نے حرام مال سے پرہیز کر کے اپنے لئے یہ مقام خود بنایا۔ ان کا عباسی خلیفہ کے دربار کے قاضی ''شریک'' سے مقائسہ کریں جس نے خود کو حرام مال کھانے کے نتیجے میں آلودہ کیا۔

---

۱۔ زندگی وشخصیت شیخ انصاریؒ: ۵۲

ان دونوں میں سے کس کی راہ بہتر ہے؟ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی خدمت میں حاضر ہونا یا عباسی خلیفہ کی خدمت میں؟!

یہ بزرگان دین کی زندگی کا منشور رہا۔ تاریخ تشیع کی عظیم شخصیات نے تقویٰ اختیار کیا اور اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی زندگی کا آئین اپنی مذہبی ذمہ داری کے مطابق تشکیل دیا۔ اسی وہ بلند مقامات تک پہنچ گئے۔

## پرہیزگاری، اولیائے خدا کی ہمت میں اضافہ کا باعث

ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ اولیائے خدا نہ صرف خود تقویٰ و پرہیزگاری کے اعلیٰ درجات پر فائز ہوتے ہیں بلکہ اس کے علاوہ وہ اپنے روحانی حالات کی حفاظت کے لئے بھی کوشاں رہتے ہیں۔ ان کا ہدف یہ ہوتا ہے کہ وہ معاشرے اور اپنے اردگرد کے لوگوں میں تقویٰ ایجاد کریں۔

وہ اپنے عمل اور رفتار و کردار سے اپنے ہمنشین اور معاشرے کے تمام افراد کو تقویٰ و پرہیزگاری کا درس دیتے ہیں۔ ان کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ معاشرہ پرہیزگار رہے اور گناہوں سے دور رہے۔

کیونکہ معاشرے میں خاندان نبوت علیہم السلام کے تابناک انوار کا ظہور ایسے ہی متحقق ہوسکتا ہے لہذا تمام افراد پر لازم ہے کہ تقویٰ و پرہیزگاری کے حصول کی کوشش کریں اور خود سے نفسانی خواہشات، ہوا و ہوس اور شیطانی افکار کو دور کریں۔

عظیم لوگ مقام و مرتبہ اور دنیاوی چیزوں کو اپنا ہدف قرار نہیں دیتے۔ ان کا ہدف و مقصد اس سے کہیں زیادہ عظیم ہوتا ہے بلکہ اگر انہیں مقام و مرتبہ اور تمام دنیاوی منصب بھی مل جائے تو وہ انہیں تقویٰ و پرہیزگاری جیسے اعلی ہدف کے لئے استفادہ کرتے ہیں نہ کہ وہ مقام و مرتبہ کے لئے تقویٰ و پرہیزگاری چھوڑ دیں۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے تقویٰ کے معنی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

"..... أَنْ لاٰ يَفْقِدُکَ اللّٰهَ حَيْثُ أَمَرَکَ وَ لاٰ يَرٰاکَ حَيْثُ نَهٰاکَ"[۱]

تقویٰ یہ ہے کہ خداوند نے تمہیں جس چیز کا حکم دیا ہے تمہیں اس سے دور نہ پائے اور جس چیز سے منع کیا ہے، اس میں تمہیں ملوث نہ پائے۔

اس بیان کی رو سے اگر انسان میں کسی منصب کو قبول کرنے کی صلاحیت نہ ہو لیکن اس کے باوجود اسے قبول کرے تو یہ تقویٰ و پرہیزگاری کے ساتھ کس طرح سازگار ہوسکتا ہے؟

## تقویٰ کو ترک کرنے کی وجہ سے تبدیلی

کبھی روحانی حالات بعض مسائل کے درپیش آنے کی وجہ سے نابود ہو جاتے ہیں اور کبھی نابود نہیں ہوتے لیکن یہ دوسری حالت میں تبدیل ہو جاتے ہیں اس کی وضاحت کے لئے ہم یوں کہتے ہیں: کبھی خداوند کریم گناہوں کو بخش دیتا ہے اور اس کے اثرات کو ختم کر دیتا ہے اور کبھی خدا انہیں نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ لہذا خدا کو پکارتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

"يٰامُبَدِّلَ السَّيِّئٰتِ بِالْحَسَنٰاتِ"

پہلی صورت میں گناہ کسی دوسری حالت میں تبدیل ہونے کے بجائے بالکل نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور دوسری صورت میں گناہ نیکیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ تقویٰ کا بھی یہی حال ہے کیونکہ تقویٰ کبھی گناہوں کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے اور کبھی شہوت اور کسی دوسری معصیت کے غلبہ کی وجہ سے فاسد ہو جاتا ہے لیکن نابود نہیں ہوتا بلکہ یہ شیطانی حالات میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

مولائے کائنات علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لاٰيُفْسِدُ التَّقْوىٰ اِلاّٰ غَلَبَةُ الشَّهْوَةِ"[۲]

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۰/۲۸۵

۲۔ شرح غرر الحکم: ۶/۳۷۶

تقویٰ کو شہوت کے غلبہ پانے کے علاوہ کوئی چیز فاسد نہیں کرتی۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ تقویٰ کو شہوت کے غالب آنے کے علاوہ کوئی چیز ختم نہیں کرتی بلکہ فرمایا: تقویٰ کو شہوت کے غلبہ کے علاوہ کوئی چیز فاسد نہیں کرتی اور یہ تعبیر تغیر وتبدل کے ساتھ کوئی منافات نہیں رکھتی۔

قابل غور نکتہ یہ ہے کہ تقویٰ ایک خاص قسم کی حالت ہے جس کے روحانی ومعنوی پہلو ہیں اور یہ اسی صورت میں فاسد ہوتا ہے جب اس میں موجود معنویت ختم ہو جائے۔

جب کوئی شخص اپنی روحانی حالت کھو بیٹھے تو اس کی روحانی حالت شیطانی حالت میں تبدیل ہو جاتی ہے اس بناء پر باتقویٰ شخص پر شہوت کا غلبہ ہو جانے اور تقویٰ کے فاسد ہو جانے کی وجہ سے اس میں روحانی روپ میں ایک شیطانی حالت ایجاد ہوتی ہے۔

اس بناء پر اگر کسی باتقویٰ شخص پر کسی مقام ومنصب کی شہوت غالب آجائے تو یہ اس منصب تک پہنچنے والے عام شخص سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

رحمانی حالات کا شیطانی اور شیطانی حالات کا رحمانی حالات میں تبدیل ہونا مسلّم ہے۔ جن کا تذکرہ اہلبیت اطہار علیہم السلام کے ارشادات میں بھی ہے۔

انسان جستجو، تلاش، کوشش اور انجام دیئے جانے والے اعمال کی وجہ سے روحانی ومعنوی توانائیاں کسب کرتا ہے۔ روحانی حالات اس میں نفوذ کر کے اس کے دل وجان میں راسخ ہو جاتے ہیں اور اس میں مادّی حالات اور طبعی کیفیات کم ہو جاتی ہیں اور اس پر معنوی وروحانی حالات کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

جس انسان میں روحانی ومعنوی حالات پیدا ہو جائیں اور اگر فرض کریں کہ اس میں کوئی تبدّل وتغیّر پیدا ہو جائے تو پھر وہ ایک عام اور طبیعی انسان نہیں رہے گا بلکہ بہت سے مقامات پر اس کے روحانی ورحمانی حالت شیطانی حالات میں تبدیل ہو جائیں گے۔

جس طرح سالہا سال سے انجام پانے والے بہت سے گناہوں اور خدا کی نافرمانی کی وجہ سے اس میں شیطانی حالات راسخ ہو جاتے ہیں اور وہ ارواح خبیثہ اور شیاطین کے ساتھ مل جاتا ہے لیکن توبہ کی وجہ سے نہ صرف وہ خدا کی طرف پلٹ آتا ہے بلکہ اس کے حالات، رحمانی حالات میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

کیونکہ خداوند عالم کبھی توبہ کرنے کی وجہ سے گناہگاروں کے گناہ بخش دیتا ہے اور کبھی نہ صرف یہ کہ ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے بلکہ اس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔

خدا کے اسماء میں سے ایک ایسا اسم ہے جو گناہگاروں اور معنویت کے قافلے سے پیچھے رہ جانے والوں کے دلوں میں امید کی شمع روشن کرتا ہے اور وہ یہ ہے:

''یٰامُبَدِّلَ السَّیِّئٰتِ بِالْحَسَنٰاتِ''

اے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کرنے والے۔

گناہوں کا نیکیوں میں تبدیل ہو جانا اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب اس کے آثار بھی تبدیل ہو جائیں۔

## پرہیزگاری میں ثابت قدم رہنا

انسان کس طرح تقویٰ کو کھو دیتا ہے اور کس طرح حقیقی تقویٰ حاصل کر سکتا ہے؟ کیا صرف گناہوں سے دوری کے ذریعے ہی خود کو متقی سمجھ سکتے ہیں؟ یا تقویٰ صرف سخت اور مشکل امتحانات میں قبول ہونے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے؟

یہ سوالات بعض لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

اس سوال کا جواب مولائے کائنات امیر المؤمنین حضرت امام علی بن ابیطالب علیہ السلام نے یوں بیان فرمایا ہے:

"عِنْدَ حُضُوْرِ الشَّهْوٰاتِ وَ اللَّذّٰاتِ يَتَبَيَّنُ وَرَعُ الْاَتْقِيَاءِ"[۱]

جب کوئی شہوت انگیز اور لذت بخش واقعہ پیش آئے، تو متقی افراد کی پرہیز گاری واضح و روشن ہو جاتی ہے۔

اس صورت میں حقیقی تقویٰ اختیار کرنے والے دکھاوے اور خودنمائی سے بھی کام لیتے ہیں اور اپنی توانائی پر کنٹرول کرتے ہیں اور وہ اپنی نفسانی خواہشات کو معنوی قوت کے ذریعے نیست و نابود کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ ان پر کنٹرول نہ کر سکتے ہوں تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ تقویٰ و پرہیز گاری میں ثابت قدم نہیں ہیں۔

۱۔ شرح غرر الحکم: ۳۲۶/۴

# نتیجۂ بحث

دل اسرار ورموز سے بھرپورایک اہم مشین ہے جسے خدانے آپ کے وجود میں قرار دیا ہے تا کہ تقویٰ وپرہیزگاری کے ذریعے اس کی اصلاح کریں اوراس پر زنگ اورتاریکی آجانے کی صورت میں بھی اس کی اصلاح کرکے اس سے استفادہ کریں۔

تقویٰ دکھائی نہ دینے والے دشمنوں کے ساتھ جنگ اوران پر حملے کے لئے بہت طاقتور ہتھیار ہے۔اسے خودمیں زیادہ سے زیادہ طاقتور بنانے کی کوشش کریں۔

تقویٰ آپ کے دیرینہ دشمنوں یعنی شیاطین کے نفوذ سے بچنے کے لئے ایک مضبوط ڈھال کی مانند ہے۔یہ آپ کوان سے بچاتا ہے۔آپ کو ان کے حملوں اورمکاریوں سے آگاہ کرتا ہےاورآپ کی حفاظت کرتا ہے۔

تقویٰ وپرہیزگاری کے ذریعے شیطانی ورحمانی افکارمیں تشخیص دیں اورتقویٰ کی وجہ سے خودکو زندگی کے سراب میں گرفتارنہ کریں بلکہ اس کے آب حیات سے سیراب ہوں۔

کوشش کریں کہ آپ پرہواوہوس اورشہوت کوغلبہ نہ ہوورنہ آپ کا تقویٰ وپرہیزگاری تباہ وبرباد ہوجائے گااوروہ اپنی اہمیت کھوبیٹھے گا۔

پیرایۂ فقر پادشاهی تقویٰ است

سرمایۂ طاعت تقویٰ الٰهی است

از سختی روز محشر و زدوزخ

فرموده خداءنجات خواهی تقویٰ است

پانچواں باب

# کام اور کوشش

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

" مَنْ أَعْمَلَ اِجْتِهادَهُ بَلَغَ مُرادَهُ "

جو کسی کام کے لئے اپنی کوشش کرے، وہ اپنے مقصد تک پہنچ جاتا ہے۔

# پانچواں باب

# کام وکوشش

اپنے وجود کے گوہر سے استفادہ کرنے کے لئے اور نیک اور اہم اہداف تک پہنچنے کے لئے کام اور کوشش کریں وراس کی جستجو کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔

تاریخ کے صفحات کو اپنے ناموں سے روشن کرنے والی عظیم اور معروف شخصیات اپنے بلند اہداف کی راہ میں کبھی تھک کر نہیں بیٹھے اور انہوں نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ہمیشہ جستجو اور کوشش کی اور اپنی منزل کی طرف گامزن رہے۔

آپ بھی اپنے اہم اور الٰہی اہداف کے حصول کی کوشش کریں کیونکہ نیک اہداف تک پہنچنے کے لئے کام اور کوشش بہت اہمیت رکھتے ہیں۔متعدد آیات وروایات میں ان کا بارہا تذکرہ موجود ہے۔

## کس حد تک کوشش کریں؟

بعض لوگوں کی جستجو اور کوشش صرف اور صرف دنیاوی منافع اور خیالی اعتبارات میں ہی منحصر ہے اور وہ کائنات کے حقائق سے مکمل طور پر غافل ہوتے ہیں۔وہ ہمیشہ رہنے والے اور دنیا وآخرت میں انسان کی سعادت کا باعث بننے والے روحانی ومعنوی امور سے غفلت برتتے ہیں۔ان کا ہدف فقط تجارت اور زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنا ہوتا ہے۔ان کا زندگی میں حقیقی مقصد زیادہ سے زیادہ دولت کا حصول ہوتا ہے۔

بہت سے لوگ اپنے ہدف سے مربوط آئین میں تمام مسائل پر بڑی دقت سے غور وفکر کرتے

ہیں اور جب انہیں اس میں کامیاب ہونے کا یقین ہو جائے تو وہ اسے انجام دیتے ہیں ۔لیکن وہ عبادی امور میں بالکل توجہ نہیں کرتے جو کہ خدا کے نزدیک بہت اہم ہیں ۔حالانکہ خدا کے نزدیک کسی عمل کا قبول ہوجانا اس عمل کو باثمر بنا دیتا ہے۔اسی لئے حضرت امام علی بن ابیطالب علیہ السلام فرماتے ہیں:

"كُونُوا عَلٰى قَبُوْلِ الْعَمَلِ أَشَدَّ عِنٰايَةً مِنْكُمْ عَلَى الْعَمَلِ"[1]

خود عمل کی بنسبت ،عمل کے قبول ہونے کی طرف زیادہ توجہ کرو۔

خدا کی بارگاہ میں عمل کا قبول ہوجانا اہمیت رکھتا ہے نہ کہ اصل عمل ۔پس اگر خدا کسی عمل کو قبول نہ کرے تو اس عمل کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اس بناء پر ہمیں ایسی راہ میں کوشش کرنی چاہئے کہ جو خدا کی رضائیت کا سبب ہو نیز ہمیں چاہئے کہ ہم اس کی قبولیت کو بھی مدنظر رکھیں!

## اپنے نفس کو کام اور کوشش کے لئے تیار کرنا

کام اور کوشش حقیقی رغبت کے ساتھ انجام پایا جانا چاہئے کیونکہ اگر یہ نفسانی مجبوری سے انجام پائے تو کبھی اس کے منفی اثرات بھی ہوتے ہیں اور پھر فائدے کی بجائے اس کا نقصان زیادہ ہوتا ہے۔

اس بناء پر مشکل امور میں جستجو اور کوشش صرف انہی لوگوں کے لئے مفید ہے جو نفسانی لحاظ سے اسے انجام دینے کے لئے تیار ہوں اور جو افراد اس طرح نہ ہوں انہیں چاہئے کہ وہ پہلے اپنے اندر نفسانی آمادگی پیدا کریں۔

پس انہیں صرف اس بناء پر نیک کاموں میں جستجو اور کوشش سے دستبردار نہیں ہوجانا چاہئے کہ

---

۱۔ بحار الانوار: ۱۷۳/۷۱، خصال: ۱۱۰

وہ ان کے میل و رغبت کے مطابق نہیں ہیں۔ بلکہ انہیں نفسانی خواہشات اور ہوا و ہوس کی مخالفت کرنی چاہئے یہاں تک کہ ان کا نفس ان کی عقل اور وجدان کے مطابق ہو جائے اور اسے نیک اعمال انجام دینے کی طرف مائل کریں۔

جو انجام دی جانے والی جستجو اور کوشش کے ذریعے اپنے نفس کو عقل کے تابع کرتے ہیں اور ذوق وشوق اور دلچسپی سے مشکل امور کو انجام دیتے ہیں اور بہت اہم نتائج حاصل کرتے ہیں۔

اس رو سے دین کی نامور بزرگ شخصیات نے اپنے نیک اہداف اور اعلی مقاصد تک پہنچنے کے لئے بہت زیادہ جستجو اور کوشش کی اور اپنے نفس کو اپنی عقل کے تابع قرار دیا، وہ اسی بنا پر علم وعمل کے بلند درجوں تک پہنچ پائے ہیں۔

انہوں نے اہلبیت اطہار علیہم السلام کی الہامات اور ارشادات کی روشنی میں بہت سی مصیبتوں کو برداشت کر کے بلند علمی ومعنوی مقام حاصل کئے ہیں۔

انہوں نے مضبوط چٹان کی طرح ڈٹ کر ہر طوفان کا مقابلہ کیا اور وہ کبھی بھی تھک ہار کر نہیں بیٹھے اور اسی طرح جستجو اور کوشش کرتے رہے۔

## مرحوم ملاّ مہدی نراقیؒ نے خود کو کیسے فعالیت کے لئے تیار کیا؟

اب ہم بزرگ شیعہ عالم دین مرحوم ملاّ مہدی نراقیؒ کی زندگی کے کچھ پہلو بیان کرتے ہیں:

اس عظیم شخصیت کو درس و بحث کا اس قدر شوق تھا کہ یہ اپنے وطن سے آنے والے خطوط بھی نہیں پڑھتے تھے کہ شاید اس میں کوئی ایسی بات نہ لکھی ہو کہ جو ان کی پریشانی کا باعث ہو اور جس سے ان کا درس اور بحث ومباحثہ متاثر ہو۔ یہاں تک کہ ان کے والد کو قتل کر دیا گیا اور ان کے قتل کی خبر خط میں لکھ کر انہیں بھیج دی گئی۔ انہیں خط ملا لیکن انہوں نے خط نہ پڑھا اور خط کے مضمون سے آگاہ نہ ہوئے اور اسی طرح درس و بحث میں مشغول رہے۔

جب ان کے رشتہ داران کے آنے سے نا امید ہو گئے تو انہوں نے ان کے استاد کو خط لکھ کر انہیں مرحوم نراقیؒ کے والد کے قتل کی خبر دی تا کہ وہ انہیں واپس ''نراق'' بھیج دیں۔

مرحوم ملا مہدی نراقیؒ جب درس میں گئے تو انہوں نے اپنے استاد کو غمگین پایا اور ان سے پوچھا: آپ آج کیوں پریشان ہیں؟ اور آج آپ کیوں درس شروع نہیں کر رہے ہیں؟

ان کے استاد نے کہا: تمہیں چاہئے کہ تم نراق چلے جاؤ کیونکہ تمہارے والد بیمار اور زخمی ہیں۔

مرحوم نراقی نے کہا: خداوند کریم ان کی حفاظت فرمائے گا۔ آپ درس شروع کریں۔ پھر ان کے استاد نے انہیں ان کے والد کی خبر دی اور انہوں نے مرحوم نراقی کو نراق جانے کا حکم دیا۔

مرحوم ملا نراقیؒ نراق چلے گے اور صرف تین دن وہاں رہے اور پھر واپس نجف چلے گئے۔ انہوں نے اس طرح اپنے نفس کو تحصیل علم کے لئے تیار کیا تھا جس کی وجہ سے وہ علم و عمل کے بلند مقامات تک پہنچ پائے۔[1]

کن وهم و هراس برون از دل خویش

یاور چه کنی؟توخویش شو یاورخویش

مرغان که به شاخة ها نلغزند از باد

ز آنست که تکیه شان بود بر پرخویش

## حقیقت کو درک کرنے کے لئے کوشش کریں

حقیقت تک پہنچنے اور حق کے حصول کے لئے کوشش کرنی چاہئے اور اس راہ کی مشکلات اور تکالیف کو برداشت کرنا چاہئے۔ کیونکہ سعی و کوشش اور مشکلات میں صبر اور انہیں برداشت کئے بغیر

---

۱۔ فوائد الرضویہ:۶۶۹

حقیقت کو درک نہیں کر سکتے۔

مولائے کائنات حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لا یُدرَکُ الحَقُّ اِلّا بِالجِدِّ وَ الصَّبرِ"[۱]

جدیّت اور صبر کے بغیر حقیقت درک نہیں کر سکتے۔

اس بناپر حقیقت کو درک کرنے کے لئے کوشش اور جدیّت کی ضرورت ہے تا کہ ہماری تمام تر فعالیت اور کام خاندان نبوت علیہم السلام سے صادر ہونے والے دستورات کے مطابق ہو۔

اس بناء پر اگر آپ اپنے وجود کے گوہر سے استفادہ کرنا چاہیں اور اس چیز کو جاننا چاہیں جسے ہر کوئی درک کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تو پھر اس راہ میں کوشش کریں۔

حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اَلعَمَلُ، اَلعَمَلُ، ثُمَّ النِّهايَةُ، النِّهايَةُ"[۲]

کام! کام! پھر نہایت! نہایت!

جس نے ابھی تک قدم نہ بڑھایا ہو یا کسی دوسرے راستے کی طرف چل دیا ہو تو وہ کس طرح حقیقت کو درک کر سکتا ہے اور کس طرح اپنی منزل اور مقصد تک پہنچ سکتا ہے؟

ہر کہ چون سایہ گشت خانہ نشین — تابش ماہ و خور کجا یابد؟
و آن کہ پہلو تہی کند از کار — سرۂ سیم و زر کجا یابد؟
گر ہنر مند گوشہ گیر بود — گام دل از ہنر کجا یابد؟
و آنکہ در بحر، غوطہ می نخورد — سلك درّ و گہر کجا یابد؟

اس بناء پر دل کو دریا سے ملانے کی کوشش کریں کیونکہ نجات کی کشتی دریا میں ہی ہے۔ یقین

---

۱۔ بحار الانوار: ۳۴/۱۳۲، امالی مرحوم شیخ طوسیؒ: ۱/۱۱۳

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ: ۱۷۶

کریں کہ جو دریائے محبت میں نجات کی کشتی کا ناخدا ہو وہ کبھی بھی بلاؤں کے گرداب میں غرق نہیں ہوگا۔

اب ہم جو واقعہ ذکر کر رہے ہیں، وہ بھی انہی میں سے ایک ہے:

مرحوم ابوالحسن طالقانی (جو مرحوم مرزا شیرازی کے شاگردوں میں سے ہیں) بیان کرتے ہیں:

میں کچھ دوستوں کے ساتھ کربلا کی زیارت سے سامراء کی طرف آ رہا تھا۔ظہر کے وقت ہم نے ''دجیل'' نامی قریہ میں قیام کیا تا کہ کھانا کھانے اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد عصر کے وقت وہاں سے روانہ ہوں۔

وہاں ہماری ملاقات سامراء کے ایک طالب علم سے ہوئی جو کسی دوسرے طالب علم کے ساتھ تھا۔وہ دوپہر کے کھانے کے لئے کچھ خریدنے آئے تھے۔میں نے دیکھا کہ جو شخص سامراء کے طالب علم کے ساتھ تھا وہ کچھ پڑھ رہا ہے۔میں نے غور سے سنا تو مجھے معلوم ہوگیا کہ وہ عبرانی زبان میں توریت پڑھ رہا ہے۔مجھے بہت تعجب ہوا۔میں نے سامراء میں رہنے والے طالب علم سے پوچھا کہ یہ شیخ کون ہے اور اس نے عبرانی زبان کہاں سے سیکھی؟

اس نے کہا: یہ شخص تازہ مسلمان ہوا ہے اور اس سے پہلے یہودی تھا۔

میں نے کہا: بہت خوب؛ پھر یقیناً کوئی واقعہ ہوگا تم مجھے وہ واقعہ بتاؤ۔

تازہ مسلمان ہونے والے طالب علم نے کہا: یہ واقعہ بہت طولانی ہے جب ہم سامراء کی طرف روانہ ہوں گے تو میں وہ واقعہ راستے میں تفصیل سے آپ کے گوش گزار کروں گا۔

عصر کا وقت ہوگیا اور ہم سامراء کی طرف روانہ ہوگئے۔میں نے اس سے کہا: اب آپ مجھے اپنا واقعہ بتائیں۔اس نے کہا:

میں مدینہ کے نزدیک خیبر کے یہودیوں میں سے تھا۔خیبر کے اطراف میں کچھ قریہ موجود ہیں کہ جہاں رسول اکرمؐ کے زمانے سے اب تک یہودی آباد ہیں ان میں سے ایک قریہ میں لائبریری کے لئے ایک چھوٹی سی جگہ تھی۔جس میں ایک بہت قدیم کمرہ تھا۔اسی کمرے میں توریت کا

ایک بہت قدیم نسخہ تھا جو کھال پر لکھا گیا تھا۔اس کمرے کو ہمیشہ تالا لگا رہتا۔ پہلے والے لوگوں نے تاکید کی تھی کہ کسی کو بھی اس کمرے کا تالا نہ کھولنے اور توریت کا مطالعہ کرنے کا حق نہیں ہے۔مشہور یہ تھا کہ جو بھی اس توریت کو دیکھے گا اس کا دماغ کام کرنا چھوڑ دے گا اور وہ پاگل ہو جائے گا اور خاص کر جوان اس کتاب کو نہ دیکھیں!

اس کے بعد اس نے کہا: ہم دو بھائی تھے جو یہ سوچتے تھے کہ ہمیں اس قدیم توریت کی زیارت کرنی چاہئے۔ہم اس شخص کے پاس گئے جس کے پاس اس کمرے کی چابی تھی اور ہم نے اس سے درخواست کی کہ وہ کمرے کا دروازہ کھول دے لیکن اس نے سختی سے منع کر دیا۔کیونکہ ہے ''الانسان حریص علی مامنع''، یعنی انسان کو جس چیز سے منع کیا جائے، وہ اس کا زیادہ حریص ہو جاتا ہے۔لہذا ہم میں اس کتاب کے مطالعہ کا اور زیادہ شوق پیدا ہو گیا۔ہم نے اسے اچھے خاصے پیسے دیئے تاکہ وہ ہمیں چھپ کر اس کمرے میں جانے دے۔

ہم نے جو وقت طے کیا تھا، اسی کے مطابق ہم اس کمرے میں داخل ہو گئے اور ہم نے بڑے آرام سے کھال پر لکھی گئی قدیم توریت کی زیارت کی اور اس کا مطالعہ کیا۔اس میں ایک صفحہ مخصوص طور پر لکھا گیا تھا جو کہ بہت جاذب نظر تھا۔جب ہم نے اس پر غور کیا تو ہم نے دیکھا کہ اس میں لکھا ہوا تھا ''آخری زمانے میں عربوں میں ایک پیغمبر مبعوث ہو گا'' اس میں ان کی تمام خصوصیات اور اوصاف حسب ونسب کے لحاظ سے بیان کی گئیں تھیں نیز اس پیغمبر کے بارہ اوصیاء کے نام بھی لکھے گئے تھے۔میں نے اپنے بھائی سے کہا: بہتر یہ ہے کہ ہم یہ ایک صفحہ لکھ لیں اور اس پیغمبر کی جستجو کریں۔ہم نے وہ صفحہ لکھ لیا اور ہم اس پیغمبر کے فریفتہ ہو گئے۔

اب ہمارا ذہن صرف خدا کے اسی پیغمبر کو تلاش کرنے کے بارے میں سوچتا تھا۔لیکن چونکہ ہمارے علاقے سے لوگوں کی کوئی آمد ورفت نہیں تھی اور رابطہ کرنے کا بھی کوئی انتظام نہیں تھا اس لئے ہمیں کوئی چیز بھی حاصل نہ ہوئی یہاں تک کہ کچھ مسلمان تاجر خرید وفروخت کے لئے ہمارے شہر آئے۔

میں نے چھپ کر ان میں سے ایک شخص سے کچھ سوال پوچھے، اس نے رسول اکرمؐ کے جو حالات اور نشانیاں بیان کیں وہ بالکل ویسی ہی تھیں جیسی ہم نے توریت میں دیکھیں تھیں۔ آہستہ آہستہ ہمیں دین اسلام کی حقانیت کا یقین ہونے لگا۔ لیکن ہم میں اس کے اظہار کرنے کی جرأت نہیں تھی۔ امید کا صرف ایک ہی راستہ تھا کہ ہم اس دیار سے فرار کر جائیں۔

میں نے اور میرے بھائی نے وہاں سے بھاگ جانے کے بارے میں بات چیت کی۔ ہم نے ایک دوسرے سے کہا: مدینہ یہاں سے نزدیک ہے ہوسکتا ہے کہ یہودی ہمیں گرفتار کرلیں بہتر یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کے کسی دوسرے شہر کی طرف بھاگ جائیں۔

ہم نے موصل و بغداد کا نام سن رکھا تھا۔ میرا باپ کچھ عرصہ پہلے ہی فوت ہوا تھا اور انہوں نے اپنی اولاد کے لئے وصی اور وکیل معین کیا تھا۔ ہم ان کے وکیل کے پاس گئے اور ہم نے اس سے دو سواریاں اور کچھ نقدی پیسے لے لئے۔ ہم سوار ہوئے اور جلدی سے عراق کا سفر طے کرنے لگے۔ ہم نے موصل کا پتہ پوچھا۔ لوگوں نے ہمیں اس کا پتہ بتایا۔ ہم شہر میں داخل ہوئے اور رات مسافروں کی قیامگاہ میں گزاری۔

جب صبح ہوئی تو اس شہر کے کچھ لوگ ہمارے پاس آئے اور انہوں نے کہا: کیا تم لوگ اپنی سواریاں فروخت کروگے؟ ہم نے کہا: نہیں کیونکہ ابھی تک اس شہر میں ہماری کیفیت معلوم نہیں ہے۔ ہم نے ان کا تقاضا ردّ کر دیا۔ آخر کار انہوں نے کہا: اگر تم یہ فروخت نہیں کروگے تو ہم تم سے زبردستی لے لیں گے۔ ہم مجبور ہوگئے اور ہم نے وہ سواریاں فروخت کر دیں۔ ہم نے کہا یہ شہر رہنے کے قابل نہیں، چلو بغداد چلتے ہیں۔

لیکن بغداد جانے کے لئے ہمارے دل میں ایک خوف سا تھا۔ کیونکہ ہمارا ماموں جو کہ یہودی اور ایک نامور تاجر تھا، وہ بغداد ہی میں تھا۔ ہمیں یہ خوف تھا کہ کہیں اسے ہمارے بھاگ جانے کی اطلاع نہ مل چکی ہو اور وہ ہمیں ڈھونڈ نہ لے۔

بہ ہر حال ہم بغداد میں داخل ہوئے اور ہم نے رات کو کاروان سرا میں قیام کیا۔ اگلی صبح ہوئی تو کاروان سرا کا مالک کمرے میں داخل ہوا۔ وہ ایک ضعیف شخص تھا اس نے ہمارے بارے میں پوچھا۔ ہم نے مختصر طور پر اپنا واقعہ بیان کیا اور ہم نے اسے بتایا کہ ہم خیبر کے یہودیوں میں سے ہیں اور ہم اسلام کی طرف مائل ہیں ہمیں کسی مسلمان عالم دین کے پاس لے جائیں جو آئین اسلام کے بارے میں ہماری رہنمائی کرے۔

اس ضعیف العمر شخص کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھتے ہوئے کہا: اطاعت، چلو بغداد کے قاضی کے گھر چلتے ہیں۔ ہم اس کے ساتھ بغداد کے قاضی سے ملنے کے لئے چلے گئے۔ مختصر تعارف کے بعد ہم نے اپنا واقعہ ان سے بیان کیا اور ہم نے ان سے تقاضا کیا کہ وہ ہمیں اسلام کے احکامات سے روشناس کرائیں۔

انہوں نے کہا: بہت خوب؛ پھر انہوں نے توحید اور اثبات توحید کے کچھ دلائل بیان کئے۔ پھر انہوں ے پیغمر اکرمؐ کی رسالت اور آپؐ کے خلیفہ اور اصحاب کا تذکرہ کیا۔

انہوں نے کہا: آپؐ کے بعد عبداللہ بن ابی قحافہ آنحضرتؐ کے خلیفہ ہیں۔

میں نے کہا: عبداللہ کون ہیں؟ میں نے توریت میں جو کچھ پڑھا یہ نام اس کے مطابق نہیں ہے!!

بغداد کے قاضی نے کہا: یہ وہ ہیں کہ جن کی بیٹی رسول اکرمؐ کی زوجہ ہیں۔

ہم نے کہا: ایسے نہیں ہے؛ کیونکہ ہم نے توریت میں پڑھا ہے کہ پیغمبرؐ کا جانشین وہ ہے کہ رسولؐ کی بیٹی جن کی زوجہ ہے۔

جب ہم نے اس سے یہ بات کہی تو قاضی کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور وہ قہر و غضب کے ساتھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا: اس رافضی کو یہاں سے نکالو۔ انہوں نے مجھے اور میرے بھائی کو مارا اور وہاں سے نکال دیا۔ ہم کاروان سرا واپس آ گئے۔ وہاں کا مالک بھی اس بات پر خفا تھا اور اس نے بھی ہم سے بے رخی اختیار کر لی۔

اس ملاقات اور قاضی سے ہونے والی گفتگو اور اس کے رویّہ کے بعد ہم بہت حیران ہوئے۔ ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ کلمہ ''رافضی'' کیا ہے؟ رافضی کسے کہتے ہیں اور قاضی نے ہمیں کیوں رافضی کہا اور وہاں سے نکال دیا؟

میرے اور میرے بھائی کے درمیان ہونے والی یہ گفتگو آدھی رات تک جاری رہی اور کچھ دیر کے لئے غمگین حالت میں سو گئے۔ ہم نے کاروانسرا کے مالک کو آواز دی کہ وہ ہمیں اس ابہام سے نجات دے۔ شاید ہم قاضی کی بات نہیں سمجھے اور قاضی ہماری بات نہیں سمجھ پائے۔

اس نے کہا: اگر تم لوگ حقیقت میں آئین اسلام کے طلبگار ہو تو جو کچھ قاضی کہے اسے قبول کرلو۔

ہم نے کہا: یہ کیسی بات ہے؟ ہم اسلام کے لئے اپنا مال، گھر، رشتہ دار سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے آئے ہیں۔ ہماری اس کے علاوہ ہمارا اور کوئی غرض نہیں ہے۔

اس نے کہا: چلو میں ایک بار پھر تمہیں قاضی کے پاس لے جاتا ہوں۔ لیکن کہیں اس کی رائے کے برخلاف کوئی بات نہ کہہ دینا۔ ہم پھر قاضی کے گھر چلے گئے۔

ہمارے اس دوست نے کہا: آپ جو کہیں گے یہ قبول کریں گے۔

قاضی نے بات کرنا شروع کی اور موعظہ ونصیحت کی۔ میں نے کہا: ہم دو بھائی اپنے وطن میں ہی مسلمان ہو گئے تھے اور ہم اتنی دور دیار غیر میں اس لئے آئے ہیں تا کہ ہم اسلام کے احکامات سے آشنا ہو سکیں۔ اس کے علاوہ ہمارا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہمارے کچھ سوال ہیں؟ قاضی نے کہا: جو پوچھنا چاہو پوچھو۔

میں نے کہا: ہم نے صحیح اور قدیم توریت پڑھی ہے اور اب میں جو باتیں کہنے لگا ہوں ہم نے یہ اسی کتاب سے ہی لکھی ہیں۔ ہم نے پیغمبر آخر الزمانؐ اور آنحضرتؐ کے خلفاء اور جانشینوں کے تمام نام، صفات اور نشانیاں وہیں سے ہی لکھی ہیں۔ جو ہمارے پاس ہے۔ لیکن اس میں عبداللہ بن ابی قحافہ کے نام جیسا کوئی نام نہیں ہے۔

قاضی نے کہا: پھر اس توریت میں کن اشخاص کے نام لکھیں ہیں؟

میں نے کہا: پہلے خلیفہ پیغمبرؐ کے داماد اور آپ کے چچازاد بھائی ہیں۔ ابھی تک میری بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ اس نے ہماری بدبختی کا طبل بجایا۔ یہ بات سنتے ہی قاضی اپنی جگہ سے اٹھا اور جہاں تک ہوسکا اس نے اپنے جوتے سے میرے سر اور چہرے پر مارا اور میں مشکل سے جان چھڑا کر وہاں سے بھاگا۔ میرا بھائی مجھ سے بھی پہلے وہاں سے بھاگ نکلا۔

میں بغداد کی گلیوں میں راستہ بھول گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میں اپنے خون آلود سر اور چہرے کے ساتھ کہاں جاتا۔ کچھ دیر میں چلتا گیا یہاں تک کہ میں دریائے دجلہ کے کنارے پہنچا کچھ دیر کھڑا رہا لیکن میں نے دیکھا کہ میرے پاؤں میں کھڑے رہنے کی ہمت نہیں ہے۔ میں بیٹھ گیا اور اپنی مصیبت، غربت، بھوک، خوف اور دوسری طرف سے اپنی تنہائی پر رو رہا تھا اور افسوس کر رہا تھا۔

اچانک ایک جوان ہاتھ میں دو کوزے پکڑے ہوئے دریا سے پانی لینے کے لئے آیا اس کے سر پر سفید عمامہ تھا وہ میرے پاس دریا کے کنارے بیٹھ گیا جب اس جوان نے میری حالت دیکھی تو انہوں نے مجھ سے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا: میں مسافر ہوں اور یہاں مصیبت میں گرفتار ہوگیا ہوں۔

انہوں نے فرمایا: تم اپنا پورا واقعہ بتاؤ؟

میں نے کہا: میں خیبر کے یہودیوں میں سے تھا۔ میں نے اسلام قبول کیا اور اپنے بھائی کے ساتھ ہزار مصیبتیں اٹھا کر یہاں آیا۔ ہم اسلام کے احکام سیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن انہوں نے مجھے یہ صلہ دیا اور پھر میں نے اپنے زخمی سر اور چہرے کی طرف اشارہ کیا۔

انہوں نے فرمایا: میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ یہودیوں کے کتنے فرقے ہیں؟

میں نے کہا: بہت سے فرقے ہیں۔

انہوں نے فرمایا: اکہتر فرقے ہو چکے ہیں۔ کیا ان میں سے سب حق پر ہیں؟

میں نے کہا: نہیں

انہوں نے فرمایا: نصاریٰ کے کتنے فرقے ہیں؟

میں نے کہا: ان کے بھی مختلف فرقے ہیں۔

انہوں ے فرمایا: بہتر فرقے ہیں۔ کیا ان میں سے بھی سب حق پر ہیں؟

میں نے کہا: نہیں

پھر انہوں نے فرمایا: اسی طرح اسلام کے بھی متعدد فرقے ہیں۔ ان کے تہتر فرقے ہو چکے ہیں لیکن ان میں سے سے صرف ایک فرقہ حق پر ہے۔

میں نے کہا: میں اسی فرقہ کی جستجو کر رہا ہوں اس کے لئے مجھے کیا کرنا چاہئے؟

انہوں نے فرمایا: انہوں نے اپنے مغرب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس طرف سے کاظمین جاؤ اور پھر فرمایا: تم شیخ محمد حسن آل یاسین کے پاس جاؤ وہ تمہاری حاجت پوری کر دیں گے۔ میں وہاں سے روانہ ہوا اور اسی لمحہ وہ جوان بھی وہاں سے غائب ہو گیا۔ میں نے انہیں ادھر ادھر دیکھنے کی کوشش کی لیکن وہ دکھائی نہ دیئے۔ مجھے بہت تعجب ہوا۔ میں نے خود سے کہا: یہ جوان کون تھا اور کیا تھا؟ کیونکہ گفتگو کے دوران میں نے توریت میں لکھی ہوئی پیغمبر اور ان کے اولیاء کے اوصاف کے بارے میں بات کی تو انہوں نے فرمایا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے وہ اوصاف بیان کروں؟ میں نے عرض کیا: آپ ضرور بیان فرمائیں۔ انہوں نے وہ اوصاف بیان کرنا شروع کیں اور میرے دل میں یہ خیال آیا کہ جیسے خیبر میں موجود وہ قدیم توریت انہوں نے ہی لکھی ہو۔ جب وہ میری نظروں سے اوجھل ہوئے تو میں سمجھ گیا کہ وہ کوئی الٰہی شخص ہیں وہ کوئی عام انسان نہیں ہیں۔ لہذا مجھے ہدایت کا یقین ہو گیا۔

مجھے اس سے بہت تقویت ملی اور میں اپنے بھائی کو تلاش کرنے نکل پڑا۔ بالآخر وہ مجھے مل گیا۔ میں بار بار کاظمین اور شیخ محمد حسن آل یاسین کا نام دہرا رہا تھا تا کہ میں ان کا نام بھول نہ جاؤں۔

میرے بھائی نے مجھ سے پوچھا کہ یہ کون سی دعا ہے جو تم پڑھ رہے ہو؟

میں نے کہا: یہ کوئی دعا نہیں ہے اور پھر میں نے اسے سارا واقعہ بتایا۔ وہ بھی بہت خوش ہوا۔

آخر کار ہم لوگوں سے پوچھ پاچھ کے کاظمین پہنچ گئے اور شیخ محمد حسن کے گھر چلے گے۔ ہم نے شروع سے آخر تک سارا واقعہ ان سے بیان کیا۔ وہ شیخ کھڑے ہوئے اور بہت گریہ وزاری کی میری آنکھوں کو چوما اور کہا: ان آنکھوں سے تم نے حضرت ولی عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے جمال کی زیارت کی؟...[1]

وہ کچھ مدت تک شیخ محمد حسن کے مہمان رہے اور شیعیت کے حیات بخش عقائد سے آشنا ہوئے۔

جی ہاں! وہ اپنے پورے ذوق وشوق اور رغبت سے حق کی جستجو کے لئے نکلے جس کے لئے انہوں نے بہت تکلیفیں برداشت کیں، اپنا گھر اور وطن چھوڑا لیکن انہوں نے اپنی کوشش وجستجو کو جاری رکھا اور آخر کار انہیں حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی عنایات سے منزل مل گئی۔

اب بھی بہت سے افراد حقیقت تشیع اور اس کی حقانیت سے آگاہ ہیں لیکن کچھ دوسرے خیالی امور کی وجہ سے وہ لوگ صادقانہ طور پر پرچم تشیع کے زیر سایہ نہیں آتے اور اپنے مذہب سے دور رہتے ہیں۔ ہم نے یہ جو واقعہ ذکر کیا ہے یہ ایسے ہی افراد کے لئے ایک نمونہ ہے۔ انہیں یہ بات بھی جان لینی چاہئے:

نابردہ رنج گنج میّسر نمی شود

مزد آن گرفت جان برادر کہ کار کرد

اگر وہ حقیقت کے متلاشی ہوں تو انہیں ہر قسم کی زحمتیں اٹھانا ہوں گی اور مشکلات کو برداشت کرنا پڑے گا اور کل کے انتظار اور مستقبل کی آرزو میں ہی نہ بیٹھے رہیں۔

---

۱۔ معجزات وکرامات آئمہ اطہار علیہم السلام: ۱۷۵ (مرحوم آیت اللہ سید ہادی خراسانی)

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اِیّاکُمْ وَالْاِیْکَالُ بِالْمُنٰی فَاِنَّھَا مِنْ بَضَائِعِ الْعَجْزَۃِ"[1]

اس کام سے پرہیز کرو کہ اپنا کام آرزؤں کے سپرد کردو۔ کیونکہ آرزؤں کی وجہ سے کام کو چھوڑ دینے کا سرمایہ عجز وناتوانی ہے۔

هر كه دانه نقشاند به زمستان درخاك

نا اميدى بود از دخل به تابستانش

اس بناء پر اہلبیت اطہار علیہم السلام کے حیات بخش مکتب کے عاشق اپنی امیدوں اور آرزؤں کو چھوڑ کر حقیقت تک پہنچنے کے لئے جستجو اور کوشش کریں۔ کیونکہ سعی وکوشش عظیم لوگوں کا عملی نعرہ اور حقیقی اسلام کی نشانی ہے۔

کام اور کوشش کے ذریعے اپنے ارادہ کو پختہ اور مضبوط کریں۔ آپ کی کوشش آپ کی شخصیت اور ارادے کو بیان کرتی ہے۔ کام اور کوشش کریں تا کہ بیکاری کے نتیجہ میں توہمات اور شیاطین کے نفوذ سے بچ سکیں۔

## آگاہانہ طور پر کام شروع کریں

امامت وولایت کی پہلی کڑی حضرت امام علی علیہ السلام کام اور فعالیت کو علم وآگاہی کی بنیادی شرط قرار دیتے ہیں اور امت کی ہدایت کے لئے اپنے فرامین میں ارشاد فرماتے ہیں: انسان بصیر اور آگاہ دل کے ذریعہ ابتداء ہی سے یہ جان لیتا ہے کہ اس کام کا نتیجہ اس کے نفع میں ہے یا یہ اس کے لئے نقصان کا باعث ہے۔ آنحضرتؑ نے حقیقت یوں بیان فرمائی ہے:

---

۱۔ امالی شیخ طوسیؒ: ۲/۱۹۳، بحار الانوار: ۷۱/۱۸۸

"فَالنّٰاظِرُ بِالْقَلْبِ الْعَامِلُ بِالْبَصَرِ ،یَکُوْنُ مُبْتَدَءُ عَمَلِهِ أَنْ یَعْلَمَ أَعُمْلُهُ عَلَیْهِ أَمْ لَهُ"[۱]

جو دل کے ذریعے دیکھیں اور بصیرت سے عمل کریں! وہ کام کے آغاز ہی سے جانتے ہیں کہ یہ کام ان نے لئے مضر ہے یا مفید ہے۔

چہ نیکو متاعی است کار آگھی  کزین نقد عالم مبادا تھی

ز عالم کسی سر بر آرد بلند  کہ در کار عالم بود ہوشمند

## کام کے شرائط اور اس کے موانع کو مدنظر رکھیں

اپنی فعالیت کے نتیجہ تک پہنچنے کے لئے کام کے شرائط واسباب کو آمادہ کریں اور اس کے لازمی امور کو انجام دیں۔ پھر اپنی فعالیت کے نتیجہ اور ہدف تک پہنچنے کے لئے ثابت قدم رہیں۔ کیونکہ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وَمَنْ لاٰ بَدَ الْاُمُوْرَ عَطِبَ"[۲]

جو کوئی بھی کام کے اسباب فراہم کئے بغیر سختیوں کو برداشت کرے، وہ ہلاک ہو جائے گا۔

ہر مفید پروگرام کو انجام دینے کے لئے اس کے شرائط واسباب کو فراہم کرنے کے علاوہ اس کے موانع سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے تاکہ موانع ہدف تک پہنچنے کی راہ میں حائل نہ ہو سکیں۔

اس بناء پر کام اور کوشش سے نتیجہ اخذ کرنے کے لئے ایسے امور کو اپنی راہ سے نکال دیں جو آپ کے کام، کوشش اور آپ کی فعالیت کے نتیجہ کو نیست و نابود کر دیں۔ ورنہ ممکن ہے کہ کوئی ایک غلطی آپ کی ساری محنت پر پانی پھیر دے۔ بہت سے افراد اپنے مقصد تک پہنچنے کے لئے طاقت طلب کام اور اہم ریاضتیں انجام دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود انہیں اپنے کام میں رنج و مصیبت کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

---

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ: ۱۵۴

۲۔ تحف العقول: ۸۸، بحار الانوار: ۷۷/۲۳۸

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"رُبَّ سٰاعٍ فِیمٰا یَضُرُّهُ"[۱]

بعض اوقات کوئی کسی کام میں کوشش کرتا ہے لیکن اسے نقصان پہنچتا ہے۔

اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم نے جو کام انجام دیا ہے وہ نتیجہ مند ہو اور اس کام کو انجام دینے کے لئے ہم نے جو تکالیف برداشت کی ہیں، وہ بے نتیجہ نہ ہوں تو ہمیں اس کام کی راہ میں حائل رکاوٹوں اور موانع سے آگاہ ہونا چاہئے۔ اب ہم بطور نمونہ اہم امور کی راہ میں حائل موانع میں سے دو اہم موانع بیان کرتے ہیں۔

## کام اور کوشش کے موانع

### ۱۔ بے ارزش کاموں کی عادت

کام اور کوشش کے موانع میں سے ایک مورد گذشتہ کاموں کی عادت کا غلبہ ہے۔ یہ مؤثر کاموں کے نتیجہ بخش ہونے کی راہ میں بہت بڑی آفت کے طور پر شمار کیا جاتا ہے اور اس کے بہت زیادہ تخریبی اثرات ہیں۔

اس لئے حضرت علی علیہ السلام اسے ریاضتوں کی آفت اور فعالیت کو نابود کرنے والا سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"آفَةُ الرِّیاضَةِ غَلَبَةُ الْعٰادَةِ"[۲]

عادت کا غلبہ پا جانا ریاضت کی آفت ہے۔

---

۱۔ نہج البلاغہ، مکتوب: ۳۱

۲۔ شرح غرر الحکم: ۳/۱۰۴

برے کاموں کی عادت مختلف امور کے لئے کام اور کوشش کے اثرات کو نیست و نابود کر دیتی ہے۔ جس طرح مختلف قسم کے بیکٹیریا اور جراثیم انسان کے بدن اور صحت کے لئے بہت نقصان دہ ہوتے ہیں اسی طرح ناپسندیدہ اور برے کاموں کی عادت اہم امور کے اثرات و نتائج کو نابود کر دیتی ہے۔

ہمیں مختلف کاموں کے نتائج تک پہنچنے اور اپنے کام اور کوشش کے نتیجہ بخش ہونے کے لئے نہ صرف فعالیت کرنی چاہئے بلکہ اپنی کوششوں کو بے ثمر کرنے والی بری عادتوں پر بھی غلبہ پانا چاہئے۔

اسی لئے حضرت امام علی بن ابیطالب علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اَلْفَضِیْلَةُ غَلَبَةُ الْعادَةِ''[1]

عادت پر غلبہ پانا، فضیلت ہے۔

اس بناء پر انسانی فضیلتوں کے حصول کے لئے نہ صرف کام اور کوشش کرنی چاہئے بلکہ بری اور فضول عادتوں پر بھی غلبہ پانا چاہئے۔ اگر کسی گندے پانی کے حوض میں کوئی صاف پانی ڈالا جائے تو صاف پانی ڈالنے سے گندے پانی کا حوض صاف پانی میں تبدیل نہیں ہوگا مگر یہ کہ اس میں اس قدر پانی ڈالا جائے کہ جو گندے پانی پر غلبہ پا جائے اور گندے پانی کو حوض سے نکال دیا جائے۔ اس صورت میں حوض کا پانی صاف ہو جائے گا۔

بری عادتیں بھی اسی گندے پانی کی طرح ہیں جو انسان کے وجود کو گندہ کر دیتی ہیں اور جب انسان صاحب فضیلت بن جائے تو وہ اپنے وجود سے بری عادتوں کو پاک کرے اور ان پر غالب آئے۔ لیکن اگر اس پر ناپسندیدہ عادتیں غالب آ جائیں تو پھر نیک کام گندے پانی کے حوض میں اسی صاف پانی کی طرح ہوں گے جو اس پانی کی گندگی کو ختم نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس سے صاف پانی بھی گندہ ہو جائے گا۔ پانی کی گندی کو ختم کرنے کے لئے اس میں اتنا صاف پانی ڈالا جائے تا کہ وہ گندے

---

۱۔ شرح غرر الحکم: ۱/۹۷

پانی پر غلبہ پا جائے۔

ناپسندیدہ عادتوں کو برطرف کرنے کے لئے اس قدر اچھے کام انجام دیئے جائیں تا کہ خود سے بری عادتوں کا خاتمہ ہو جائے ورنہ اچھے اور پسندیدہ کاموں کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ حاصل نہیں ہوگا۔

اس بناء پر اپنے کام اور فعالیت سے مثبت نتیجہ حاصل کرنے کے لئے اس کے موانع کو برطرف کریں اور ان کے موانع میں سے ایک بے ارزش اور غلط کاموں کی عادت ہے۔

مذکورہ قصہ میں خیبر کے دو جوان اپنی گذشتہ حالت کی عادت سے دستبردار ہوئے جس کی وجہ سے انہوں نے فضیلت کی راہ پر قدم رکھا اور وہ سعادت مند ہوئے۔

## ۲۔ تھکاوٹ اور بے حالی

کاموں کو انجام دینے کی راہ میں دوسرا مانع تھکاوٹ ہے۔ ہمیں تھکاوٹ کی وجہ سے کام کو چھوڑ نہیں دینا چاہئے کیونکہ بہت سے موارد میں تھکاوٹ جھوٹی ہوتی ہے نہ کہ واقعی۔ ایسے موارد میں ہوشیاری سے تھکاوٹ کو ختم کرنا چاہئے اور جب حقیقت میں تھک جائیں تو کام میں تبدیلی کر سکتے ہیں لیکن بیکار نہیں بیٹھنا چاہئے۔

مولائے کائنات حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام اپنی وصیت میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرماتے ہیں:

"بُنَيَّ أُوصِيكَ.....بِالْعَمَلِ فِي النَّشَاطِ وَالْكَسَلِ"[1]

اے میرے بیٹے! میں تمہیں نشاط اور کسالت میں کام کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔

اس وصیت سے یہ استفادہ کیا جاتا ہے کہ اگر انسان کسی کام سے تھک جائے تو اسے تھکاوٹ کی وجہ سے بیکار نہیں بیٹھنا چاہئے بلکہ اسے اس وقت کوئی دوسرا کام کرنا چاہئے کیونکہ کام میں تبدیلی کے

---

[1] تحف العقول: ۸۸، بحار الانوار: ۷۷/۲۳۸

باعث انسان کی تھکن دور ہو جاتی ہے۔

اس بناء پر تھکاوٹ کی وجہ سے بیکار بیٹھ جانے کے بجائے کام میں تحوّل، تبدیلی اور تنوع سے اپنے کام اور فعالیت کو جاری رکھیں اور خود سے تھکاوٹ کو دور کریں۔

پس مولا امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام کے فرمان سے استفادہ کرتے ہوئے تھکاوٹ کا بہانہ بنا کر کام کو چھوڑ نہیں دینا چاہئے۔

بہ رنج اندرست ای خرد مند گنج　　نیابد کسی گنج نابردہ رنج

چو کاھل بود مردِ بُرنا بہ کار　　از او سیر گردد دل روز گار

حضرت امام علی بن ابیطالب علیہ السلام کے کلام سے ایک اور بہترین نکتہ بھی استفادہ ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تھکاوٹ جیسی بھی ہو (چاہے وہ مسلسل ایک ہی کام کی وجہ سے ہو یا کام کی سختی کی وجہ سے ہو یا پھر لوگوں کی عدم توجہ کی وجہ سے ہو) اسے کام کو ترک کرنے کا بہانہ قرار نہیں دے سکتے کیونکہ ہم نے جو کام منتخب کیا ہے اگر وہ دین کے لحاظ سے صحیح اور پسندیدہ ہو تو اسے لوگوں کی باتوں کی وجہ سے چھوڑ کر ناامید نہیں بیٹھنا چاہئے بلکہ اس کے رنگ کو بدل دیں اور اسے ایک نئی شکل دیں۔

دیکھئے کہ مرحوم محدث نوریؒ نے کس طرح لوگوں کی باتوں پر کان نہیں دھرے اور کتابوں کے دو قلمی نسخوں کے لئے اپنی تلاش کو جاری رکھا۔

## دو قلمی نسخوں کے لئے تلاش اور توسل

مرحوم سید اسد اللہ اصفہانی کہتے ہیں: ایک دن میں محدث نوریؒ کے ساتھ کربلا کی زیارت سے مشرّف ہوا۔ راستہ میں محدث نوریؒ نے دو کتابوں کے نام لئے اور فرمایا: مجھے یہ دونوں کتابیں بہت پسند ہیں لیکن اب تک اپنی تمام تر کوشش کے باوجود مجھے یہ دونوں کتابیں نہیں ملیں لیکن اس سفر میں مجھے وہ کتابیں سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے مل جائیں گی۔

انہوں نے یہ بات چند مرتبہ تکرار کی یہاں تک کہ ہم کربلا میں داخل ہو گئے۔ ہم حضرت امام حسین علیہ السلام کے حرم کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔ زیارت کے بعد ہم باہر آئے تو عورتوں والی جگہ کے پاس ہم نے ایک عورت کو دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔

محدث نوریؒ نے کہا: یہ دونوں کتابیں کون سی ہیں؟ اس عورت نے کہا: یہ دونوں برائے فروخت ہیں۔ ہم نے ان کتابوں کو دیکھا تو وہ وہی دو کتابیں تھیں جن کی ہمیں تلاش تھی۔

محدث نوریؒ نے پوچھا: ان کتابوں کا ہدیہ کتنا ہے؟

اس عورت نے کہا: بائیس قران۔

محدث نوری نے مجھ سے کہا: تمہارے پاس جتنے پیسے ہیں دے دو۔ ہمارے پاس ملا کے چھ قران سے زیادہ نہ ہوئے۔ ہم نے وہ پیسے اس عورت کو دے دیئے۔

میں نے خود سے کہا: ہم ابھی آئے اور اب تک کھانا بھی نہیں کھایا اور سارے پیسے ان کتابوں کے لئے دے دیئے ہیں لیکن اب ہم کتابوں کے بقیہ پیسے کہاں سے دیں گے؟

پھر انہوں نے اس عورت سے کہا: ہمارے ساتھ آؤ۔ ہم بازار گئے انہوں نے اپنا عمامہ، عبا اور قبا بیچ ڈالی! لیکن اسکے باوجود بھی پیسے کم تھے۔ پھر انہوں نے اپنا جوتا بھی بیچ دیا۔ بالآخر بائیس قران پورے ہو گئے اور ہم نے وہ پیسے اس عورت کو دیئے۔

اب اس بزرگوار کے پاس قمیض شلوار اور زیر جامہ کے سوا کچھ بھی نہیں تھا! میں نے کہا: مولانا آپ نے اپنا یہ کیا حال کر لیا؟ انہوں نے فرمایا: یہ بہت آسان ہے ہم تو درویش ہیں! ہم اسی حالت میں صحن میں داخل ہوئے اور ہماری کچھ دوستوں سے ملاقات ہوئی۔ وہ گئے اور لباس لے کر آئے اور انہوں نے وہ لباس پہنا۔

مرحوم محدث نوریؒ بزرگ شیعہ علماء میں سے ہیں جو بہت صاحب جلال تھے۔ تلاش اور توسل کے ذریعے حاصل ہونے والی ان دو نایاب کتابوں کے حصول کے لئے وہ گلیوں اور بازاروں میں عبا

اور عمامہ کے بغیر چلنے کو بھی تیار تھے اور انہوں نے اسے اپنے جاہ وجلال کے منافی نہیں سمجھا۔[۱]

## غور وفکر سے کام کرنا

سعی وکوشش، جستجو اور زیادہ کام کرنا مومنوں کی خصوصیات میں سے ہے۔ وہ ایمان اور یقین کامل کی وجہ سے کبھی فارغ نہیں بیٹھتے بلکہ ہمیشہ کام اور فعالیت کے ذریعے اپنے مقصد تک پہنچنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام اس حقیقت کو بیان کرنے والے ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"اَلْمُؤْمِنُ قَلِيْلُ الزَّلَلِ كَثِيْرُ الْعَمَلِ"[۲]

مومن کم غلطی کرتا ہے لیکن وہ بہت زیادہ کام انجام دیتا ہے۔

باایمان شخص زیادہ کام کرنے کے باوجود بھی بہت کم خطاؤں کا مرتکب ہوتا ہے اور اس سے بہت کم لغزش سرزد ہوتی ہیں۔ یہ چیز خود اس حقیقت کی گواہ ہے کہ مومن شخص میں تدبّر کی قوت زیادہ ہوتی ہے۔

حضرت امام علی مرتضٰی علیہ السلام اپنے ایک کلام میں فرماتے ہیں:

"اَلتَّدْبِيْرُ قَبْلَ الْفِعْلِ يُؤْمِنُ الْعِثَارَ"[۳]

کام کو انجام دینے سے پہلے اس کے بارے میں تدبّر انسان کو خطاؤں سے محفوظ رکھتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں آنحضرتؐ انسانوں کو ہوشیار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اِيَّاكَ وَ اَنْ تَعْمَلَ عَمَلاً بِغَيْرِ تَدْبِيْرٍ وَ عِلْمٍ"[۴]

کسی کام کو تدبیر اور آگاہی کے بغیر انجام دینے سے پرہیز کرو۔

---

۱۔ معجزات وکرامات آئمہ اطہار علیہم السلام: ۷۲

۲۔ شرح غرر الحکم: ۳۸۳/۱

۳۔ شرح غرر الحکم: ۳۸۴/۱

۴۔ شرح غرر الحکم: ۲۲۰/۲

آپؑ اجتماعی کاموں کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

"اِجْعَلْ لِكُلِّ اِنْسَانٍ مِنْ خَدَمِكَ عَمَلاً تَأْخُذُهُ بِهِ،فَإِنَّهُ اَحْرىٰ اَلاّٰ يَتَوَاكَلُوا فِي خِدْمَتِكَ"[۱]

اپنے خدمت کرنے والوں میں سے ہر ایک کے لئے کام معین کرو اور اس سے وہی کام لو، کیونکہ ایسا کرنا اس لئے مناسب ہے کہ وہ تمہاری خدمت کرنے میں ایک دوسرے پر بھروسہ نہ کریں۔

اس حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اجتماعی کاموں میں تدبّر اور غور وفکر کے لئے ہر ایک فرد کے لئے اس کے کام کو معین کر دیا جائے اور اس سے وہی کام لیا جائے تا کہ ان کے پاس اپنا کام دوسروں کے کندھوں پر ڈالنے کا کوئی بہانہ باقی نہ رہے۔

لیکن انسان کو غور کرنا چاہئے کہ اگر انسان کو توفیق ملے تو اس میں خود بینی ایجاد نہیں ہونی چاہئے اور وہ یہ نہ سوچے کہ وہ جو بھی کام انجام دے رہا ہے وہ اس کی اپنی توانائی، قدرت اور شخص ارادے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ انسان میں ارادہ، خدا کی توفیق سے ہی پیدا ہوتا ہے۔

اس بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"فَاجْتَهِدُوا فِي طٰاعَةِ اللّٰهِ اِنْ سَرَّكُمْ اَنْ تَكُوْنُوا مُؤْمِنِيْنَ حَقًّا حَقًّا وَ لاٰ قُوَّةَ اِلاّٰ بِاللّٰهِ"[۲]

اگر تم واقعاً چاہتے ہو کہ تمہارا شمار حقیقی مومنوں میں ہو تو خدا کی اطاعت کی کوشش کرو اور اس کام کی قوت فقط خدا کے وسیلے سے ہی ملتی ہے۔

اگر انسان کو بہت زیادہ توفیق میسر ہو تو اسے زیادہ سے زیادہ نیک اور مشکل کام انجام دینے چاہئیں اور کبھی غرور وتکبر نہیں کرنا چاہئے اور یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس نے جو عبادات انجام دی ہیں وہ اس کی اپنی توانائی ہی تھی۔ کیونکہ جس طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۴/۱۴۳، نہج البلاغہ، مکتوب: ۳۱

۲۔ بحار الانوار: ۷۸/۲۰۰

"لا قُوَّةَ اِلاّ بِاللّٰہِ"

یعنی کاموں کو انجام دینے کی قدرت وتوانائی نہیں ہے مگر خدا کے وسیلہ سے۔

پس یہ خدا کا لطف ہے جو کہ حقیقی مومنوں اور اولیاء خدا کے شامل حال ہے اور وہ توفیق کی وجہ ہی سے سخت عبادی کاموں کو آسانی سے انجام دیتے ہیں نہ کہ ان کی شخصی توانائی عبادت کو انجام دینے کی قدرت کا سبب بنی۔

قرآن مجید میں ارشاد رب العزت ہے:

﴿مَّا أَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَا أَصَابَکَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِکَ﴾[1]

تم تک جو بھی اچھائی اور کامیابی پہنچی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو بھی برائی پہنچی ہے وہ خود تمہاری طرف سے ہے۔

کیونکہ جس طرح تمام خوبیوں کا اصلی منشاء خداوند عالم ہے اور تمام برائیوں کا سرچشمہ انسان کا نفس ہے جو خواہشات نفس اور شیطانی وسوسوں کے ذریعہ انسان کو گمراہ کرتا ہے۔

---

۱۔ سورۂ نساء، آیت: ۷۹

# نتیجۂ بحث

سعی وکوشش بلند اہداف و مقاصد تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے۔کامیابی کے حصول کے لئے اپنے نفس کو اپنی عقل کا تابع قرار دے کر ایسے امور انجام دینے کی جستجو اور کوشش کریں کہ جو آپ کو سعادت و کامیابی تک پہنچانے کا باعث بنیں۔اپنے کام آگاہانہ طور پر شروع کریں اور تدبّر کے ذریعے ان کے مستقبل کی جانچ پڑتال کریں۔

کام کے ضروری مقدمات مہیا کریں اور اس کے موانع کو برطرف کریں۔

اگر آپ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ آپ کا مستقبل بھی بزرگ شخصیات کی طرح روشن ہو تو یقین کیجئے گذشتہ زندگی کی عادت آپ کے اہداف کی راہ میں حائل سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔آپ کو اپنی گذشتہ تمام بری عادتیں ختم کرنی چاہئیں تا کہ آپ اپنے ارادے کے ذریعے بہتر طریقے سے کام انجام دے سکیں۔دو جہد اور کوشش کریں اور اگر خدا نے چاہا تو آپ ضرور اپنی منزل اور اپنے مقصد تک پہنچ جائیں گے۔

چه کوشش نباشد تن زور مند
نیارد سر از آرزوها بلند
که اندر جهان سود بی رنج نیست
کسی را که کاهل بود گنج نیست

چھٹا باب

# توسل

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"هُمُ الْوَسِيْلَةُ اِلَى اللّٰهِ وَالْوُصْلَةُ اِلٰى عَفْوِهِ وَ رِضٰاه"

معصومین علیہم السلام خدا کی طرف وسیلہ ہیں اور اس کی بخشش اور رضائیت تک پہنچنے کا راستہ ہیں۔

# چھٹا باب

## خدا اور اہلبیت علیہم السلام کی یاد

خدا کی یاد افسردہ و غمگین اور پریشان دلوں کو آرام بخشتی ہے اور انہیں مشکلات سے نجات دیتی ہے۔ لیکن غفلت اور خدا و اہلبیت اطہار علیہم السلام کی یاد کو چھوڑ دینا قلب کی تاریکی کا باعث ہے جو دل کو ہمیشہ کے لئے پریشانی میں مبتلا کر دیتی ہے۔

خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی:

"یٰا مُوسیٰ لاٰ تَفرَح بِکَثرَةِ الْمٰالِ وَ لاٰ تَدَعْ ذِکرِي عَلیٰ کُلِّ حٰالٍ فَاِنَّ کَثرَةَ الْمَالِ تُنسِی الذُّنُوبَ وَ اِنَّ تَرکَ ذِکرِیٰ یُقسِي الْقُلُوبَ"[۱]

اے موسیٰ! مال کی کثرت کی وجہ سے خوش نہ ہو اور کسی بھی حال میں میری یاد کو ترک نہ کرو کیونکہ مال کی کثرت گناہوں کو بھلا دیتی ہے اور بیشک میری یاد کو ترک کر دینا قساوت قلب ایجاد کرتی ہے۔

کیونکہ خدا کی یاد کو ترک کرنے کی وجہ سے شیطان انسان پر مسلط ہو جاتا ہے اور اس سے آرام و سکون کو سلب کر لیتا ہے۔

خداوند کریم قرآن مجید میں فرماتا ہے:

﴿وَمَن یَعْشُ عَن ذِکرِ الرَّحْمَنِ نُقَیِّضْ لَهُ شَیْطَاناً فَهُوَ لَهُ قَرِینٌ﴾[۲]

اور جو شخص بھی اللہ کے ذکر کی طرف سے اندھا ہو جائے گا ہم اس کے لئے ایک شیطان مقرر

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۲/۶۳، علل الشرائع: ۱/۷۷

۲۔ سورۂ زخرف، آیت: ۳۶

کر دیں گے جو اس کا ساتھی اور ہم نشین ہوگا۔

گناہوں کو فراموش کر دینا، قساوت قلب اور شیطان کا مسلط ہو جانا یا دخدا کو ترک کر دینے کے نتائج میں سے ہے۔ خدا کی یاد انسان کو روحانی گرفتاریوں سے نجات دیتی ہے اور اسے اطمینان قلب اور روحانی سکون عطا کرتی ہے۔ ہمیں اس نکتہ کی طرف بھی توجہ کرنا چاہئے کہ اہلبیت علیہم السلام کی یاد بھی یاد خدا ہے نیز ذکر خدا سے پیدا ہونے والے اثرات اہلبیت اطہار علیہم السلام کے ذکر بھی ایجاد ہو جاتے ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اِنَّ ذِکْرَنا مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ"[۱]

بیشک ہمارا ذکر، خدا کا ہی ذکر ہے۔

ہمیں صرف ان معصوم ہستیوں کا ذکر ہی نہیں کرنا چاہئے بلکہ مشکلات اور پریشانیوں میں ان سے متوسل بھی ہونا چاہئے۔ کیونکہ خاندان نبوت و رسالت علیہم السلام نجات کی کشتی ہیں اور بے سہارا لوگوں کے لئے پناہگاہ ہیں۔ خاندان رسالت علیہم السلام پریشانیوں کے دریا میں گرفتار بے چاروں کی فریاد سننے والے ہیں۔ وہ گمراہی کے وحشتناک گرداب میں پھنسے ہوئے افراد کے لئے نجات کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم ان بزرگ اور معصوم ہستیوں کو پریشانیوں اور مشکلوں میں گرفتار امت کے منجی (نجات دینے والا) کے طور پر پہچانیں۔

امیر المؤمنین حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام فرماتے ہیں:

"أَیُّھَا النَّاسُ شُقُّوْا أَمْوَاجَ الْفِتَنِ بِسُفُنِ النَّجَاۃِ"[۲]

اے لوگو! فتنے کی لہروں کو کشتی نجات کی مدد سے چیر دو۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۴۶۸/۷۵

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ: ۵

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام ایک دوسری روایت میں فرماتے ہیں:

"مَنْ رَکِبَ غَیْرَسَفِیْنَتِنَا غَرِقَ"[۱]

جو کوئی ہماری کشتی کے سوا کسی اور میں سوار ہوگیا وہ غرق ہو جائے گا۔

اس بناء پر انسان اپنی تمام مشکلات حتی کے اعتقادی مسائل ومشکلات میں بھی حقیقی ہادی وورہنما سے ہی ہدایت لینا چاہئے ورنہ وہ گمراہ ہو جائے گا۔

حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَنْ یَطْلُبِ الْهِدَایَةَ مِنْ غَیْرِ أَهْلِهَا یَضِلُّ"[۲]

جو کوئی ہدایت کے اہل افراد کے علاوہ کسی اور سے ہدایت لے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔

اب ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے معاشرے کے پست اور نا اہل افراد کی پیروی کو قبول کر لیا؟!

مشکلات، فتنہ، فساد اور تباہ وبرباد کر دینے والے طوفان (جب طوفان کی خطرناک لہریں ہوشیار بھی کر رہی ہوں) میں خدا اور اولیائے خدا کے علاوہ کسی اور کا دامن تھامنے والے نیست ونابود ہو جاتے ہیں۔ لیکن اہلبیت اطہار علیہم السلام سے متمسک ہونا اور ان معصوم ہستوں سے مدد مانگنا آپ کو گمراہی وہلاکت سے نجات دلا کر ساحل تک پہنچا دے گا۔

اگر چہ سمندر میں مدّ وجذر تمام چھوٹی بڑی کشتیوں کو ایک ساتھ اوپر نیچے کر دیتا ہے لیکن دریا کا طلاطم تمام کشتیوں کو غرق نہیں کر سکتا۔ مصیبتیں اور فتنہ وفساد بھی ایسے ہی ہیں یہ جتنے بھی خطرناک کیوں نہ ہوں لیکن پھر بھی یہ تمام انسانوں کو نابود نہیں کر سکتے بلکہ کچھ کو کشتی نجات ساحل تک پہنچا ہی دیتی ہے۔

---

۱۔ شرح غرر الحکم: ۱۸۴/۵

۲۔ شرح غرر الحکم: ۳۰۸/۵

**ره ملك سعادت را تواند بی خطر رفتن**

**به دست خود زآئین ادب هر کس عصا دارد**

انسانوں میں سے کچھ ایسے بھی افراد موجود ہیں جو نہ صرف آخری زمانے کے فتنوں کے سامنے سینہ سپر رہتے ہیں بلکہ اپنی قدر و منزلت میں بھی اضافہ کرتے ہیں۔

اگر آپ ایسے افراد میں سے ہونا پسند کرتے ہیں تو مشکلات اور مصائب کے طوفان کی خطرناک لہروں میں اہلبیت اطہار علیہم السلام کی کشتی سے متمسک ہو جائیں اور ولایت الٰہیہ کا عظیم مقام رکھنے والی ہستیوں سے توسل کے ذریعے خود کو گمراہی اور حیرانگی سے نجات دیں۔

## توسل، قرآن کی نظر میں

اس بناء پر اپنی مشکلات اور پریشانیوں میں اہلبیت علیہم السلام سے متوسل ہوں اور اس خاندان کی کریمانہ عنایات سے استفادہ کریں۔ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اذا نَزَلَتْ بِكُمْ شِدَّةً فَاسْتَعِينُوا بِنا عَلَى اللّٰهِ، وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ: ﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاء الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا﴾[1] قَالَ: قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السلام: نَحْنُ وَاللّٰهِ الْاَسْمٰاءُ الْحُسْنَى الَّذِي لاٰ يُقْبَلُ مِنْ أَحَدٍ اِلاّٰ بِمَعْرِفَتِنا قَالَ: فَادْعُوهُ بِها"[2]

جب بھی تم کسی سخت مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ تو ہمارے وسیلہ سے خدا سے مدد مانگو۔ یہی خدا کے فرمان کا معنی ہے کہ خدا نے فرمایا "اور اللہ ہی کے لئے بہترین نام ہیں لہذا اسے ان ہی کے ذریعہ پکارو"

پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے یوں فرمایا ہے:

---

۱۔ سورۂ اعراف، آیت: ۱۸۰

۲۔ بحار الانوار: ۹۴/۶، تفسیر عیاشی: ۴۲/۲

خدا کی قسم ہم خدا کے وہ بہترین نام ہیں، کوئی عمل بھی قبول نہیں ہوسکتا مگر ہماری معرفت کے ذریعے سے۔ پھر حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا کو ان کے وسیلے سے پکارو۔

اس بناء پر اہلبیت علیہم السلام خدا کے بہترین نام ہیں اور اس دور میں حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ فرجہ الشریف اس کا مجسم نمونہ اور ہم پر خدا کی عنایات کا مظہر ہیں۔ ہمیں تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرنا چاہئے اور اس ہستی کی عنایات سے توسل کر کے خدا کا تقرب حاصل کرنا چاہئے۔

قرآن مجید میں پروردگار عالم کا ارشاد ہے:

﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا إِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[1]

ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچے کا وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو کہ شاید اس طرح کامیاب ہوجاؤ۔

ہم اہلبیت اطہار علیہم السلام سے توسّل کے ذریعے عالم غیب سے مدد طلب کرتے ہیں اور ان بزرگ ہستیوں کی عنایات حاصل کرتے ہیں۔

## دعاؤں اور زیارات میں توسّل

لوگوں نے اہلبیت عصمت و طہارت علیہم السلام سے توسّل کے اس قدر نتائج دیکھے ہیں جو کہ ناقابل انکار ہیں۔ خاندان وحی علیہم السلام کے تمام محبّ اپنی مشکلات انہیں ہستیوں کے توسّل سے حل کرتے ہیں نیز وہ دوسروں کی حاجات کے مستجاب ہونے کے شاہد بھی ہیں ان کے توسّل سے ایسی مشکلیں حل ہوجاتی ہیں جن کا ہماری عقل کی محدودیت کے اعتبار سے حل ہونا ممکن نہیں ہوتا۔

---

۱۔ سورۂ مائدہ، آیت: ۳۵

اہلبیت اطہار علیہم السلام سے توسّل کی اہمیت کی وجہ سے نہ صرف قرآن مجید اور خاندان وحی علیہم السلام کی روایات میں اس کا حکم کیا گیا ہے بلکہ عاؤں اور زیارتوں کے ضمن میں بھی ہمیں توسّل کی طرف دعوت دی گئی ہے۔ اب اس کے دو نمونے ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

۱۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت میں عرض کرتے ہیں:

''اَتَوَسَّلُ اِلَی اللّٰہِ بِکَ فِیْ حَوائِجِیْ مِنْ أَمْرِ آخِرَتِیْ وَ دُنْیایَ وَ بِکَ یَتَوَسَّلُ الْمُتَوَسِّلُوْنَ اِلَی اللّٰہِ فِي حَوائِجِھِمْ''[۱]

میں اپنی تمام حاجتوں میں چاہے وہ دنیاوی ہوں یا اخروی آپ کے وسیلہ سے خدا کی بارگاہ میں متوسل ہوتا ہوں اور خدا کی بارگاہ میں متوسل ہونے والے سب کے سب اپنی حاجات میں آپ کے وسیلہ سے ہی توسل کرتے ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام سے متوسّل ہونا اور آپؑ کے لئے گریہ وعزاداری کرنا سب لوگوں کے لئے ایک کھلا باب ہے حتی گناہوں سے آلودہ اور اپنے رفتار و کردار میں پشیمان افراد بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف رخ کر سکتے ہیں کیونکہ آنحضرتؑ تمام گناہگاروں کو بخشنے والے ہیں۔ یقین جانیں کہ یہ مظلوم امامؑ سارے بے سہارا لوگوں کی دلجوئی و دلنوازی فرماتے ہیں۔

۲۔ روز عرفہ کے دن کی دعا میں پڑھتے ہیں:

''.....أَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ نَبِیِّکَ وَ آلِہِ الطّٰاھِرِیْنَ وَ اَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِالْآئِمَّۃِ الَّذِیْنَ اِخْتَرْتَھُمْ لِسِرِّکَ وَ اطَّلَعْتَھُمْ عَلٰی وَحْیِکَ''[۲]

خدایا! میں تجھ سے تیرے پیغمبر حضرت محمدؐ اور ان کی پاک آل کے حق سے سوال کرتا ہوں اور تجھ سے اس امام کے وسیلہ سے متوسّل ہوتا ہوں جسے تو نے اپنے سرّ کے لئے منتخب کیا اور اسے اپنی وحی سے آگاہ کیا۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۱۰۱/۱۶۸

۲۔ بحار الانوار: ۹۸/۲۳۱

مکتب اہلبیت علیہم السلام کے پیروکار نہ صرف ان بزرگ ہستیوں کو خدا کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ اور شفیع قرار دیتے ہیں اور توسّلات کے ذریعے اہلبیت علیہم السلام کی توجہات اور عنایات حاصل کرتے ہیں بلکہ ان بزرگوں کے اسم سے متوسّل ہو کر ان کے نام کو خدا کے تقرب کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

ہم حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت میں پڑھتے ہیں:

"اَلسَّلامُ عَلٰی مَنْ أَسْمائُهُمْ وَسِیْلَةُ السّائِلِیْنَ وَ هَیْاٰکِلُهُمْ أَمانُ الْمَخْلُوْقِیْنَ وَ حُجَجُهُمْ اِبْطالُ شُبَهِ الْمُلْحِدِیْنَ....."[1]

ان پر سلام ہو جن کے اسماء سوال کرنے والوں کے لئے وسیلہ ہیں اور جن کا پیکر مخلوقین کے لئے امان ہے اور جن کا استدلال ملحدین کے شبہہ کو باطل کرنے والا ہے۔

اس بناء پر ان ہستیوں کے اسماء خدا کی بارگاہ میں تقرب کا ذریعہ ہیں اسی لئے محبان اہلبیت علیہم السلام خاندان نبوت علیہم السلام کی یاد میں برپا کی جانے والی مجالس میں انہیں کے اسماء کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے ورد کے ذریعے اپنے قلوب کو منور کرتے ہیں۔

ہمارے بزرگ نہ صرف ان معصوم ہستیوں کے اسماء سے مستفید ہوتے ہیں بلکہ ان کی درگاہ کی تربت سے بھی تبرّک کے طور پر استفادہ کرتے ہیں اور اپنے درد کا مداوا کرتے ہیں۔

مرحوم محدث قمیؒ لکھتے ہیں: مرحوم سید نعمت اللہ جزائریؒ اپنے زمانۂ تحصیل کے اوائل میں فقر کی وجہ سے مطالعہ کے لئے چراغ جلانے کی بھی استطاعت نہیں رکھتے تھے اسی لئے وہ چاند کی روشنی سے استفادہ کرتے تھے۔ چاند کی روشنی میں کثرت مطالعہ کی وجہ سے آپ کی آنکھیں کمزور ہو گئیں تھیں۔ وہ اپنی آنکھوں کے نور کے لئے حضرت امام حسین علیہ السلام اور عراق میں دوسرے آئمہ علیہم السلام کے روضوں کی خاک اپنی آنکھوں پر ملتے تھے جس کی برکت سے آپ کی انکھوں کا نور ٹھیک ہو گیا۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۱۰۱/۱۶۸

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں: جب بھی میری آنکھیں زیادہ لکھنے کی وجہ سے کمزور ہو جاتیں تو میں بھی آئمہ اطہار علیہم السلام کے حرم سے استفادہ کرتا ہوں اور کبھی اہلبیت عصمت طہارت علیہم السلام کی احادیث و روایات کو اپنی انکھوں سے لگاتا ہوں۔ الحمد اللہ میری آنکھوں کا نور بالکل ٹھیک ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ دنیا و آخرت میں میری آنکھیں انہیں کی برکتوں سے ہمیشہ روشن رہیں۔[۱]

## توسّل تقرب الٰہی کا ذریعہ

اہلبیت عصمت و طہارت علیہم السلام سے توسّل خدا کی بارگاہ میں انسان کی آبرو میں اضافہ کرتا ہے اور یہ خدا کے نزدیک تقرب کا ذریعہ ہے۔ اسی لئے ہم بعض دعاؤں اور مناجات میں خداوند کریم سے درخواست کرتے ہیں کہ اہلبیت علیہم السلام کے توسّل کی وجہ سے ہمیں اپنی بارگاہ میں آبرومند قرار دے اور اپنا مقام قرب عطا فرما۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی مناجات انجیلیہ میں آیا ہے:

"أَللّٰهُمَّ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ أَهْلِ بَيْتِهِ الطّٰاهِرِيْنَ وَ اجْعَلْنِيْ بِحُبِّهِمْ يَوْمَ الْعَرْضِ عَلَيْكَ نَبِيُّهاً وَ مِنَ الْاَنْجٰاسِ وَ الْاَرْجٰاسِ نَزِيْهاً وَ بِالتَّوَسُّلِ بِهِمْ اِلَيْكَ مُقَرَّباً وَجِيْهاً"[۲]

خداوندا! اپنا درود اور رحمت محمدؐ اور ان کے پاک اہلبیت علیہم السلام پر نازل فرما اور مجھے ان سے محبت کی وجہ سے قیامت کے دن گرامی قرار دے اور نجاسات و پلیدیوں سے پاک رکھ اور ان سے توسّل کی وجہ سے اپنے نزدیک مقرّب اور آبرومند قرار دے۔

---

۱۔ فوائد الرضویہ محدث قمیؒ: ۶۹۵

۲۔ بحار الانوار: ج ۹۴ ص ۱۶۸

# توسّل دعاؤں کے مستجاب ہونے کا ذریعہ

پیغمبر اکرمؐ نے حضرت امام علی علیہ السلام سے فرمایا:

"یا عَلِیُّ مَنْ تَوَسَّلَ اِلَی اللّٰہِ بِحُبِّکُمْ فَحَقٌّ عَلَی اللّٰہِ أَنْ لا یَرُدَّہُ،یا عَلِیُّ مَنْ أَحَبَّکُمْ وَ تَمَسَّکَ بِکُمْ ،فَقَدْ تَمَسَّکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی"[۱]

یا علی! جو کوئی بھی آپ کے خاندان کی محبت کے وسیلے سے خدا سے توسّل کرے تو پس یہ خدا پر حق ہے کہ وہ اسے ردّ نہ کرے۔ یا علی! جو کوئی بھی آپ سے محبت کرتا ہو اور آپ کے خاندان سے متمسک ہو گویا اس نے مضبوط رسّی کو تھام لیا۔

# توسّل میں اعتقادی مسائل

جو کوئی بھی خاندان نبوت علیہم السلام سے متوسل ہو گویا اس نے اہم اعتقادی مسائل میں اپنے ایمان کا اظہار کیا ہے اور اسے تقویت دی ہے۔

۱۔ اس فانی دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد اہلبیت علیہم السلام کی حیات کا عقیدہ:

خداوند کریم کا ارشاد ہے:

﴿ وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُواْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْیَاءٌ عِندَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُونَ﴾[۲]

اور خبردار! راہ خدا میں قتل ہونے والوں کو مردہ گمان تک نہ کرنا وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے یہاں رزق پا رہے ہیں۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۳۶/۳۰۲

۲۔ سورۂ آل عمران، آیت: ۱۶۹

۲۔معصومین علیہم السلام کے علم وآگاہی کا عقیدہ اوراس نکتہ پر اعتقاد کہ انسان دنیا کے جس کونے میں بھی ہو،ان ہستیوں سے متوسل ہوسکتا ہےاوروہ سب کی حاجتوں سے آگاہ ہیں۔کیونکہ اہلبیت علیہم السلام سے توسّل اسی صورت میں متین ہوسکتا ہے جب ہم معتقد ہوں کہ ہم انہیں جہاں سے بھی پکاریں وہ ہماری حاجات سے پوری طرح علم وآگاہی رکھتے ہیں۔

۳۔خدا کی طرف سے معصومین علیہم السلام کی ولایت وقدرت کا عقیدہ:

یہ ایک دوسری حقیقت ہے۔توسّل کے ضمن میں ہم اس کے بارے میں اپنے باطنی ایمان و عقیدہ کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ عقلی لحاظ سے اس سے مدد مانگی جائے جو مدد کرنے اور دلجوئی کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ان ہستیوں سے ہمارے توسّل کا یہ معنی ہے کہ ہم اس حقیقت سے آگاہ ہیں،اس کے معتقد ہیں اوراس پر فخر کرتے ہیں جس طرح آسمانی مخلوقات اس پر فخر کرتی ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ نے امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

"یٰا عَلِیُّ یَتَفٰاخَرُوْنَ أَهْلَ السَّمٰاءِ بِمَعْرِفَتِکَ وَ یَتَوَسَّلُوْنَ اِلَی اللّٰهِ بِمَعْرِفَتِکَ وَ اِنْتِظٰارِ أَمْرِکَ"[1]

یا علی! آسمانی موجودات ومخلوقات تمہاری معرفت پر فخر کرتی ہیں اور تمہاری معرفت اور تمہارے امر کے انتظار سے خداوند کریم سے متوسّل ہوتے ہیں۔

اس بناء پر اہل آسمان کی معرفت افتخار وشناخت اور آسمان کے ساکنین کا انتظار ان کے توسّل کے سبب ہی ہے۔

جی ہاں! حتی کہ آسمانی موجودات ومخلوقات بھی اس دن کا انتظار کر رہی ہیں جب پوری کائنات پر امیر المؤمنین حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام کی مطلق ولایت کا بول بالا ہوگا اور حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ فرجہ الشریف کے دست قدرت سے کوئی طاغوت اور شیطانی طاقت بچ نہیں پائے گی۔اس

---

۱۔بحار الانوار:۴۰/۶۴

دن کسی گھر میں کوئی غم نہیں ہوگا اور پوری دنیا پر معارف اہلبیت علیہم السلام کا نور پھیل جائے گا۔

## توسّل کے بارے میں کچھ بنیادی نکات

جو اہلبیت علیہم السلام سے توسّل کے ذریعے غیبی قدرت حاصل کرنا چاہتے ہوں اور جو یہ چاہتے ہوں کہ ان کے توسّل ہمیشہ سودمند ہوں تو انہیں پہلے توسّل کے بہت اہم نکات اور اس کی شرائط کی طرف مکمل توجہ کرنا چاہئے کیونکہ ان کے بہت زیادہ اثرات ہیں۔ توسّل کرتے وقت ان کی رعایت کریں تا کہ آخرت میں ثواب اور معنویت کے علاوہ دنیا میں بھی اس کے نتائج حاصل کرسکیں اور جس حاجت کی وجہ سے متوسّل ہوئے ہوں، وہ حاصل ہو جائے۔ لیکن اگر ان شرائط اور نکات کا خیال نہ رکھا جائے تو اگرچہ ثواب اور معنوی اجر تو مل جائے گا لیکن ممکن ہے کچھ موارد کے علاوہ موردنظر حاجت پوری نہ سکے اور آپ جس طرح چاہتے ہوں اس طرح اپنے مقصد تک نہ پہنچ پائیں۔

اب توسّل کے اثرات مرتب کرنے والی شرطوں پر غور کریں:

### ۱۔ پاکیزگی قلب

باطنی پاکیزگی اور قلب کی طہارت معنوی امور کی طرف توجہ کرنے کے بہت اہم شرائط میں سے ہے۔ صرف توسّل میں ہی نہیں بلکہ دعاؤں اور مناجات میں بھی دل کا روحانی بیماریوں سے پاک ہونا بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اسی لئے اولیائے خدا اور بارگاہ خدا میں تقرب رکھنے والے اشخاص سے توسّل اور دعا حیرت انگز اثرات رکھتا ہے اور اس سے بہت عالی نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن نیک کردار نہ رکھنے والے افراد سے توسّل کرنے میں ایسا نہیں ہے، اسی لئے ہم بہت سے موارد میں دیکھتے ہیں کہ ان سے توسّل کرنے کے ویسے نتائج نہیں ہوتے جیسے ہونے چاہئیں۔

مستجاب الدعوۃ افراد کی دعا کے مستجاب ہونے کے اہم راز میں سے ایک راز ان کے باطن کا آلودگیوں سے پاک ہونا ہے۔ ان کے نفس کا پاک ہونا اس چیز کا باعث بنتا ہے کہ ان کی دعائیں اور

توسّلات، شخصی اغراض ومقاصد سے پاک ہوں۔

ناپسند اخلاق، روحانی بیماریاں انسان کی روح کو جکڑ لیتی ہیں جس کی وجہ سے انسان کی روح ترقی کے مدارج طے نہیں کرسکتی۔لیکن خدا کے حقیقی بندے روح کی اس وزنی زنجیر کو توڑ کر خود کو آزاد کر لیتے ہیں اسی لئے کبھی بھی ان کی دعائیں اور توسّل تظاہر اور خودنمائی کی بنیاد پر نہیں ہوتیں اور وہ گناہوں سے بھی پرہیز کرتے ہیں جو انسان کی روح کر قید کرنے کا سبب بنتے ہیں۔اسی وجہ سے وہ اپنے توسّلات میں کامیاب ہوتے ہیں۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ اہلبیت علیہم السلام سے توسل کے ذریعے غیبی طاقتوں سے مستفید ہوں اور آپ کے توسّل مستفید ہوں تو آپ کو ''پاکیزگی قلب'' جیسے لازمی نکتہ پر توجہ کرنا چاہئے۔ اپنے باطن کو آلودگیوں سے پاک کر کے اپنی راہ سے تمام رکاوٹوں کو ختم کر دیں اور پھر خدا کی رسّی کو تھامنے کے بعد معنوی صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں۔اس بناء پر اس حیاتی اور حسّاس نکتے سے غافل نہ رہیں اور اپنی قیمتی زندگی کو باطن کی آلودگیوں کے ساتھ ضائع نہ کریں!

اگر آپ اپنے باطن کو پاک کرلیں تو آپ کی کامیابی کی چابی آپ کے اپنے ہاتھ میں ہے اور آپ اپنی دعاؤں اور توسّلات میں اس سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

## ۲۔توسّل میں توجہ اور فکر کا تمرکز

کسی بھی عبادت کی انجام دہی میں فکر کا تمرکز، توجہ اور مکمل دقّت اس کے اثرات میں اضافے کا باعث ہے۔اب ہم جو واقعہ ذکر کررہے ہیں یہ دعا اور توسّل کے دوران توجہ کی اہمیت کی دلیل ہے۔

ایک شخص اولیائے خدا میں سے کسی کے ساتھ واسطہ تھا اور کبھی کبھار ماضی اور مستقبل کے مطالب ان سے پوچھتا۔ان کی سچائی اور امور کی صحت اس کے لئے ثابت تھی۔میں نے ان سے پوچھا: وہ کس طرح اس مقام تک پہنچے اور وہ جو اسرار بیان کرتے ہیں وہ خود کس طرح انہیں جانتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ شخص پہلے میرے شاگردوں میں سے تھا اور کبھی مجھ سے کچھ اذکار سیکھتا اور

انہیں انجام دیتا۔ اگر چہ وہ بہت زیادہ دیر تک ان اذکار کو انجام نہیں دیتا تھا کیونکہ وہ کوئی طولانی اذکار اور دعائیں نہیں تھے۔ لیکن اس شخص کی ایک خصوصیت تھی جس کی وجہ سے اس نے یہ ساری ترقی کی اور اب وہ میرا استاد ہے۔ اب میں ان سے اپنے مجہولات کے بارے میں پوچھتا ہوں اور وہ ان کا صحیح جواب دیتے ہیں اگر چہ ہر بار میرے پوچھنے سے پہلے ہی انہوں نے ان سوالوں کے جواب بتائے جنہیں میں ان سے پوچھنا چاہتا تھا۔

پھر انہوں نے فرمایا: ان کی یہ خصوصیت ہے کہ انہیں جو بھی دعا اور ذکر بتایا جائے وہ اسے مکمل توجہ سے انجام دیتے ہیں۔ وہ اپنی توجہ اور حضور قلب کی حالت کی وجہ سے ہی اس مقام تک پہنچے ہیں۔

اب آپ حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام کے اس مختصر مگر عظیم کلام کی طرف توجہ کریں۔ آپؑ نے فرمایا:

''اَلدِّقَّةُ اِسْتِكَانَةٌ''[۱]

مکمل توجہ تواضع وانکساری ہے۔

جو خدا اور اہلبیت علیہم السلام کے سامنے تواضع کرے، خدا اسے سربلند کر دیتا ہے اور جو امور ظاہراً ناممکن ہیں اس کے لئے ممکن بنا دیتا ہے۔

جی ہاں! مکمل توجہ ناممکن کو آپ کے لئے ممکن بنا دیتی ہے اور آپ کو ایسے بلند مقامات تک پہنچا دیتی ہے جسے آپ ناممکن اور محال سمجھتے ہیں۔ جس طرح ایک عام شخص (جن کا واقعے کی طرف ہم نے اشارہ کیا) دعا اور توسّل کے دوران توجہ کی وجہ سے عالم غیب سے ارتباط جیسے مقام تک پہنچ گیا۔

اسی وجہ سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''فَاِذَا دَعَوْتَ فَأَقْبِلْ بِقَلْبِكَ ثُمَّ اسْتَيْقِنْ بِالْاِجَابَةِ''[۲]

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۲/۱۹۳

۲۔ بحار الانوار: ۹۳/۳۲۳، مکارم الاخلاق: ۳۱۴

جب بھی دعا کروتو توجہ اور اقبال قلب کی حالت میں دعا کرو، پھر تمہیں اس کی اجابت کا یقین ہونا چاہئے۔

دعا اور توسّل میں توجہ اور اقبال قلب اس طرح مؤثر اور مفید ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ توجہ کی حالت کے بعد تم اس دعا کی اجابت کا یقین کرلو!

اس بناء پر باطنی طہارت اور پاکیزگی کے بعد دعاؤں، مناجات اور توسّلات میں تمرکز فکر اور حواس کی توجہ کا مسئلہ بہت اہم اثرات کا حامل ہے۔

جس طرح توجہ کے بغیر عبادتوں کا کوئی اہم اثر نہیں ہوتا اسی طرح ان توسلات کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا جن میں توجہ نہ ہو اور یہ انسان کو اسکے مقصد و حاجت تک نہیں پہنچاتے۔

وہی توسّل مکمل اثرات رکھتا ہے جس میں توجہ موجود ہو کیونکہ توسّل اسی صورت میں خدا اور خاندان وحی علیہم السلام سے ارتباط برقرار کرسکتا ہے جب وہ توجہ سے ہو اور پاک دل سے نکلے۔ ایسے توسّلات کے نتیجہ میں بند راہیں بھی کھل جاتی ہیں اور بند دروازے بھی کھل جاتے ہیں۔ جب انسان کا خدا اور اہلبیت علیہم السلام سے ارتباط برقرار ہو جائے تو کوئی دعا اور توسّل پورا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اس بنا پر اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے توسّل کا فوری اثر ہو اور اس کا بہترین نتیجہ بھی ہو تو خودسازی کے علاوہ توسّل کے وقت آپ کی توجہ منتشر نہیں ہونی چاہئے بلکہ مکمل توجہ اور تمرکز سے خاندان وحی علیہم السلام کا دامن تھامیں اور انہیں اپنی حاجتوں کے پورا ہونے کے لئے وسیلہ قرار دیں۔

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

"نَحْنُ الْوَسِیْلَةُ اِلَی اللّٰهِ"[1]

ہم خدا کی طرف وسیلہ ہیں۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۲۵/۲۳

جی ہاں! ہر آگاہ اور روشن دل انسان کا یہی عقیدہ ہے کہ خاندان نبوت علیہم السلام اس کے پشت پناہ اور خدا کی طرف اس کا وسیلہ ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی ایک زیارت میں بیان ہوا ہے:

"بِكُمْ يا آلَ مُحَمَّدٍ أَتَوَسَّلُ، اَلْاٰخِرُ مِنكُمْ وَ الْاَوَّلُ"[1]

اے آل محمد! آپ کے وسیلے سے ہم متوسل ہوتے ہیں، آپ میں سے اوّل سے آخر تک۔

ہمیں ان معصوم ہستیوں سے کبھی کبھار نہیں بلکہ ہمیشہ اپنی حاجتوں اور مشکلات میں ان بزرگ ہستیوں سے متوسل ہونا چاہئے۔

ہم زیارت جامعہ کبیرہ (جسے حضرت امام ہادی علیہ السلام نے نور کے دریا کو مختصر بیان میں سمو دیا ہے) میں پڑھتے ہیں:

"وَمَنْ قَصَدَهُ تَوَجَّهَ بِكُمْ"[2]

جو خدا کا قصد کرے، وہ آپ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

گذشتہ بیانات کی رو سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ اپنی حاجتوں کے روا ہونے اور آرزوؤں کے پورا ہونے کے لئے دل کی پاکیزگی کے علاوہ توجہ اور سوچ و فکر کا متمرکز ہونا ضروری ہے۔ اس بناء پر "باطنی تطہیر اور فکر کی توجہ" توسّل کے اثرات کے لئے دو اہم راہ ہیں۔ اس بیان سے یہ ملاحظہ کریں کہ توسّل کی کتنی زیادہ عظمت ہے اور توسّل کرنے والے کی روحانی حالت کیا ہونی چاہئے؟

اگر وہابیوں کی طرح کے مغرض افراد توسّل کو کوئی اہمیت نہ دیں تو یہ ان کی باطل سوچ، تنگ نظری اور ان کی لاعلمی کی وجہ سے ہے ورنہ جو کوئی یہ جانتا ہو کہ توسّل کیا ہے اور توسّل کن بنیادوں پر

---

۱۔ بحار الانوار: ۱۰۱/۲۲۷

۲۔ مفاتیح الجنان، زیارت جامعہ کبیرہ

استوار ہے تو وہ کس طرح انسان کے بہترین روحانی حالات کا انکار کر سکتے ہیں اور کس طرح عظیم روحانی خزانے کا انکار کر سکتے ہیں؟

متفکّر انسان کس طرح پر کشش ترین روحانی حالات کو صرف اس بناء پر ردّ کر سکتا ہے کہ وہ خود انہیں حاصل نہیں کر سکا؟!!

## توسّلات میں یقین کا کردار

شک کو برطرف کرنا اور یقین کی حالت پیدا کرنا ان اہم مسائل میں سے ہے کہ جس میں تطہیر قلب کی بحث بھی شامل ہے۔لیکن اس کی اہمیت کی وجہ سے ہم اس کی وضاحت کرتے ہیں اور اس میں اضافہ کرنے کے طریقے بیان کرتے ہیں:

اہلبیت اطہار علیہم السلام کے لطف و کرم سے توسّلات میں اعتقاد اور یقین بہت اہم کردار کے حامل ہیں۔اگر توسّلات میں ہمیں ان ہستیوں کی عنائت کا یقین ہو تو ہم اپنے مقصد تک پہنچ جائیں گے اور ہماری حاجت پوری ہو جائے گی۔

ان بزرگ ہستیوں کے لطف و کرم سے اعتقاد اور یقین کے اثرات اس قدر زیادہ ہیں کہ بہت سے موارد میں اپنی حاجت اور مقصد تک پہنچنے والے افراد تطہیر قلب کے مالک نہیں ہوتے لیکن ان کا قطع و یقین ان کی اس کمی کو پورا کر دیتا ہے۔اگر چہ ان کا دل گناہوں سے پاک نہیں ہوتا لیکن ان کا اہلبیت علیہم السلام کی عنایات پر یقین انہیں ان کے توسّلات میں نتیجہ تک پہنچانے کا باعث بنتا ہے۔

مجھے ۱۳۴۸ شمسی میں کچھ مہینوں تک مقامات مقدسہ کی زیارت کی توفیق حاصل ہوئی اور میں حضرت ابا الفضل العباس علیہ السلام کے حرم میں مکرر بیماروں کے شفایاب ہونے اور لوگوں کی حاجتیں پوری ہونے کا شاھد ہوں۔

بعض اوقات جو لوگ اپنے بیماروں کو حضرت عباس علیہ السلام کی مقدس ضریح کے ساتھ باندھ

دیتے تھے، ایک گھنٹے سے بھی کم وقت میں ان کی حاجت پوری ہو جاتی تھی اور جب ان کی حاجت روا ہو جاتی تو عرب کی عورتیں اپنی رسم کے مطابق ہلہلہ کرتیں اور ضریح مقدس اور زائرین کی طرف خشک میوے نچھاور کرتی ہیں اور حرم مطہر کی فضا خوشی کے نعروں سے جھوم جاتی۔ کبھی کبھار وہ زیادہ تشکر کا اظہار کرنے کے لئے نقل کے ساتھ عراق میں رائج پیسے بھی پھینکتے۔

ان کا اعتقاد و یقین اس حد تک تھا کہ بعض اوقات وہ اپنے بیمار کے ساتھ خشک میوے اور پیسے بھی لے کر آتے تھے اور جونہی ان کے بیمار کو شفا ملتی، وہ فوراً ہلہلہ کرتے اور پھر خشک میوے اور پیسے نچھاور کرنے میں مشغول ہو جاتے اور خوشی سے تشکر کا اظہار کرتے اور کہتے "**ابو فاضل نشکرک**"

ایک دن وہ کسی پاگل جوان کو حرم میں لائے اور انہوں نے اسے تین دن تک ضریح کے ساتھ باندھ دیا اس کے رشتہ دار اس کے اردگرد جمع تھے۔ یہ بڑے تعجب کی بات تھی کہ کس طرح اتنا زیادہ وقت گزرانے کے باوجود بھی ان کی حاجت پوری نہیں ہوئی!

ایک بیمار کا تین دن تک شفایاب نہ ہونا ہمارے لئے تعجب کی بات تھی چونکہ معمولاً ایسا نہیں ہوتا تھا؛ کیونکہ آنحضرتؑ سے متوسّل ہونے والوں کا بڑا عجیب اعتقاد تھا اور اس کے لئے زیادہ لمبی مدت کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اپنے یقین کامل سے یہ اظہار کرتے ہیں "**ابو فاضل باب الحوائج**" اور حضرت ابا الفضل العباس علیہ السلام بھی ان کی حاجتوں کو پورا فرماتے کیونکہ وہ لوگ حضرت ابا الفضل العباس علیہ السلام کے لطف و کرم پر مکمل یقین کے ساتھ آپؑ سے متوسّل ہوتے۔

اس بات کو بیان کرنے کا یہ مقصد تھا کہ بہت سے توسّلات میں کچھ دوسری جہات بھی ہوتی ہیں جو تطہیر قلب کی جگہ لے لیتی ہیں۔ اہلبیت علیہم السلام کے لطف و کرم کے موارد میں اور دوسرے موارد میں لوگوں کا یقین و اعتقاد ان ہستیوں کی عنایات کا باعث بنتا ہے۔

# معرفت، انسان کے یقین میں اضافہ کا باعث

اہلبیت اطہار علیہم السلام کی قدرت کے بارے میں یقین پیدا کرنا ان ہستیوں کی معرفت ہ کا دوسرا نام ہے۔ان کے ذریعے حاجتوں کے پورا ہونے کا یقین حاصل کرنے کے لئے ان کے بارے میں اپنی معرفت میں اضافہ کریں اور لازم وضروری آگاہی حاصل کریں جو کہ ہم پر واجب ہے۔

مرحوم محدث قمیؒ اہلبیت علیہم السلام کی معرفت رکھتے تھے۔وہ اپنے توسلات کا ایک نمونہ مرحوم علامہ سید عبداللہ شبّرؒ کا بہترین واقعہ بیان کرنے کے بعد ذکر کرتے ہیں۔اب آپ ان کے اس واقعہ پر غور کریں:

مرحوم عبداللہ شبّرؒ بزرگ علماء میں سے ہیں ان کی بہت زیادہ تألیفات ہونے کی وجہ سے وہ اپنے زمانے میں مجلسی ثانی کے نام سے مشہور تھے۔ایک دن علامہ محقق اور مرحوم شیخ اسداللہ (صاحب کتاب مقابس الانوار) مرحوم عبداللہ شبّرؒ سے ملاقات کے لئے گئے اور وہ مرحوم شبّر کی بہت زیادہ تألیفات پر حیران ہوئے کیونکہ اس کے مقابل میں ان کی تالیفات بہت کم تھیں۔اگر چہ وہ بہت علمی شخصیت کے مالک تھے۔

انہوں نے مرحوم عبداللہ شبّرؒ سے ان کی کثرت تألیفات کے بارے میں پوچھا تو آپ نے کہا:

مجھے زیادہ کتابیں لکھنے کی توفیق حاصل ہوئی اس کی وجہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی عنایات ہیں۔کیونکہ میں نے آنحضرتؑ کو خواب میں دیکھا اور آپ نے مجھے ایک قلم عطا کیا اور فرمایا: لکھو۔اس وقت سے میں تصنیف وتألیف میں کامیاب ہوں۔پس میں نے جو کچھ بھی لکھا یہ اسی مبارک قلم کی برکت ہے۔

مرحوم محدث قمیؒ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں:

یہ بات یوں ہے کہ مرحوم عبداللہ شبّرؒ نے فرمایا: کیونکہ میں جب بھی اہلبیت نبوت علیہم السلام سے

متوسّل ہوتا ہوں تو مجھے بہت عظیم توفیق حاصل ہو جاتی ہے اور میرا قلم لکھنے لگتا ہے اور جب مجھے توسّل کی توفیق نہ ہو تو کئی مہینے گزر جانے کے باوجود میں کوئی چھوٹی سی کتاب بھی نہیں لکھ سکتا۔ پس میں نے جو کچھ بھی لکھا ہے وہ اہلبیت اطہار علیہم السلام کی برکات وعنایات سے ہے۔[۱]

اس بزرگ کی معرفت اس چیز کا باعث بنی کہ یقین کامل کے ساتھ اس حقیقت کے معتقد ہوں جسے انہوں نے بیان کیا۔

## توسّلات میں اضطرار کا کردار

کبھی نا امیدی اور پریشانی کی شدت اور ثابت قدمی اس قدر مہم اور کارساز ہوتی ہے جس سے تمام روحانی آلودگی اور باطنی زنجیر کو توڑ سکتے ہیں تا کہ انسان کی روح معنویت کی نورانی فضا میں انبیاء و اولیاء کے ساتھ راز و نیاز کر سکے۔

یہ جاننے کے لئے کہ کس طرح اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام سے متوسل ہو کر بعض گناہگار افراد کی حاجتیں پوری ہو جاتی ہیں اور ان کے گناہ ان کی حاجتوں کے پورا ہونے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتے اور وہ کس طرح اپنے گریہ وزاری سے آئمہ اطہار علیہم السلام اور اولیاء کرام سے متوسّل ہو کر ان کی توجہ حاصل کرتے ہیں۔ ہم اس کے لئے ایک مثال ذکر کرتے ہیں تا کہ ان افراد کے توسّل کے راز سے پردہ اٹھایا جا سکے جو پاکیزہ روح کے مالک نہیں ہیں۔

اگر کسی خلائی شٹل کو خلا میں بھیجنا چاہیں تو اس کے لئے بہت طاقتور وسیلے کی ضرورت ہے جو خلائی شٹل کو فضا سے نکال کر زمین کے قوت جاذبہ سے بچائے تا کہ وہ آرام سے خلاء میں چکر لگا سکے کیونکہ جب تک اسے زمین کی قوت جاذبہ سے نہ نکال لیا جائے تب تک زمین کی قوت جاذبہ اسے اپنی طرف کھینچے گی اور اس کی پرواز کی قوت کم ہو جائے گی۔ قوت جاذبہ سے نکالنے کے لئے اس خلائی شٹل

---

۱۔ فوائد الرضویہ:۲۵۰

میں اتنی توانائی ہو کہ وہ زمین کی قید جاذبہ سے نکل کر آزاد ہو جائے۔

معنوی و روحانی مسائل میں بھی اس کی مثال موجود ہے کیونکہ گناہ انسان کو روحانی سیر اور معنوی نتائج اخذ کرنے سے روک دیتے ہیں اور جس طرح زمین کی قوت جاذبہ خلائی شٹل کو اپنی طرف کھینچتی ہے اسی طرح گناہگار انسان کے گناہ اسے پرواز سے روکتے ہیں اور گناہوں کا جاذبہ اسے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ لیکن کبھی مشکلات اور مصائب اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ پریشانیوں کی شدت انسان کو گناہوں کے جاذبہ سے نجات دے دیتی ہے۔ اگرچہ اس کا باطن آلودگیوں اور گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ گناہوں کی قوت جاذبہ سے رہائی پا لینے کی وجہ سے کامیاب ہو جاتا ہے۔

اس بناء پر توسّلات میں بہت جلدی کامیابی کے لئے انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے باطن کو پاک کرے تا گذشتہ گناہوں کی قوت جاذبہ درہم برہم ہو جائے اور وہ اسے پرواز سے نہ روک سکے یا انسان پر اتنی زیادہ پریشانیاں ہوں کہ جس طرح مخصوص مشین خلائی شٹل کو زمین کی قوت جاذبہ سے نکال کر خلاء میں بھیجتی ہے اسی طرح انسان پر پریشانیوں اور مشکلوں کی شدت اتنی زیادہ ہو جو اسے گناہوں کی قید اور ان کی قوت جاذبہ سے نکال کر نجات دے اسی صورت میں وہ اہلبیت علیہم السلام کی توجہ اور عنایات حاصل کر سکتا ہے۔

اس بناء پر توسّل کے نتائج اخذ کرنے کے لئے اگر انسان مردانہ ہمت سے اپنے باطن کو پاک کرے تو وہ اپنے مقصد تک پہنچ جائے گا اور اسی طرح اگر مشکلات کی شدّت اتنی زیادہ ہو جو انسان میں انقطاع کی حالت پیدا کرے تو وہ اسی طرح گناہوں کی قوت جاذبہ سے نجات حاصل کر لے گا جس طرح خلائی شٹل کو قوت کے ذریعے زمین کے قوت جاذبہ سے دور کیا جاتا ہے۔ اسی صورت میں اس کا توسّل نتیجہ بخش ہو سکتا ہے۔

## حضرت عباس علیہ السلام کے حرم میں ایک پریشان لڑکی

جن موارد میں پریشانی اور بے چینی کی وجہ سے امید ٹوٹ جائے تو ان حالات میں خاندان نبوت علیہم السلام سے توسّل فوری اثر رکھتا ہے۔

اس رو سے مکتب اہلبیت علیہم السلام کے پیروکار اور محبّ پریشانیوں اور مصیبتوں میں انہی ہستیوں کے دامن توسل سے متمسک ہوتے ہیں اور ان کے توسّل سے اپنی مشکلات حل کرتے ہیں۔ اب ہم ان توسّلات کی ایک بہترین مثال آپ کے لئے بیان کرتے ہیں:

قم کے ایک بزرگ نقل کرتے ہیں: ایک دن میں حضرت ابا الفضل العباس علیہ السلام کے حرم میں زیارت کے لئے مشرّف ہوا۔ میں نے اچانک دیکھا کہ اعراب کی بہت زیادہ تعداد ایک لڑکی کے ساتھ حرم میں داخل ہوئے اور حرم مطہر لوگوں سے کھچا کھچ بھر گیا تھا۔

اس لڑکی نے ضریح کو پکڑ رکھا تھا اور اس نے بلند آواز سے کچھ کلمات کہے۔ تمام زائرین اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ میں نے غور کیا کہ اچانک وہ لڑکی اور سب لوگ خاموش ہو گئے ہیں جیسے سب کی سانس رک گئی ہو۔

ایک مرتبہ آواز بلند ہوئی جسے سب لوگوں نے سنا اور جس کا مضمون یہ تھا کہ ''میرا باپ میری ماں کا شوہر ہے'' یہ آواز اس لڑکی کے شکم میں موجود بچے سے آ رہی تھی۔ اس کے بعد اچانک حرم کی فضا نعروں سے گونجنے لگی۔ عورتیں اس لڑکی کی طرف بڑھیں اور کچھ نے اسے بڑی مشکلوں سے دوسری عورتوں سے چھڑا کر ایک کمرے میں لے آئیں جو حضرت عباس علیہ السلام کے آستانہ کے متولی کا مرکز تھا۔

اس کے بعد جب اس لڑکی کو لے گئے تو وہاں خلوت ہو گئی چونکہ میں حرم کے متولی سے آشنا تھا لہذا میں ان کے پاس گا اور ان سے اس واقعہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا:

یہ کربلا کے اطراف میں رہنے والے صحرانشین عربوں کا ایک قبیلہ ہے۔ انہوں نے اس لڑکی کی

شادی اس کے چچازاد سے کی تھی لیکن چونکہ عقد کے زمانے میں یہ لوگ شادی سے پہلے لڑکے اور لڑکی کے رابطے کو بہت برا مانتے ہیں۔لیکن وہ جوان چھپ کر اپنی بیوی سے ملا اور اس سے تعلقات قائم کئے جس کی وجہ سے وہ لڑکی حاملہ ہوگئی اور وہ جوان ڈر کر بھاگ جاتا ہے اور لڑکی کا حمل آشکار ہو جانے تک چھپ جاتا ہے۔لڑکی کے گھر والے اس سے اس بارے میں پوچھتے ہیں تو وہ لڑکی یہی کہتی ہے کہ میں اپنے شوہر سے حاملہ ہوئی ہوں۔لیکن جب وہ اس لڑکے کو ڈھونڈ کر لاتے ہیں تو وہ خوف کی وجہ سے اس کا انکار کر دیتا ہے۔

لڑکی کے رشتہ دار اسے قتل کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔لڑکی بہت فریاد اور واویلا کرتی ہے کہ میں بے گناہ ہوں لیکن وہ اس کی ایک نہیں سنتے اور آخر میں وہ کہتے ہیں:

ہم حضرت ابا الفضل العباس علیہ السلام کو حاکم قرار دیں گے اور انہوں نے جو فیصلہ کیا ہم اسی پر عمل کریں گے۔اس لئے وہ حرم میں مشرّف ہوئے اور حضرت عباس علیہ السلام کے معجزے کی وجہ سے ماں کے شکم میں موجود بچے نے اپنی ماں کے پارسا ہونے کی گواہی دی۔[1]

یہ ہزاروں معجزوں کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے جو خاندان نبوت علیہم السلام کے لطف و کرم اور عنایات کی وجہ سے رونما ہوا۔

## دوسرا نکتہ

ایک دوسرا قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ بعض توسّلات میں متوسّل ہونے والا نہ تو پاک روح کا مالک ہوتا ہے اور نہ ہی اضطرار، مشکلات اور شدید پریشانیوں کی وجہ سے اس نے خود کو گناہوں کے جاذبہ سے آزاد کیا ہوتا ہے لیکن آئمہ اطہار علیہ السلام اپنے علم و آگاہی سے اس کے ماضی یا مستقبل میں کچھ وجوہات (جو ہماری نظر میں نامعلوم ہوتی ہیں) کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے افراد پر بھی نظر کرم کرتے

---

۱۔جامع الدرر:۴۰۸/۲

ہیں اور ایک ہی لحظہ میں غموں کے پہاڑ سرسبز و شاداب گلستان میں تبدیل ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ ایک ہی نظر میں ذرّے کو چمکتے سورج میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

به ذرّه گر نظر لطف بو تراب کند

به آسمان رود و کار آفتاب کند

اس نکتہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کی ولایت و امامت ذمہ داری وہی لے سکتا ہے جو تمام جہات سے کام کے ہر پہلوؤں پر نظر رکھتا ہو اور اس پر مکمل مسلط ہو۔ اس صورت میں وہ خاک کے ذرّات کو بھی تابناک گوہر میں بدل سکتے ہیں ورنہ صرف کھوکھلے دعوؤں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

## عالم غیب سے مدد

بہت سے موارد میں اضطراری مسائل کو ختم کرنے کے لئے عالم غیب سے مدد لینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب چاقو ہڈی تک پہنچ جائے تو تمام مادّی وسائل عاجز ہو جاتے ہیں اس صورت میں کس طرح مادّی طاقت سے اس کا راہ حل تلاش کیا جا سکتا ہے جب کہ مادی توانائی اپنے عجز و ناتوانی کا اظہار کر چکی ہے؟

ایسے موارد میں مشکلات کو رفع کرنے کے لئے عالم غیب سے مدد مانگنی چاہے اور عظیم الٰہی غیبی طاقتوں سے مشکلوں کو حل کریں۔

ایسے موارد میں خاندان وحی علیہم السلام (جو مخلوق پر خدا کے جانشین ہیں) کے ذریعے توسّل عالم غیب سے مدد لینے کا بہترین نمونہ ہے۔

ایسے موارد میں کچھ لوگ ''یا علی، یا حسین'' کہنے یا پھر ''یا صاحب الزمان'' کہنے سے اسے اپنے اضطراب و بے چینی کو رفع کرتے ہیں اور ان ناموں کے وسیلے سے خدا سے ارتباط پیدا کر کے اپنی

حاجتوں تک پہنچتے ہیں۔

تا دلی آتش نگیدر،حرف جانسوزی نگوید

حال ما خواهی بیا از گفتهٔ ما جستجو کن

اس بناء پر توسل کے معنی خدا کے ساتھ ارتباط کا وسیلہ تلاش کرنا ،مشکلوں کی چارہ جوئی کرنا اور مادّی معنوی پریشانیوں کا راہ حل تلاش کرنا ہے۔اہلبیت علیہم السلام کے پیروکار پوری طول تاریخ میں انبیاء وپیغمبروں سے لے کر ایک عام انسان تک اور ابتدائے خلقت سے روز قیامت تک خدا کے تقرب کے لئے اور اپنی مشکلوں کی چارہ جوئی کے لئے ان ہستیوں سے متوسل ہوتے ہیں۔

## علمی مشکلات کو حل کرنے کے لئے توسّل

بزرگ لوگ مجہولات کو کشف کرنے اور علمی مشکلات کو حل کرنے کے لئے توسّل کرتے ہیں تا کہ خاندان وحی علیہم السلام کے معنوی فیض سے اپنی علمی مشکلات کی گرہیں سلجھائیں۔

اس کے نمونہ کے طور پر مرحوم سید علی (صاحب شرح کبیر) کا واقعہ ذکر کرتے ہیں۔ بہت سے عرب اور عجم علماء ان کے شاگرد ہیں۔ یہ بزرگ عالم دین علم وفقہ واصول میں بہت مہارت رکھتے تھے لیکن علم ہیئت سے بے خبر تھے۔اسی لئے کتاب شرح کبیر لکھتے وقت قبلہ کی بحث میں انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ قبلہ کی بحث علم ہیئت سے مربوط ہے۔انہوں نے اپنے ایک شاگرد (جو علم ہیئت میں ماہر تھا) سے قبلہ کی بحث سے مربوط علم ہیئت کے ضروری مسائل سیکھنا چاہے تا کہ وہ کتاب شرح کبیر میں مکمل طور پر قبلہ کی بحث ذکر کرسکیں۔

لیکن شاگرد نے استاد کے احترام کو ملحوظ نہ رکھا اور اس نے استاد کی درخواست کا جواب یوں دیا:

جس طرح ہم کتاب بغل میں دبائے آپ کی خدمت میں آتے ہیں اور آپ کے سامنے زانوئے ادب طے کرتے ہیں اسی طرح آپ بھی کتاب بغل میں دبائے میرے گھر تشریف لائیں تا

کہ آپ علم ہیئت کے مسائل سیکھ سکیں!

استاد کو شاگرد سے اس تند جواب کی توقع نہیں تھی لہذ وہ اپنی علمی مشکل حل کرنے کے لئے حضرت امام حسین علیہ السلام سے متوسل ہوئے اسی لئے وہ اسی رات حرم مطہر میں متوسّل ہوئے اور صبح تک خدا کی عبادت انجام دی اور سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے اپنی علمی مشکلات کو رفع کرنے ے لئے درخواست کی ۔ان کے اسی توسّل کی وجہ سے اسی دن کی صبح ان کی وہ تمام علمی مشکلات حل ہوگئیں جن کی انہیں ضرورت تھی۔ پھر انہوں نے کتاب شرح کبیر میں قبلہ کی بحث ماہرانہ طریقے سے تحریر کی۔[۱]

## توسّل سے دوری، گناہ کی علامت

اہلبیت عصمت علیہم السلام سے توسّل کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ بعض روایات میں فرمایا گیا ہے: خدا کی اطاعت کا وسیلہ فراہم نہیں ہوسکتا مگر جب تک انسان ان معصوم ہستیوں کے دامن ولایت سے متمسک نہ ہو۔

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وَلاٰ يَقْبَلُ تَوْحِيْدَهُ اِلاّٰ بِاعْتِرافِ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِنُبُوَّتِهِ وَلاٰ يَقْبَلُ دِيْناً اِلاّٰ بِوِلاٰيَةِ مِمَّنْ أَمَرَ بِوِلاٰيَتِهِ ، وَلاٰ يَنْتَظِمُ اَسْبابَ طٰاعَتِهِ اِلاّٰ بِالتَّمَسُّكِ بِعِصَمِهِ وَ عِصَمِ أَهْلِ وِلاٰيَتِهِ"[۲]

خداوند کسی کے عقیدۂ توحید کو قبول نہیں کرتا مگر یہ کہ اس کے ساتھ ساتھ پیغمبر اکرمؐ کی نبوت کا اعتراف کیا جائے اور کسی دین کو قبول نہیں کرتا مگر اس کی ولایت کے ساتھ کہ جس کی ولایت کو قبول کرنے

---

۱۔ تذکرۃ العلماء مرحوم تنکابنی: ۱۰۴

۲۔ بحار الانوار: ۹۷/۱۱۴

کا حکم دیا گیا ہو اور خدا کی اطاعت کا وسیلہ فراہم نہیں ہوتا مگر خدا کی عصمت اور اس کے صاحبان ولایت سے تمسک کر ذریعے۔

اس فرمان میں امیر المؤمنین علیہ السلام خدا کی اطاعت کے اسباب کی فراہمی کو اسی صورت میں ممکن سمجھتے ہیں کہ جب انسان خدا اور اولیائے خدا کی عصمت سے متمسک ہو۔لیکن اگر انسان ان ہستیوں کی طرف متوجہ نہ ہو تو خدا کے احکامات کی اطاعت کا وسیلہ مہیا نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ بزرگ ہستیاں خالق ومخلوق کے درمیان فیض کا واسطہ ہیں۔

اس روایت کی بناء پر گناہگاروں کے گناہ کی اہم علت اہلبیت علیہم السلام سے توسّل وتمسک کسے دوری ہے۔پس اگر توسّل کو ترک کر دیں تو شیطان کے جال میں پھنس کر معصیت کے مرتکب ہوں گے اور یہی گناہوں کی علامت ہے۔

# نتیجہ بحث

توسّل کثافت قلبی کو پاک کرتا ہے اور غافل دلوں میں خدا کی یاد پیدا کرتا ہے۔ جب مختلف قسم کے فتنہ وفساد انسانوں کو گرداب میں مبتلا کر دیں تو اہلبیت علیہم السلام سے توسّل کشتی نجات کی طرح انہیں ساحل پر پہنچاتے ہیں۔

اگر خدا کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں خدا کے سامنے آبرومند ہونا چاہتے ہیں تو توسّل ہی آپ کو اس ہدف تک پہنچا سکتا ہے۔

اہلبیت علیہم السلام کی نسبت سے ہمارے اہم ترین اعتقادی مسائل جیسے ان کا ایمان ویقین، علم و آگاہی اور ان کی قدرت وولایت توسّل کے مسئلہ میں ہی پوشیدہ ہے۔

عالی ترین اخلاقی مسائل جیسے تطہر قلب، تمرکز فکر وغیرہ توسل سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔

مشکل ترین شخصی مسائل کو خاندان نبوت علیہم السلام کے توسّل سے حل کئے جاسکتے ہیں کیونکہ یہ یہی ہستیاں خدا کی جانشین اور ولایت مطلقہ کی مالک ہیں۔

خاندان وحی علیہم السلام سے توسّل کرنا خدا کی اطاعت کرنے اور گناہوں کو ترک کرنے کا وسیلہ مہیا کرتا ہے۔ اس طریقے سے خدا کی قدرت سے مدد لی جاسکتی ہے۔

آنان كه خاك را به نظر كيميا كند
آيا شود كه گوشۂ چشمی به ما كند

ساتواں باب

# محبت اہلبیت علیہم السلام

حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''أَحْسَنُ الْحَسَنٰاتِ حُبُّنٰا وَ أَسْوَءُ السَيِّئٰاتِ بُغْضُنٰا''

بہترین نیکیاں ہماری (خاندان نبوت علیہم السلام) محبت ہے اور بدترین برائیاں، ہم سے دشمنی ہے۔

## ساتواں باب

# محبت کی کشش

محبت اپنی کشش کی وجہ سے محبت کرنے والے کو اپنے محبوب کی طرف مائل کرتی ہے اور اس کے افکار و عقائد محبّ کے دل میں ڈال دیتی ہے۔ اس بناء پر محبت جتنی زیادہ ہوگی محبت کرنے والے اور محبوب کے درمیان روحانی مماثلت بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔

اس بناء پر اگر محبت زیادہ ہو تو میں ایسی کشش پیدا ہو جاتی ہے جو محبوب اور محبّ کو ایک دوسرے کی طرف کھینچتی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے حالات ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جیسے دو جڑواں بھائیوں میں زیادہ محبت ہوتی ہے اور دونوں کا بہت قریبی واسطہ ہوتا ہے اور وہاں پر حالات کا ایک دوسرے پر زیادہ اثر انداز ہونا بہتر طریقہ سے دکھائی دیتا ہے۔

چند سال پہلے لندن میں رہنے والی ایک لڑکی کو تکلیف کا احساس ہوا۔ وہ اس قدر درد محسوس کر رہی تھی کہ اس کی حالت کو دیکھ کر ڈاکٹروں نے یہ تشخیص دی کہ یہ درد وضع حمل کی علامت ہے۔ اسے ہسپتال میں داخل کر لیا گیا۔ لیکن تحقیق کے بعد پتا چلا کہ اس کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی!! اور پھر ٹیسٹ کے ذریعے پتہ چلا کہ وہ حاملہ بھی نہیں ہے۔ لیکن وہ ابھی تک ہسپتال کے بستر پر درد سے کراہ رہی تھی اور اس کا پورا بدن پسینے میں شرابور تھا۔

ڈاکٹروں کے کئی گھنٹوں کی کوششوں کے بعد بالآخر اسے کچھ سکون محسوس ہوا اور وہ مسکرائی اور پھر کہنے لگی: اب مجھے آرام ہے۔ مولود بیٹا ہے!

ڈاکٹروں نے سوچا کہ شاید ان کا واسطہ کسی پاگل لڑکی سے پڑا ہے لیکن بعد میں وہ متوجہ ہوئے

کہ اس میں دیوانگی اور پاگل پن کی علامات نہیں ہیں۔

اس کے بعد معلوم ہوا کہ عین اسی وقت جب وہ لندن میں درد کی وجہ سے ہسپتال گئی تھی اس کی جڑواں بہن آسٹریا کے شہر ''وین'' میں وضع حمل کے درد کی وجہ سے ہسپتال میں داخل ہوئی تھی اور چند گھنٹوں کے بعد اس نے ایک بچے کو جنم دیا تھا۔[۱]

ایسے حالات لوگوں میں بہت زیادہ محبت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔کبھی بہت شدید محبت کی وجہ سے محبّ مادّی قیدوں کو پیچھے چھوڑ کر میلوں دور اپنے محبوب تک پہنچ جاتا ہے۔جس طرح کبھی بھی بخار کی حرارت جسم سے روح کے نکل جانے اور نامرئی مسائل کو درک کرنے کا سبب بنتا ہے۔اسی طرح محبت کی گرمی محبت کرنے والے کو عالمِ ظاہر سے نکال کر محبوب تک پہنچا دیتی ہے۔

محبوب تک پہنچنا اور اس کا دیدار کرنا اس جذبہ اور کشش کی وجہ سے ہوتا ہے جو محبت کی شدّت سے پیدا ہوتا ہے۔

کبھی محبت ان کی علمی مجہولات کو کشف کرنے کا باعث بنتی ہے کیونکہ دانشوروں کا مجہولات کو کشف کرنے کے لئے شدید محبت ورغبت انہیں ان کے مقصد تک پہنچانے کا باعث بنتی ہے۔

واضح الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے: شدید محبت ورغبت انہیں دقیق علمی مسائل کو سلجھانے میں مدد کرتی ہے جس کے نتیجے میں وہ مجہولات کو کشف کرنے اور اپنی جستجو میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

---

۱۔عجائب حسّ ششم:۳۴

# خاندان وحی علیہم السلام کی محبت

محبت اور دوستی میں موجود ایسے حیات بخش آثار کی وجہ سے انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی محبت کو صحیح سمت دے اور بہترین مقصد کی طرف اس کی رہنمائی کرے۔ اسی وجہ سے پیغمبر اکرمؐ نے انسان کی دوستی و محبت کو اہلبیت علیہم السلام کی طرف متوجہ کیا ہے تا کہ اس ذریعے سے افراد کی آلودگیوں کو پاک کیا جاسکے اور ان میں اچھی عادتیں اور خوبیاں پیدا ہوسکیں جو انہیں خدا کا مقرّب بنائے۔

کیونکہ پیغمبر اکرمؐ اور اہلبیت اطہار علیہم السلام کی محبت خدا کا تقرّب حاصل کرنے کے لئے بہت مؤثر ہے۔ روایات میں اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام کی محبت کو خدا کے تقرب کا بہترین ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

ایک روایت میں پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

"لِكُلِّ أَمْرٍ سَيِّدٌ وَحُبِّي وَ حُبُّ عَلِيٍّ علیه السلام سَيِّدُ ما تَقَرَّبَ بِهِ الْمُتَقَرِّبُوْنَ مِنْ طٰاعَةِ رَبِّهِمْ"[1]

ہر چیز کا ایک سردار ہے، اور میری اور علی علیہ السلام کی محبت ان چیزوں کی سردار ہے کہ جن کے ذریعے تقرب حاصل کرنے والے مقرب ہوتے ہیں جو کہ پروردگار کی اطاعت ہے۔

یہ روایت اس چیز کی واضح دلیل ہے کہ خاندان نبوت علیہم السلام کی محبت خدا کے احکام کی اطاعت اور اس کے تقرب کا ذریعہ ہے۔

پیغمبر اکرمؐ ایک دوسری روایت میں فرماتے ہیں:

"حُبُّ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طٰالِبٍ يُحْرِقُ الذُّنُوْبَ كَمٰا تُحْرِقُ النّٰارُ الْحَطَبَ"[2]

---

۱۔ بحار الانوار: ۲۷/۱۲۹

۲۔ بحار الانوار: ۳۹/۲۶۶

حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام کی محبت گناہوں کو اس طرح راکھ کر دیتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے۔

اس بناء پر مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کی محبت گناہوں کے وجود کو جلا دیتی ہے اور آپؑ کی دوستی گناہوں کے پہاڑ کو ایک ذرّے میں بدل دیتی ہے اور اسے انسان کے وجود سے نکال کر نیست و نابود کر دیتی ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کی محبت نہ صرف گذشتہ گناہوں کے آثار ختم کر دیتی ہے بلکہ یہ ایک سیسہ پلائی دیوار کی طرح انسان کو گناہ انجام دینے سے روکتی ہے۔ محمد و آل محمد علیہم السلام سے محبت کے ذریعے آپ خود کو گناہوں سے بچا سکتے ہیں۔

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

"أَلاٰ وَ مَنْ أَحَبَّ عَلِيًّا لاٰ يَخْرُجُ مِنَ الدُّنْيا حَتّٰى يَشْرِبَ مِنَ الْكَوْثَرِ وَ يَأْكُلَ مِنْ طُوْبٰى وَ يَرٰى مَكانَهُ فِي الْجَنَّةِ"[1]

جان لو! جو علی علیہ السلام سے محبت کرے وہ دنیا سے نہیں جائے گا مگر یہ کہ وہ آب کوثر پی لے اور طوبیٰ سے کھالے اور جنت میں اپنی جگہ دیکھ لے۔

ہمیں خدا سے یہی دعا کرنی چاہئے کہ ہماری زندگی کے آخری لمحہ تک محبت اہلبیت علیہم السلام ہمارے دلوں میں باقی رہے تا کہ ہم آخری لمحوں میں اس لطف و کرم کے بھی شاہد بنیں جن کا انہوں نے وعدہ فرمایا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی ایک زیارت میں آیا ہے:

"أَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنِي مَحَبَّةَ أَوْلِيائِكَ"[2]

---

۱۔ سفینۃ البحار، مادۂ حبب

۲۔ بحار الانوار: ۱۰۱/۱۲۳۲ اور ۳۵۷، مصباح الزائر: ۱۱۶

جب محبت اہلبیت علیہم السلام کا دم بھرتے ہوئے ہماری جان نکلے گی تو موت کا پہلا لمحہ ہی وہ لمحہ ہوگا کہ جب ہم ان کی محبت وعظمت اور جلال کے آثار (جو ایمان وتقویٰ کی علامت ہے) کو بخوبی دیکھیں گے۔ انشاءاللہ۔

چند روایات میں اہلبیت نبوت علیہم السلام سے محبت کو ایمان کی جڑ اور بنیاد قرار دیا گیا ہے، جس طرح ان سے دشمنی اور بغض کو کفر ونفاق قرار دیا گیا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

"یا عَلِیُّ حُبُّکَ تَقْویٰ وَ اِیْمانٌ وَ بُغْضُکَ کُفْرٌ وَ نِفاقٌ"[1]

اے علی! آپؑ کی محبت تقویٰ وایمان ہے اور آپؑ کی دشمنی کفر ونفاق ہے۔

جو کوئی امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام سے دشمنی کرے وہ ہمارے مکتب کی نظر میں کافر اور خدا کے منکروں کے زمرے میں آتا ہے۔

آن راکه دوستی علی نیست، کافر است

گو زاهد زمانه و گو شیخ راه باشد

اسی طرح جن کے وجود میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی محبت رچ بس چکی ہو، وہ تقویٰ وایمان سے سرشار ہوتے ہیں۔

جی ہاں! حبّ وبغض کے ایسے ہی بنیادی اثرات ہوتے ہیں:

خ واهی که زدوزخ برهانی دل و تن  اثنی عشری شو و گزین مذهب من

ا یشان سه محمدندو چهار ست علی  با موسی جعفر و حسین و دو حسن

ایک روایت میں حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے آباء واجداد سے اور وہ رسول اکرمؐ سے روایت

---

۱۔ بحار الانوار: ۲۶۳/۳۹

کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"حُبُّنا أَهْلُ الْبَيْتِ يُكَفِّرُ الذُّنُوبَ وَ يُضاعِفُ الْحَسَناتَ"[۱]

ہم اہلبیت علیہم السلام کی محبت گناہوں کا کفارہ ہے اور نیکیوں کو کئی گنا زیادہ کر دیتی ہے۔

کیونکہ محبت اکسیر ہے جس میں توڑ دینے اور نابود کر دینے کی طاقت پائی جاتی ہے اور گناہوں کے آثار کو ختم کر دیتی ہے ور انہیں نیکیوں میں تبدیل کر دیتی ہے، جس طرح شنجرف[۲] تانبے کو سونے میں تبدیل کر دیتی ہے اسی وجہ سے محبت کو "اکسیر روح" کہا گیا ہے کیونکہ آلودہ روح جو گناہوں کی وجہ سے خدا سے دور ہوگئی ہے، وہ اہلبیت علیہم السلام کی محبت جو دلوں کو جلا دینی والی اور مردہ دلوں کو زندہ کرنے والی ہے، اپنے تقرب کو واپس پالیتی ہے اور گناہوں کو ترک کر کے خدا کی مقرّب بن جاتی ہے۔

کیونکہ جو دل امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام اور خاندان نبوت علیہم السلام کی محبت سے سرشار ہو اس میں گناہ کیلئے کوئی جگہ باقی نہیں رہتی بلکہ اگر اس میں محبت کا اضافہ ہو جائے تو وہ ہر اس گناہ کو نیست و نابود کر سکتے ہے جسے محبّ نے ماضی میں انجام دیا ہو اور وہ اسے مستقبل میں گناہ انجام دینے سے روکتی ہے۔ کیونکہ گناہوں کو انجام نہ دینا ان کے آثار و اثرات کو برطرف کرنے کی بنسبت زیادہ آسان ہے۔

اس کا سرّ و راز یہ ہے کہ جو مکمل طور پر اہلبیت عصمت و طہارت علیہم السلام کا محبّ اور پیروکار ہو، وہ خدا کا محبوب اور مقرب ہے اور جب انسان خدا کا محبوب اور مقرب بن جائے تو وہ خدا کی پناہ میں آجاتا ہے یعنی خدا اس کے اور گناہ کے درمیان فاصلہ پیدا کر دیتا ہے اور اسی طرح خداوند اس سے جس کام کی انجام دہی چاہتا ہے، اسے وہ کام انجام دینے کی قدرت و طاقت عطا کرتا ہے اور اسے وہ عمل انجام دینے میں کامیاب فرماتا ہے۔ "لاحول ولا قوّة الا باللّٰه" کے یہی معنی ہیں۔ اسی لئے بعض خاندان نبوت علیہم السلام سے محبت و دوستی کو سیر و سلوک کی مؤثر ترین راہ قرار دیتے ہیں۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۶۸/۱۰۰، امالی شیخ طوسی: ۱/۱۶۶

۲۔ ایک سرخ معدنی چیز

اسی لئے ایک مفصل روایت جس کو مرحوم علامہ مجلسیؒ نے بحارالانوار کی جلد ۷۰ صفحہ ۲۵ میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے ذکر کیا ہے، کی بناء پر محبّ (اگر محبت کے عالی درجوں تک پہنچ جائے) نے اگر چہ علماء کی راہ، حکماء کی سیرت اور صدیقین کا طریقہ طے نہیں کیا ہوتا اور اس کی روش ان کی روش سے مختلف ہو لیکن پھر بھی جو نتائج علماء، حکماء اور صدیقین کو حاصل ہوتے ہیں وہ اسے بھی حاصل ہوتے ہیں۔

ایسے آثار اسی صورت میں ہو سکتے ہیں کہ جب محبت بہت شدید ہو نہ کہ وہ اہلبیت علیہم السلام کے عام محبوں جیسی محبت ہو۔ یہ محبت ایسی اہمیت کی حامل ہے کہ اس روایت میں حضرت امام صادق علیہ السلام نے تصریح فرمائی ہے کہ ایسی محبت نہ صرف سیر وسلوک کا بہترین طریقہ ہے بلکہ یہ وہ واحد راستہ ہے کہ جس میں کوئی خطرہ نہیں ہے حالانکہ اس روایت کی رو سے حکماء، علماء اور صدیقین کی روش ایسی نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اِنَّ الْحُکَمٰاءَ وَرَثُوا الْحِکْمَةَ بِالصُّمْتِ، وَ اِنَّ الْعُلَمٰاءَ وَرَثُوا الْعِلْمَ بِالطَّلَبِ وَ اِنَّ الصِّدِّیْقِیْنَ وَرَثُوا الصِّدْقَ بِالْخُشُوْعِ وَ طُوْلِ الْعِبَادَةِ فَمَنْ أَخَذَهُ بِهٰذِهِ الْمَسِیْرَةِ اِمّٰا اَنْ یَسْفَلَ وَ اِمّٰا اَنْ یَرْفَعَ وَ أَکْثَرُهُمُ الَّذِیْ یَسْفَلُ وَلاٰ یَرْفَعُ، اِذٰا لَمْ یَرْعَ حَقَّ اللّٰهِ وَ لَمْ یَعْمَلْ بِمٰا أَمَرَ بِهِ، فَهٰذِهِ صِفَةُ مَنْ لَمْ یَعْرِفِ اللّٰهُ حَقَّ مَعْرِفَتِهِ وَ لَمْ یُحِبُّهُ حَقَّ مَحَبَّتِهِ، فَلاٰ یَغُرَّنَّکَ صَلاٰتُهُمْ وَ صِیٰامُهُمْ وَ رَوٰایٰاتُهُمْ وَ عُلُوْمُهُمْ، فَاِنَّهُمْ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ"[1]

حکماء نے حکمت خاموشی کے ذریعے، علماء نے علم طلب کے ذریعے اور صدیقین نے صداقت خشوع اور طولانی عبادات کے ذریعے حاصل کی۔ پس جو بھی اس راستہ کو طے کرے یا وہ تنزلی کی طرف جائے گا یا پھر ترقی کرے گا اور ان میں سے اکثر اگر خدا کے حق کی رعایت نہ کریں اور جس کا

---

۱۔ بحارالانوار: ۷۰/۲۵

حکم دیا گیا ہے اس پر عمل نہ کریں تو وہ تنزلی کی طرف جائیں گے اور یہ ان کی خصلت ہے جنہوں نے حقیقت میں خدا کو نہیں پہچانا اور اس سے اس طرح محبت نہیں کی جس طرح محبت کرنے کا حق تھا۔ پس ان کی نماز، روزے اور روایات وعلوم تمہیں دھوکا نہ دے دیں، وہ حمار ان وحشی ہیں!

جیسا کہ اس روایت میں بھی تصریح ہوئی ہے کہ علماء وحکماء اور صدیقین کو مورد انتقاد قرار دیا گیا ہے کہ انہوں نے حقیقت میں خدا کو نہیں پہچانا اور انہوں نے حقیقت میں خدا کی محبت کو اپنے دل میں جگہ نہیں دی۔

اگر محبّ مقام محبت میں عالی مراحل تک پہنچ جائے اور اپنے دل (جو حرم اللہ ہے) کو خدا اور اہلبیت علیہم السلام کی محبت سے بھر لے تو جب تک اس کے دل میں ان کی محبت کی شدت باقی رہے گی تب تک تنزلی کا کوئی امکان نہیں ہے۔

محبین (محبت کرنے والے) کی تنزلی صرف اس وقت ممکن ہے جب وہ خود محبت کو ہاتھ سے دے بیٹھیں ورنہ جب تک محبّ کے دل میں محبت موجود ہو وہ ترقی وتکامل کی راہ پر گامزن ہوگا نہ کہ ترقی وسقوط کی جانب۔

اس نکتے کا راز یہ ہے، جیسا کہ ہم نے کہا: محبت اور شدید شوق مقناطیس کی طرح ہے اور جب تک محبت موجود ہو وہ محبّ کو محبوب کی طرف کھینچتی ہے اور جب وہ محبوب کی طرف مائل ہو جائے تو اس میں سنخیت پیدا ہو جاتی ہے اور محبّ میں محبوب کی صفات وآثار پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے اس روایت میں خدا اور اولیائے خدا کی محبت کو سیر وسلوک میں دلچسپی رکھنے والے افراد کے لئے سب سے بہترین اور محفوظ راستہ بتایا ہے۔

بعض دوسری روایات میں بھی محبین دوسرے تمام افراد پر مقدم ہیں۔ جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار میں آیا ہے کہ خدا نے فرمایا ہے:

"مٰا أَحَبَّنِيْ أَحَدٌ أَعْلَمُ ذٰلِکَ يَقِيْنًا مِنْ قَلْبِهِ اِلاّٰ قَبِلْتُهُ لِنَفْسِيْ وَ أَحْبَبْتُهُ حَبًّا لاٰ

يَتَقَدَّمُهُ أَحَدٌ مِنْ خَلْقِي ،مَنْ طَلَبَنِي بِالْحَقِّ وَجَدَنِي وَمَنْ طَلَبَ غَيْرِيْ لَمْ يَجِدْنِي...''[۱]

مجھے کوئی دوست نہیں رکھتا کے جس کے بارے میں میں یہ جانو کہ واقعاً یہ محبت اس ے دل سے پھوٹ رہی ہے مگر یہ کہ اسے میں اپنے لئے قبول کرلوں اور اسے دوست رکھوں گا۔اس طرح سے کہ میری مخلوق میں سے کوئی بھی اس پر مقدم نہیں ہوگا۔جو مجھے حقیقت میں طلب کرے وہ مجھے پالیتا ہے اور جو میرے غیر کو طلب کرے میں اسے نہیں ملتا۔

اس حدیث قدسی سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ جنہیں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف (جو خدا کے نمائندہ ہیں) اپنی خدمت کے لئے قبول فرمالیں اور انہیں لوگوں میں سے اپنی مصاحبت کی نعمت سے مشرّف فرمائیں اور دوسروں پر مقدم کریں، وہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو راہ محبت میں سب لوگوں پر مقدم ہوں اور محبت کے عالی ترین درجوں پر فائز ہوں۔

## آسمانی موجودات اور خاندان وحی علیہم السلام کی محبت

بزرگ لوگوں کی عظمت ہی نہیں بلکہ کائنات میں تما شرفاء کی شرافت وعزت اہلبیت علیہم السلام کی محبت کی وجہ سے ہے حتی خدا کی بارگاہ کے مقرّب ملائکہ نے اپنی شرافت اور عزت محبت اہلبیت علیہم السلام کی وجہ سے حاصل کی۔

حضرت رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

''هَلْ شَرَفَتِ الْمَلاٰئِكَةُ اِلاّٰ بِحُبِّهِا لِمُحَمَّدٍوَ عَلِيٍّ وَ قَبُوْلِهِا لِوِلاٰيَتِهِمٰا؟''[۲]

کیا ملائکہ کی شرافت ان کی محمد وعلی علیہما السلام سے محبت اور ان دونوں کی ولایت کو قبول کرنے کے علاوہ کسی اور وجہ سے ہے؟

---

۱۔ بحار الانوار: ۲۶/۷۰

۲۔ بحار الانوار: ۲۲۷/۲۱، تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام: ۱۵۲

یہ فرمان اس بات پر واضح دلالت کرتا ہے کہ ملائکہ کی شرافت اور عزت اس محبت کی وجہ سے ہے جو ان کو پیغمبر اکرمؐ اور امیر المؤمنین علیہ السلام سے ہے۔

آئینه مهر روشن از یاد علی است

او راد ملك بر آسمان ناد علی است

اگر چہ یہ روایت ملائکہ کے بارے میں ہے لیکن دوسری روایتیں اس حقیقت کی شاہد ہیں کہ تمام اہل آسمان (چاہئے وہ ملائکہ ہوں یا کوئی اور) خاندان وحی علیہم السلام کے محبّ ہیں اور انہی کی محبت کی وجہ سے وہ خدا کے اور زیادہ مقرّب ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ ہم نے کہا محبت، محبوب کی صفات محبّ میں جلوہ گر کر دیتی ہیں اور اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام کی ایک صفت ان کی خداوند متعال سے قربت ہے۔ اسی رو سے آسمانی موجودات ومخلوقات ان ہستیوں کی محبت کو ہی خدا کے تقرّب کا ذریعہ سمجھتی ہیں۔

اہلبیت اطہار علیہم السلام سے روایت ہونے والی ایک زیارت جامعہ میں پڑھتے ہیں:

"یَتَقَرَّبُ أَهْلُ السَّمٰاءِ بِحُبِّكُمْ وَ بِالْبَرٰائَةِ مِنْ أَعْدٰائِكُمْ"

اہل آسمان آپ کی محبت اور آپ کے دشمنوں سے دوری اختیار کرنے کی وجہ سے (خدا کا) تقرب حاصل کرتے ہیں۔

اوصاف علی است که انتهایش نبود

مدّاح علی به جز خدایش نبود

تاحشر "ادیب" اگر ز وصفش خوانی

یك حرف ز دفتر ثنایش نبود

---

۱۔ بحار الانوار: ۱۰۲/۱۶۴، مصباح الزائر: ۲۳۹

# تقرّب خدا کے کیا آثار ہیں؟

اب ہم تقرّب الٰہی کی وجہ سے پیدا ہونے والے بعض حیرت انگیز اور اہم آثار بیان کرتے ہیں:

خدا اور اہلبیت علیہم السلام کے تقرب کی نشانیوں میں سے ایک باطنی آنکھوں اور کانوں کا فعال ہو جانا اور روحانی و معنوی توانائیوں کا حصول ہے۔ کیونکہ جب انسان خدا سے معنوی تقرب کی وجہ سے ترقی و پیشرفت کرتا ہے تو خدا کی محبت کے زیر سایہ آ جاتا ہے اور خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور جب انسان خدا کا محبوب بن جائے تو اسے معنوی قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام پیغمبر اکرمؐ سے روایت فرماتے ہیں کہ خدا نے فرمایا ہے:

"مَنْ أَهانَ لِي وَلِيّاً فَقَدْ أَرْصَدَ لِمُحارَبَتِي، وَما تَقَرَّبَ اِلَيَّ عَبْدٌ بِشَيْءٍ أَحَبَّ اِلَيَّ مِمّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَاِنَّهُ لَيَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنّافِلَةِ حَتّى اُحِبَّهُ فَاِذا أَحْبَبْتُهُ، كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَ بَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ وَ لِسانَهُ الَّذِي يَنْطِقُ بِهِ وَ يَدَهُ الَّتِي يَبْطُشُ بِها، اِنْ دَعانِي أَجَبْتُهُ وَ اِنْ سَأَلَنِي أَعْطَيْتُهُ"[1]

کوئی بھی بندہ مجھ سے اس چیز کے ذریعے مقرب نہیں ہو سکتا جو میرے نزدیک ان واجبات سے زیادہ محبوب ہو جو میں نے اس پر واجب کی ہیں اور وہ نوافل کے ذریعے میرا مقرب ہوتا ہے تا کہ وہ میرا محبوب بن جائے اور جب میں اسے دوست رکھتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کی زبان جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ اعمال قدرت کرتا ہے۔ اگر وہ مجھے پکارے تو میں اس کا جواب دوں گا اور اگر مجھ سے کسی چیز کی درخواست کرے تو اسے وہ عطا کروں گا۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۵/۱۵۵، اصول کافی: ۲/۳۵۲

اس حدیث میں ذکر ہونے والے تمام امور خدا کے تقرّب کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔اس بناء پر آسمانی آوازوں کو سننا، ملکوتی چہروں کو دیکھنا، اسرار و رموز الٰہی کو جاننا، مشکل امور کو دست قدرت حق سے انجام دینا، دعاؤں کا مستجاب ہونا، یہ سب ایسی عنایات ہیں جو بارگاہ خدا اور اہلبیت اطہار علیہم السلام کے مقرّب افراد اور ان لوگوں کے شامل حال ہوتی ہیں جن سے خدا و اہلبیت علیہم السلام محبت کرتے ہوں۔

## اہلبیت علیہم السلام کی اپنے دوستوں سے محبت

ہم اپنے دلوں میں محبت اہلبیت علیہم السلام رکھتے ہیں اور یہی محبت ان ہستیوں کے قلوب میں بھی ہوتی ہے کیونکہ جو لوگ خاندان نبوت علیہم السلام کے محبّ ہیں وہ ان بزرگوار ہستیوں کے محبوب بھی ہیں۔

حبیش بن معتمر کہتے ہیں: میں امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا:

"اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یا أَمِیرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکاتُهُ، کَیْفَ أَمْسَیْتَ؟

قالَ: أَمْسَیْتُ مُحِبّاً لِمُحِبِّیْنا وَ مُبْغِضاً لِمُبْغِضِیْنا....[1]

اے امیر المؤمنین علیہ السلام آپ پر سلام ہو اور آپ پر خدا کی رحمت و برکات ہوں، آپ نے کیسے صبح کی؟

آپ نے فرمایا: میں نے اس حال میں رات گزاری کہ میں اپنے محبوں کا محبّ اور اپنے دشمنوں کا دشمن تھا۔

جب اہلبیت علیہم السلام کے دل میں کسی انسان کے لئے محبت پیدا ہو جائے تو وہ خدا کا بھی محبوب

---

۱۔ بحار الانوار: ج ۲۷ ص ۵، مجالس شیخ مفید: ۱۹۷

بن جاتا ہے اور اس کے دل میں خدا کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور جب خدا سے اس کی محبت اس قدر شدید ہو جائے کہ اس کے دل میں مخلوق کے لئے کوئی جگہ نہ رہ جائے تو اس کی باطنی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ اولیاء خدا سے آشنا ہو جاتا ہے۔

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: شب معراج میں خدا نے پیغمبر اکرمؐ سے فرمایا:

"مَنْ عَمِلَ بِرِضٰايَ اُلْزِمُهُ ثَلاٰثَ خِصٰالٍ :اُعَرِّفَهُ شُكْراً لاٰ يُخٰالِطُهُ الْجَهْلَ،وَ ذِكْراً لاٰ يُخٰالِطُهُ النِّسْيٰانُ،وَمَحَبَّةً لاٰ يُؤْثِرُ عَلٰى مَحَبَّتِيْ مَحَبَّةَ الْمَخْلُوْقِيْنَ،فَاِذٰا أَحْبَبْتُهُ ،وَ أَفْتَحُ عَيْنَ قَلْبِهِ اِلٰى جَلاٰلِيْ وَلاٰ اُخْفِي عَلَيْهِ خٰاصَّةَ خَلْقِيْ....."[1]

جو کوئی میری رضا کے لئے عمل کرے تو میں اس میں تین خصلتیں پیدا کر دیتا ہوں:

۱۔اسے شکر کی حالت رکھنے سے آشنا کرتا ہوں تا کہ جہالت جس کے ساتھ نہ ہو۔

۲۔اور ایسا ذکر کہ جس کے ساتھ نسیان نہ ہو۔

۳۔اپنی ایسی محبت کہ جس پر مخلوقین کی محبت اثر انداز نہ ہو۔

پس جب بھی مجھ سے محبت کرے میں بھی اس سے محبت کروں گا اور اس کے دل کی آنکھیں اپنے جلال کی طرف کھول دوں گا اور اپنی مخلوق کے خواص اس پوشیدہ نہیں رکھوں گا۔

اس بناء پر خدا کی محبت کی شانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اولیائے خدا اور خلق خدا سے آشنا ہو جاتا ہے اور نہیں دیکھ سکتا ہے۔

بعض لوگ خواب یا بیداری میں حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی زیارت کا شوق رکھتے ہیں یہ ان کی شدید محبت کی وجہ سے ہے کیونکہ محبت انسان میں محبوب سے ملاقات کے اشتیاق کو بڑھا دیتی ہے۔

---

۱۔بحار الانوار: ۷۷/۲۸

حضرت ابراہیم علیہ السلام مرنا نہیں چاہتے تھے خدا نے حضرت عزرائیل سے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہو:

''هَلْ رَأَيْتَ حَبِيباً يُكْرِهُ لِقاءَ حَبِيبِهِ؟اِنَّ الْحَبِيبَ يُحِبُّ لِقاءَ حَبِيبِهِ''[۱]

کیا تم نے کسی محبّ کو دیکھا ہے جسے اپنے محبوب کو دیکھنے سے کراہت ہو؟ بیشک محبّ اپنے محبوب سے ملاقات کو پسند کرتا ہے۔

ان میں سے بعض ایسے تھے جو اہلبیت عصمت علیہم السلام کے زمانے میں زندگی گزار رہے تھے لیکن ان کے شہر سے دور تھے لیکن ان کے دل اہلبیت علیہم السلام کی یاد اور ان کے دیدار کے عشق سے لبریز تھے جیسا کہ حضرت اویس قرنیؒ کے دل و جان میں پیغمبر اکرمؐ کے دیدار کا شوق تھا اور وہ اپنے خیال میں آنحضرتؐ کے تابناک انوار کو تصور کرتے تھے۔

اب جب کہ خاندان عصمت وطہارت کی آخری کڑی حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ فرجہ الشریف باقی ہیں اور پردۂ غیبت میں زندگی بسر کر رہے ہیں آپؑ کے محبّ اور جانثاروں کی آرزو صرف آپؑ کا دیدار ہے۔ یہ آرزو اور امید آنحضرتؑ سے اس محبت کی بناء پر ہی ہے جو ان کے دلوں میں آنحضرت کے لئے موجزن ہے کیونکہ خداوند کریم کے فرمان کے مطابق ''اِنَّ الْحَبِيبَ يُحِبُّ لِقاءَ حَبِيبِهِ'' ہر محبّ اپنے محبوب کا دیدار کرنا چاہتا ہے۔

گرچه یوسف به کلافی نفرشند به ما
پس همین فخر که ما هم ز خریدارانیم

---

۱۔ بحار الانوار: ۶/ ۱۲۷، امالی شیخ صدوقؒ: ۱۱۸

# خاندان نبوت علیہم السلام کے محبوں کی ذمہ داری

## ۱۔ مودّت پیدا کرنا

اہلبیت علیہم السلام سے محبت و دوستی اتنی گہری ہونی چاہئے جو آپ کے وجود میں گھر کر چکی ہو اور آپ کے روم روم میں سرایت کر چکی ہے جو آپ کا ان بزرگوں سے نزدیک ہونے کا وسیلہ بنے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اَلْمَوَدَّةُ قَرابَةٌ مُسْتَفادَةٌ''[۱]

موّدت، ایسی محبت ہے جس سے تقرّب حاصل ہوتا ہے۔

یعنی محبت میں اس قدر اضافہ ہونا چاہئے جو آپ کو محبوب سے نزدیک کر دے۔ اگر محبت اس حد تک بڑھ جائے تو اسے ''مودت'' کہتے ہیں۔ اس بناء پر مودت وہی محبت ہے جس میں افزائش اور اضافہ ہو چکا ہو اور جو روحانی قرب کا باعث ہو۔

اہلبیت اطہار علیہم السلام سے ایسی محبت ہر کسی کی ذمہ داری ہے۔ ہمیں محمد و آل محمد علیہم السلام سے اس قدر محبت ہونی چاہئے جو اہلبیت علیہم السلام سے تقرب کا وسیلہ ہو۔

خداوند کریم کا قرآن مید میں ارشاد ہے:

﴿قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾[۲]

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا علاوہ اس کے کہ میرے اقربا سے محبت کرو۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۴/۱۶۵

۲۔ سورۂ شوریٰ، آیت: ۲۳

اس آیت کے مطابق ہر انسان پر واجب ہے کہ اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام سے اس طرح سے محبت کرے جو ان ہستیوں سے معنوی وروحانی قرب کا باعث ہو۔ یہ سب انسانوں کی ایک بنیادی اور عمومی ذمہ داری ہے۔

### ۲۔ اہلبیت علیہم السلام کے محبوں سے محبت

صرف اہلبیت اطہار علیہم لسلام سے محبت ودوستی ہی کافی نہیں ہے بلکہ ان سے محبت کے بعد ان بزرگ ہستیوں سے محبت کرنے والوں سے بھی محبت کرنی چاہئے۔

حضرت پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

"أَحِبُّوْا مَوَالِيْنَا مَعَ حُبِّكُمْ لِآلِنَا"[۱]

ہمارے محبوں سے بھی ویسی محبت کرو جیسی محبت ہمارے خاندان سے کرتے ہو۔

کیونکہ ان کے محبوں سے محبت ان سے محبت کا لازمہ ہے۔

### ۳۔ اہلبیت علیہم السلام کے دشمنوں سے بیزاری

اگر انسان کے دل میں ان ہستیوں (کائنات کا وجود جن کے مرہون منت ہے) کی محبت گھر کر جائے تو پھر یہ ممکن نہیں ہے انسان ان کے دشمنوں کی دوستی کو قبول کرلے۔ کیونکہ اہلبیت علیہم السلام کی محبت ان کے دشمنوں سے سازگار نہیں ہے۔ چونکہ ظاہری یا ذہنی شعور کے نزدیک دو مخالف چیزوں کی محبت جمع نہیں ہوسکتی۔

اس بناء پر ظاہری یا ذہنی شعور میں ممکن ہے کہ کوئی اہلبیت علیہم السلام سے بھی دوستی رکھتا ہو اور گمراہوں سے بھی لیکن قلبی اور باطنی لحاظ سے ایسا ممکن نہیں ہے۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۸/۵۷

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لا یَجتَمِعُ حُبُّنا وَحُبُّ عَدُوِّنا فِي جَوفِ اِنسانٍ، اَللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ یَقُولُ:

﴿مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ﴾[۱،۲]

ہماری محبت اور ہمارے دشمن کی محبت انسان کے دل میں جمع نہیں ہوسکتی۔ خداوند کریم نے فرمایا: "اور اللہ نے کسی مرد کے سینے میں دو دل نہیں قرار دیئے ہیں"۔

اس روایت کی مانند ابی جارود نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے:

"أَبِي الْجَارُوْدِ عَنْ أَبِي جَعْفَر علیه السلام فِي قَوْلِهِ: ﴿مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ﴾ فَيُحِبُّ بِهٰذا وَ يُبْغِضُ بِهٰذا، فَأَمَّا مُحِبُّنا فَيُخْلِصُ الْحُبَّ لَنا كَمَا يُخْلِصُ الذَّهَبَ بِالنّارِ لا كَدِرَ فِيْهِ.

مَنْ أَرادَ أَنْ يَعْلَمَ حُبَّنا، فَلْيَمْتَحِنْ قَلْبَهُ فَإِنْ شارَكَهُ فِي حُبِّنا حُبُّ عَدُوِّنا، فَلَيْسَ مِنّا وَ لَسْنا مِنْهُ وَاللّٰهُ عَدُوٌّ هُمْ وَ جِبْرَئِيْلُ وَ مِيْكائِيْلُ وَاللّٰهُ عَدُوٌّ لِلْكافِرِيْنَ"[۱،۳]

ابی جارود حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے خدا کے اس فرمان کے بارے میں فرمایا "اللہ نے کسی مرد کے سینے میں دو دل نہیں قرار دیئے ہیں"

آپؑ نے فرمایا: انسان کے دو دل نہیں ہیں کہ جو ایک سے محبت کرے اور دوسرے سے دشمنی۔ ہمارے محبّ ہمارے خاندان کی محبت کو ہمارے دشمنوں کی محبت سے پاک کرتے ہیں۔ جس طرح آگ سونے کو خالص کر دیتی ہے کہ اس میں کوئی ملاوٹ نہ ہو۔

جو کوئی بھی یہ جاننا چاہتا ہو کہ وہ ہمارے خاندان سے محبت کرتا ہے یا نہیں؟ وہ اپنے دل کو آزمائے۔ پس اگر کوئی ہماری دوستی کے ساتھ ہمارے دشمنوں سے محبت کرے تو وہ ہم سے نہیں ہے اور

---

۱۔ سورۂ احزاب، آیت: ۴ ۲۔ بحار الانوار: ج ۲۴ ص ۳۱۸، کنز الفوائد: ۲۳

۳۔ بحار الانوار: ج ۲۷ ص ۵۱

ہم اس سے نہیں ہیں ۔خداوند ، جبرئیل اور میکائیل ایسے افراد کے دشمن ہیں اور خداوند کافروں کے لئے دشمن ہے۔

اس بناء پر محبت کی نشانی ( کہ جس کا لازمہ اہلبیت علیہم السلام کی اطاعت و پیروی ہے ) انسان کا ان ہستیوں میں جذب ہو جانا اور ان کے دشمنوں سے بیزاری ہے۔انسان ایسی محبت کے وسیلے سے اہلبیت علیہم السلام میں کھو جاتا ہے ۔پھر وہ اپنے محبوب اور محبوب کی پسندیدہ چیزوں کے علاوہ کسی اور کے بارے میں نہیں سوچتا۔ایسے حالات محبّ کے محبوب میں جذب ہونے کی وجہ سے ہوتے ہیں ۔

جناب خدیجہ علیہا السلام پیغمبر اکرمؐ کے سفر پر جاتے وقت فرماتیں:

قَلْبُ الْمُحِبِّ اِلَی الْأَحْبابِ مَجْذُوْبٌ وَ جِسْمُهُ بِيَدِ الْأَسْقامِ مَنْهُوْبٌ[۱]

محبّ کا دل احباب میں مجذوب ہو جاتا ہے حلانکہ اس کا جسم بیماریوں کے ہاتھوں گرفتار ہوتا ہے۔

جب آپ محبت میں پیشرفت اور اولیائے خدا کی دوستی کے نتیجہ میں ان ہستیوں میں گم ہو جاتے ہیں اور ان کے غیروں سے بیزار ہو جاتے ہیں ۔اسی لئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"....اِنَّ أَصْلَ الْحُبِّ ،اَلتَّبَرّي عَنْ سِوَى الْمَحْبُوْبِ"[۲]

اصل محبت محبوب کے علاوہ دوسروں سے دوری اختیار کرنا ہے۔

جب آپ اپنے محبوب کے علاوہ دوسروں سے دوری اختیار کریں تو آپ اپنے محبوب کو دوسروں پر فوقیت دیتے ہیں:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں:

"دَلِيْلُ الْحُبِّ اِيْثارُ الْمَحْبُوْبِ عَلٰى ما سَوٰاهُ"[۳]

---

۱۔ بحار الانوار: ۲۹/۱۶

۲۔ بحار الانوار: ۲۵۱/۲۹، مصباح الشریعہ: ۶۵

۳۔ بحار الانوار: ۲۲/۷۰، مصباح الشریعہ: ۲

محبت کی دلیل محبوب کو دوسروں پر ترجیح دینا ہے۔

ایسی محبت آپ کو معنویت و نورانیت کی اوج پر پہنچا دیتی ہے۔ جس کی وجہ سے آپ پر اہلبیت عصمت و طہارت علیہم السلام کی عنایات ہوتی ہیں۔ جو آپ کو معنوی و ملکوتی مخلوق بنا دیتی ہیں اور آپ کے دل میں اہلبیت علیہم السلام کے دشمنوں سے نفرت اور برائت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

## ۴۔ خاندان وحی کی پیروی

خاندان نبوت علیہم السلام کا اپنے محبوں سے یہی تقاضا ہے کہ وہ دوسروں سے زیادہ خودسازی اور خدا پسندانہ اعمال انجام دیں۔ اہلبیت علیہم السلام کی نظر میں جو اپنے دل میں اس خاندان کی محبت و دوستی رکھتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ اہلبیت اطہار علیہم السلام کے کردار کو اپنی زندگی کے لئے نمونۂ عمل قرار دیں اور اپنے تقویٰ و پرہیزگاری میں اضافہ کریں۔

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَنْ أَحَبَّنَا فَلْيَعْمَلْ وَلْيَتَجَلْبَبِ لْوَرَعِ"[۱]

جو ہم سے محبت کرتا ہو اسے چاہئے کہ وہ کردار و رفتار پر عمل کرے اور تقویٰ کا لباس زیب تن کرے۔

جب خاندان وحی علیہم السلام کی محبت انسان کے ظاہر سے باطن میں سرایت کر جائے تو یہ تقویٰ و عمل صالح کا منشاء بن جاتا ہے۔

اہلبیت علیہم السلام کی محبت ہمیشہ انسان کے صالح اعمال کے ساتھ ہوتی ہے۔ جن کی محبت زیادہ ہو وہ عام طور پر نیک اور صالح اعمال انجام دینے کی زیادہ کوشش کرتے ہیں۔ اسی لئے حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

---

۱۔ شرح غرر الحکم: ۳۰۳/۵

"لاتَدَعُوا الْعَمَلَ الصّالِحَ وَ الْعِبادَةَ اِتِّکالاً عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدً علیهم السلام وَالتَّسْلِیمِ لِأَمْرِهِمْ اِتِّکالاً عَلَی الْعِبادَةِ فَاِنَّهُ لا یُقْبَلُ أَحَدُهُمٰا دُوْنَ الْآخِرِ"[۱]

محمد وآل محمد علیہم السلام کی محبت و دوستی پر تکیہ کرتے ہوئے عمل صالح اور عبادت میں کوشش کو ترک نہ کرو اور اپنی عبادت پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی محبت اور ان کے حکم کے سامنے تسلیم ہونے کو خیر باد نہ کہو ان میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کے بغیر قبول نہیں ہوگا۔

یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ انسان اہلبیت علیہم السلام سے شدید محبت بھی کرتا ہو لیکن اس کے باوجود ایسے کاموں میں مشغول ہو جنہیں وہ پسند نہیں کرتے یا ایسے اعمال کو چھوڑ دے جنہیں وہ پسند کرتے ہیں۔

حقیقی محبّ اور واقعی دوست وہ ہوتا ہے جو محبوب کا مطیع اور پیروکار ہو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَوْ کانَ حُبُّکَ صادِقاً لَأَطَعْتَهُ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُحِبُّ مُطِیْعٌ[۲]

اگر تمہاری محبت سچی ہو تو تم اس کی اطاعت کرو گے کیونکہ محبّ اسی کا مطیع ہوتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

ایسی محبت جو اہلبیت اطہار علیہم السلام کی اطاعت اور پیروی کے ساتھ ہو، وہ ان ہستیوں کی خوشنودی کا باعث بنتی ہے۔ اسی وجہ سے امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"فَأَصْبَحْنا نَفْرَحُ بِحُبِّ الْمُحِبِّ لَنا"[۳]

ہم نے اس حال میں صبح کی کہ ہم اپنے محبوں اور دوستوں کی ہم سے کی جانے والی محبت کی وجہ سے خوشحال ہیں۔

---

۱۔ سفینۃ البحار: ۱/۲۰۴، مادۂ حبب ۲۔ بحار الانوار: ۴۷/۲۴

۳۔ بحار الانوار: ۲۷/۸۳

جی ہاں جو بلند مقامات تک پہنچنے کے لئے کوشاں ہوں اور جن کے نیک اور عظیم اہداف ہوں، انہیں یہ جان لینا چاہئے کہ کوئی بھی گنج و رنج برداشت کئے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ لہذا جو کوئی بلند مقام کے حصول کے بارے میں سوچ رہا ہو تو اسے اپنے مقصد تک پہنچنے کے لئے ہر ضروری عمل انجام دینا چاہئے۔

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَنْ أَحَبَّ الْمَكارِمَ، اِجْتَنَبَ الْمَحارِمَ"[1]

جو کوئی مکرم بننا چاہتا ہو اسے حرام کاموں سے اجتناب کرنا چاہئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی روایت میں آیا ہے کہ خداوند کریم نے فرمایا:

"مالِأَوْلِيائِي وَالْهَمُّ بِالدُّنْيا، اِنَّ الْهَمَّ يُذْهِبُ حَلاوَةَ مُناجاتِي مِنْ قُلُوبِهِمْ، يا داوُدُ اِنَّ مَحَبَّتِي مِنْ أَوْلِيائِي أَنْ يَكُونُوا رُوحانِيِّينَ لا يَغْتَمُّونَ"[2]

میرے محبوں کو دنیا کے ہم وغم سے کیا سروکار؟ کیونکہ دنیا سے دل لگی ان کے دل سے مناجات کی شیرینی چھین لیتی ہے۔ میں اپنے محبوں سے یہ چاہتا ہوں کہ وہ روحانی ہوں اور انہیں دنیا کا ہم وغم نہ ہو۔

اس بناء پر خدا و اہلبیت علیہم السلام کے محبوں کو دنیاوی مسائل میں ہی سرگرم نہیں ہونا چاہئے کیونکہ دنیا پرستی اور مادّی دنیا میں دلچسپی انسان کو بارگاہ خدا سے دور کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ یہ اس سے تقرب سلب کر لیتی ہے اور اس سے خدا و اہلبیت علیہم السلام کی محبت کم کر دیتی ہے۔ لیکن معنوی مسائل اور عالم معنی کے حقائق کی جستجو انسان کو خدا اور آئمہ علیہم السلام کا محبوب حقیقی بنا دیتی ہے۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۷/۴۲۱، ارشاد المفید: ۱۴۰

۲۔ بحار الانوار: ۸۲/۱۴۳

## ۵۔ دوسروں کے دل میں اہلبیت علیہم السلام کی محبت کو تقویت دیں

محبان اہلبیت علیہم السلام کی نشانیوں میں سے ایک اہم نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے رفتار و کردار سے ان ہستیوں کی محبت دوسروں کے دل میں اجاگر کرتے ہیں۔ معاشرے میں اس طرح سے زندگی گزاریں جس سے لوگ اہلبیت علیہم السلام کی طرف مائل ہوں نہ کہ خدانخواستہ وہ لوگوں کے دلوں میں بغض پیدا کرنے کا باعث بنیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"رَحِمَ اللّٰهُ امْرَءً اً حَبَّبَنٰا اِلَی النّٰاسِ وَ لَمْ یُبْغِضْنٰا اِلَیْهِمْ"[۱]

خدا اس شخص پر رحمت کرے کہ جو لوگوں کے دلوں میں ہماری محبت پیدا کرے اور ان میں ہمارے لئے دشمنی ایجاد نہ کرے۔

ہم نے محبت کے آثار و اثرات کے بارے میں جو بحث کی ہے اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اہلبیت اطہار علیہم السلام کے بارے میں شدید محبت پیدا کرنے سے ان کے لئے تقویٰ و ایمان ایجاد کرنے اور گناہوں کو ترک کرنے کا وسیلہ فراہم کیا جاتا ہے۔

اس بناء پر محمد و آل محمد علیہم السلام کے محبوں کو چاہئے کہ جس طرح سے بھی ممکن ہو وہ لوگوں کے دلوں میں ان مظلوم ہستیوں کی محبت پیدا کریں۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۵/۴۲۱

# سچی محبت

محبت اور دوستی کی کچھ علامتیں اور نشانیاں ہوتی ہیں جن سے دوستوں کو پہچانا جا سکتا ہے اور سچی محبت کرنے والوں میں اور دوسروں میں فرق کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ محبت اکسیر ہے اس لئے یہ محبّ میں کچھ آثار پیدا کرتی ہے اور جو محبوب کی اہمیت کو بیان کرتی ہے۔ فہم و فراست رکھنے والے افراد یہ درک کر لیتے ہیں کہ کن افرد کی محبت اور دوستی کو دل میں جگہ دینی چاہئے؟ کیونکہ وہ اپنے رفتار و کردار اور حرکات و سکنات سے اپنے محبوب کو پہچان لیتے ہیں۔

محبت اور دوستی جتنی زیادہ ہو، محبّ میں محبوب کی نشانیاں اتنی ہی زیادہ جھلکتی ہیں۔ کبھی محبت اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ محبّ محبوب کو کائنات کی سب چیزوں پر فوقیت دیتا ہے۔ ایسی محبت محبوب کے لئے محبّ کے ایمان و اعتقاد کی نشانیوں میں سے ہے۔

اگر خاندان نبوت علیہم السلام سے آپ کی محبت اس حد تک ہو تو یہ خدا پر آپ کے کامل ایمان کی نشانی ہے۔ یہ پیغمبر اکرمؐ کی حدیثوں میں سے ہے:

"لا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی اَکُوْنَ أَحَبُّ اِلَیْهِ مِنْ نَفْسِهِ، وَیَکُوْنَ عِتْرَتِي أَحَبُّ اِلَیْهِ مِنْ عِتْرَتِهِ، وَیَکُوْنَ أَهْلِي أَحَبُّ اِلَیْهِ مِنْ أَهْلِهِ، وَ یَکُوْنَ ذاتِي أَحَبُّ اِلَیْهِ مِنْ ذاتِهِ"[1]

بندہ اس وقت تک ایمان نہیں جب تک میں اس کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اور میری عترت اس کے نزدیک اس کی عترت سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور میرے اہل اس کے نزدیک اس کے اہل سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں اور میری ذات اس کے نزدیک اس کی اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔

جس کی محبت اس حد تک ہو یقیناً اس کی محبت سچی ہے۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۵/۴۲۱

اب ہم جس کوفی شخص کا ایک بہترین واقعہ بیان کر رہے ہیں، وہ بھی ان افراد میں سے ہے جس نے حقیت میں پیغمبر اکرمؐ، امیر المؤمنین علیہ السلام اور آپ کے فرزندوں کو اپنے خاندان پر مقدم جانا۔

کوفہ میں ایک بہت دولت مند شخص رہتا تھا جو سادات اور ان کے فرزندوں کی بہت مدد کیا کرتا تھا۔اس کے حساب کی کاپی میں امیر المؤمنین علیہ السلام کے نام سے کچھ حساب تھا۔ جب بھی اس سے کوئی شخص کوئی چیز خریدتا اور اگر اس کے پاس ادا کرنے کے لئے پیسے نہ ہوتے تو وہ اپنے غلام سے کہتا کہ اسے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے حساب میں لکھ دو۔

بہت مدت کے بعد وہ امیر شخص فقیر اور خانہ نشین ہو گیا۔ وہ اپنے گھر میں بیٹھا اپنے حساب کی کاپی دیکھ رہا تھا۔ اگر وہ اس میں اپنے کسی مقروض کا نام دیکھتا کہ جو زندہ بھی ہوتا تو وہ کسی کو اس کے پاس بھیج دیتا تا کہ وہ اس سے اپنا قرض واپس لے لے اور اگر وہ دنیا سے جا چکا ہوتا اور اس کا کوئی مال بھی باقی نہ ہونا تو کاپی سے اس کا نام مٹا دیتا۔

ایک دن وہ گھر کے دروازے پر بیٹھا اپنی وہی کاپی دیکھ رہا تھا اچانک وہاں سے ایک ناصبی گزرا اور اس نے اسے طعنہ دیا کہ تمہارے سب سے زیادہ مقروض علی بن ابیطالب نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟

اس بات پر اسے بہت دکھ ہوا اور غمگین حالت میں گھر میں داخل ہوا۔ اسی رات اس نے پیغمبر اکرمؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ ایک جگہ تشریف فرما ہیں جب کہ حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام آپ کے سامنے چل رہے ہیں۔ رسول اکرمؐ نے دونوں اماموں سے پوچھا کے آپ کے بابا کہاں ہیں؟

امیر المؤمنین علیہ السلام پیغمبر اسلامؐ کے پیچھے کھڑے تھے۔ آپؑ نے جواب دیا: یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: آپؑ اس شخص کا قرض کیوں نہیں دے رہے؟

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: یا رسول اللہ! یہ اس کا دنیاوی حق ہے جو میں ساتھ لایا ہوں۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اسے دے دو۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے سفید اون سے بنی ہوئی ایک تھیلی نکالی اور اسے دے دی اور اس سے فرمایا: یہ تمہارا حق ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے اس شخص سے فرمایا: یہ لے لو اور میرے فرزندوں میں سے جو بھی تمہارے پاس آئے اور تم سے کوئی چیز مانگے تو اسے دے دو۔ اب تمہارا فقر باقی نہیں رہے گا اور کبھی محتاج نہیں ہو گے۔

اس شخص نے کہا: جب میں بیدار ہوا تو پیسوں کی وہی تھیلی میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے اپنی بیوی کو جگایا اور اس سے کہا: چراغ جلاؤ۔ اس نے چراغ جلایا۔ میں نے وہ تھیلی کھولی اور جب میں نے ان پیسوں کو گنا تو میں نے دیکھا کہ اس تھیلی میں ہزار اشرفیاں ہیں۔

میری بیوی نے مجھ سے کہا: خدا سے ڈرو! خدانخواستہ کہیں تم نے فقر کی وجہ سے لوگوں کو دھوکا دینا تو شروع نہیں کر دیا اور کسی تاجر کو دھوکا دے کر اس کا مال تو نہیں لے آئے؟

میں نے اس سے کہا: نہیں خدا کی قسم! ایسا نہیں ہے اور پھر میں نے اس سے اپنے خواب کا واقعہ بیان کیا۔ پھر میں نے اپنے حساب کی کاپی کھول کر دیکھی تو میں نے اس میں دیکھا کہ امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کے حساب میں ہزار اشرفی لکھی ہوئی ہے نہ اس سے کم اور نہ ہی زیادہ۔[۱]

اسی مناسبت سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک بہت بہترین روایت ذکر کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا:

"مَنْ أَعانَ فَقِيرَنا، كانَ مُكافاتُهُ عَلىٰ جَدِّنا مُحَمَّد"[۲]

جو کوئی ہم میں سے کسی فقیر کی مدد کرے اس کا اجر ہمارے جدّ محمدؐ پر ہے۔

وہ کوئی شخص خاندان پیغمبر علیہم السلام سے سچی محبت کرتا تھا اور آنحضرتؐ کے حکم سے اسے اس کا دنیاوی اجر مل گیا۔

---

۱۔ فوائد الرضویہ: ۳۱۱

۲۔ بحار الانوار: ۱۰۰/۱۲۴

# جھوٹی محبتیں

کچھ لوگ خاندان وحی ونبوت علیہم السلام سے محبت و دوستی کا اظہار کرتے ہیں اور اس بارے میں خود کو اتنا سچا پیش کرتے ہیں کہ اس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ اور ان کا وجود محبت اہلبیت علیہم السلام سے سرشار ہے؛ لیکن جب ہم ان کے رفتار و کردار کے بارے میں سوچتے ہیں اور ان کے کردار کی خاندان نبوت و رسالت علیہم السلام کے دستورات سے ملاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اہلبیت علیہم السلام سے دوستی و محبت کا اظہار خالصانہ اور سچا نہیں ہے۔

بہت سے لوگ خود کو امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا عاشق اور جاں نثار سمجھتے ہیں لیکن عملاً ان کا سہم (یعنی خمس، جو کہ ان کے اپنے لئے خدا کی نعمتوں کے نزول کا ذریعہ ہے) ان کی آل کو ادا کرنے سے اجتناب کرتے ہیں!

جو شخص امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف مقدس اہداف کی راہ میں مال خرچ کرنے سے گریز کرے کیا وہ امام کے ظہور کے زمانے میں آپؑ پر اپنی جان نثار کرسکتا ہے؟

لیکن کیا حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے اپنی توقیع میں یہ نہیں فرمایا:

"لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلائِكَةِ وَالنّاسِ أَجْمَعِيْنَ لِمَنِ اسْتَحَلَّ مِنْ أَمْوالِنا دِرْهَماً"[1]

اس شخص پر خدا، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو جو ہمارے مال میں سے ایک درہم کو بھی اپنے لئے حلال جانے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اہلبیت علیہم السلام سے محبت کا دعویٰ کرنے والوں کے بارے میں جابر سے فرمایا:

"يا جابِرُ، أَ يَكْتَفِي مَنْ يَنْتَحِلُ التَّشَيُّعَ أَنْ يَقُوْلَ بِحُبِّنا أَهْلَ الْبَيْتِ ؟

---

۱۔ بحار الانوار: ۱۸۳/۵۳، کمال الدین: ۲۰۱/۲، الصحیفۃ المبارکۃ المہدیۃ: ۴۲۱

فَوَاللّٰهِ مَا شِيْعَتُنَا اِلَّا مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ وَ أَطَاعَهُ''[۱]

اے جابر! کیا خود کو شیعہ کے طور پر دکھانا کافی ہے اور کہے کہ میں اہلبیت علیہم السلام سے محبت کرتا ہوں۔ خدا کی قسم! ہمارا شیعہ وہی ہے جو تقویٰ الٰہی رکھتا ہو اور اس کی اطاعت کرتا ہو۔

اس فرمان سے یوں استفادہ ہوتا ہے کہ: جو کوئی با تقویٰ نہیں اور خدا کا مطیع نہیں اسے صرف محبت کے اظہار پر ہی اکتفا نہیں کرنا چاہئے۔

۱۔ بحار الانوار: ۷۰/۹۷

# نتیجۂ بحث

محبت آپ کے دردوغم کے لئے اکسیر ہے۔محبت کی کشش و جاذبہ انسان کواس کے محبوب کی طرف کھینچتی ہے اوراس کے صفات وحالات محبّ میں ایجاد کرتی ہے اوراسے تقویت دیتی ہے۔محبت جتنی زیادہ ہو،محبّ میں محبوب کے روحانی حالات اتنے ہی زیادہ ہو جاتے ہیں کہ جس سے اسے محبوب کا تقرب حاصل ہو جائے۔یہی مودت کا معنی ہے جو ہرانسان کو خاندان وحی علیہم السلام سے ہونی چاہئے۔کیونکہ اجر رسالت،اہلبیت اطہار علیہم السلام کی محبت ہے۔

اس بناء پر اہلبیت علیہم السلام سے محبت ومودت کے ذریعے اپنی روح کو پروان چڑھائیں اوراس خاندان کے آستانۂ ولایت سے تقرب حاصل کریں تا کہ آپ کا وجود ولایت کے تابناک انوار سے سرشار ہو جائے اورآپ کے وجود سے برائیاں پاک ہو جائیں۔

ان ہستیوں کے تقرب کا لازمہ یہ ہے کہ ان کے احکامات کی پیروی کی جائے اوران کے دشمنوں سے برات اوردوری کی جائے۔

یہ ہے سچی محبت جسے آپ اپنے اوراپنے نزدیکی افراد کے دل کی گہرائیوں میں ایجاد کریں۔

جمعی که دم از مهر و ارادت دارند

در بام شرف ،کوس سیادت دارند

چون دست به دامان سعادت زده اند

پا بر سر نام و ننگِ عادت زده اند

آٹھواں باب

# انتظار

حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''أَفْضَلُ عِبادَةِ الْمُؤْمِنِ اِنْتِظارُ فَرَجِ اللّٰهِ ''

مومن کی سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے (سختی اور غم سے) نجات کے انتظار میں رہے۔

# آٹھواں باب

## انتظار کی اہمیت

انتظار ان باعظمت افراد کا خاصہ ہے جو کامیابی اور کامرانی کے راستے پر پوری طرح گامزن ہیں۔ چونکہ غیبت کے دوران خاندان عصمت علیہم السلام کے دامن اطہر سے جاری عظیم شخصیتوں سے متعلق روایتیں نیز مستحکم اور مظبوط اقوال زریں ہوئے ہیں۔ آنحضرتؑ کے ظہور کا انتظار کرنے والے ہر زمانے کے انسان سے افضل ہیں۔

اسی لئے ایک گروہ انتظار کی سختیوں کو دنیا میں کامیابی کی اہم کلید سمجھتا ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان انتظار کے اسباب اور اس کے کمال کی معرفت اور وسیلہ سے حقیقت کے بحر سے کامیابی کے جواہر حاصل کرسکتا ہے نیز سماجی مشکلوں اور مادی رکاوٹوں سے بھی نجات پاسکتا ہے۔

انتظار صحیح معنی میں دشوار گزار حالت ہوتی ہے گویا کہ اسرار کے بھنور نے اس کا احاطہ کر رکھا ہے اور بہت ہی کم لوگوں نے حسب دلخواہ اس کے کمال کی راہ نکالی ہے اور دشمن کی مکاریوں کی مخالفت کی ہے چونکہ انتظار اپنے آخری اور بلندترین مرحلہ میں امام زمان عجل اللہ فرجہ الشریف کی ملکوتی حکومت میں آسمانی نظام کے رائج کرنے اور اس کی خدمت کرنے میں آمادگی اور مدد کے معنوں میں آتا ہے کہ جسے غیر عادی اور غیر معمولی قدرت کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے اور ایسا انتظار امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے خاص اصحاب میں موجود ہے۔[۱]

---

۱۔ وہ لوگ جو امام زمانہ کی یاد اور توسل کے ساتھ انتظار کے مراسم برپا کرتے ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اس قسم کی مجالس ومحافل الحمدللہ وسیع پیمانے پر منعقد ہورہی ہیں اور ہماری مراد اس طرح کی مجالس کی نفی اور اس طرح کے افراد کے اندر حالت انتظار کی عدم موجودگی....

انتظار جس مرحلے میں بھی ہو یہ عالم غیب سے غیبی مدد اور خدا سے تقرب کا راستہ ہے اور اگر اس میں دوام ہو اور اگر یہ تکامل حاصل کر لے تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان کے وجود میں نفس اور ضمیر سے ناآگاہی کی وجہ سے پیدا ہونے والی کشیدگی اور کھنچاؤ کو نیست و نابود کر دیتا ہے اور انسان کے باطن میں نور اور آشنائی کے دریچے کھول دیتا ہے اور اسی طرح سے انسان کے لئے تکامل کی راہ کھول دیتا ہے کیونکہ انتظار تمام تر ضروری اور لازم مدارج میں آمادگی کی حالت کو کہتے ہیں۔

باطنی توجہ کو دنیا سے خلوص، حقیقت اور نورانیت کی طرف جذب کرتی ہے۔ وہ جہان جس سے تمام تر شیطانی اور طاغوتی قوتیں اور طاقتیں نابود ہو جائیں اس دنیائے انسانیت کی جان میں انوار الٰہی کی چمک جگمگا اٹھتی ہے۔

اس حقیقت کی طرف غور کرنے کے بعد ہم کہتے ہیں کہ ایسا شخص ہی انتظار کے عظیم مراحل کو طے کر سکتا ہے کہ جو غیر معمولی طاقت اور قوت کا حامل ہو۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت ایک غیر معمولی حکومت ہوگی جس کا درک کرنا ہماری ہمت، طاقت اور سوچ سے کہیں بالاتر ہے۔ اور سب کے لئے ضروری ہے کہ مددگار افراد حضرت بقیۃ اللہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے اردگرد جمع ہو جائیں اور پہلی صف میں آپ کی مدد کریں تا کہ اللہ کے نیک لوگوں میں شمار ہوں اور آپ کے فرمان اور حکم کی اطاعت کرنے کی طاقت کو حاصل کریں جس کو حاصل کرنے کے لئے غیر عادی قدرت کا ہونا ضروری ہے۔[1]

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے تین سو تیرہ ممتاز ساتھیوں کے اوصاف اور خواص کو بیان کرنے

.....

.....نہیں ہے۔ کیوں کہ انتظار میں درجات و مراتب پائے جاتے ہیں۔ اور وہ افراد جو اس کے کمال اور عالی ترین مراتب تک پہنچے ہیں اگر چہ ان کی تعداد کم ہے لیکن انھیں افراد میں سے اٹھے ہیں۔ اور سخت جاں فشانی اور جد و جہد اور سختیوں اور مشکلات کے تحمل کرنے کے ساتھ اس عظیم مقام کہ جس پر وہ فائز ہوئے ہیں کو حاصل کیا ہے۔

۱۔ بے شمار روایت میں امام عصرؑ کی حکومت کے اندر غیر معمولی طاقتوں سے استفادہ کی تصریح کی گئی ہے۔

والی روایات ان کے بارے میں روحانی اور غیر عادی طاقتوں کے موجود ہونے کا پتا دیتی ہیں یہاں تک کہ غیبت کے زمانے میں بھی۔

## انتظار کے عوامل

ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم انتظار کے حقیقی معنی سے آشنائی حاصل کرنے کی کوشش کریں اور اپنے اور دوسروں کے اندر بھی یہ حالت پیدا کریں۔

حالت انتظار کو حاصل کرنے، سیکھنے اور اسے دوسروں تک آگے پہنچانے کے لئے مختلف راستے موجود ہیں جن سے استفادہ کرتے ہوئے ہم معاشرے میں انتظار کی حالت پیدا کر سکتے ہیں اور ان کے وجود کی گہرائیوں میں انتظار کے بیج کو باثمر بنا سکتے ہیں اور درج ذیل بعض مہم ترین راہوں کے ذریعہ سے معاشرہ، مسئلہ انتظار کی طرف مائل ہوسکتا ہے۔

۱۔ ولایت کے عظیم مقام سے آشنائی اور عظمت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی شناخت۔

۲۔ انتظار کے حیران کن آثار کے ساتھ اس کے صحیح اور کامل معنی اور اس کے عظیم مراحل سے آشنائی۔

۳۔ امام عصرؑ کے اصحاب کے اوصاف وخصوصیات سے آشنائی جو انتظار کے عالی ترین مرتبہ تک پہنچے اور عظیم روحانی قوت سے ہمکنار ہوئے جو امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے فرمان کو انجام دیتے ہیں۔

۴۔ انسان اور آئندہ زمانے کے لوگوں کی زندگی میں ظہور کے زمانے میں واقع ہونے والے عظیم تحولات اور اہم ترین تغیرات سے آشنائی [۱]

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے مرتبہ کی معرفت، آپ کے محبین اور ساتھیوں کی شناخت اور عقل

---

۱۔ ان کے علاوہ دوسرے راستے بھی موجود ہیں جو انسان کو انتظار کی طرف بلاتے ہیں ان میں سے بعض کی وضاحت ہم نے کتاب اسرار موفقیت میں ذکر کی ہے جیسے۔ اخلاص، معارف سے آشنائی محبت اہل بیتؑ خودسازی اور.....۔

اورفہم وادراک کی تکمیل،غیبت اور عالم نامرئی سے ربطہ،ناشناختہ موجودات کی شناخت،دور دراز فضاؤں اور آسمانوں کے سفر اور اسی قسم کے دوسرے مسائل لوگوں کو مسئلہ ظہور امامؑ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

نیز جو آنحضرتؑ کی عظیم الشان ا رآفاقی حکومت کے لئے آمادگی پیدا کرتے ہیں یہ تمام حقائق، پاک طینت افراد میں علم وآگہی اور جنون وعشق کا سرور پیدا کرتے ہیں اور اس طرح یہ افراد اس عظیم الشان زمانے کے دلدادہ ہو جاتے ہیں۔معاشرے اور سماج میں انتظار اور ظہور کی حالت پیدا کریں جو ہر انسان کی مسلم ذمہ داری ہے۔اب اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

## امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے مقام ومنزلت کی معرفت

امام کا باعظمت وجود اپنی نورانی خصوصیتوں کے سبب انتظار کی کیفیت کے لئے کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔کیونکہ دنیا میں آپؑ کے علاوہ کوئی بھی رہبری،امامت اور کائنات کی اصلاح کے لائق نہیں ہے یہ اسباب انسان کو آپ کی طرف جذب کرتے ہیں نیز آپؑ خدا کی آخری نشانی ہیں آپؑ ہی آخری راہنما اور ہادی ہیں جیسا کہ آپ سے متعلق حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

''عِلْمُ الْاَنْبِیاءِ فِی عِلْمِهِمْ وَسِرُّ الْاَوْصِیاءِ فِیْ سِرِّهِمْ وَ عَزُّ الْاَوْلِیاءِ فِیْ عِزِّهِمْ ، کَالْقَطْرَةِ فِی الْبَحْرِ وَ الذَّرَّةِ فِی الْقَفْرِ''[1]

تمام نبیوں کا علم،تمام اوصیاء کے راز،تمام اولیاء کی عزتیں آپ کے علم،راز اور عزت کے مقابلے میں ایسے ہی ہے جیسے سمندر میں ایک قطرہ یا ریگستان میں ایک ذرہ۔

چونکہ ہم خاندان عصمت وطہارت علیہم السلام کے آخری فرد کے دور میں زندگی گزار رہے ہیں اسی لئے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم آپؑ کے زریں فرامین واقوال کے سائے میں رہتے ہوئے تباہی اور بربادی کے طوفان سے بچیں اور آنحضرتؑ کے ظہور کے لئے راہ ہموار کریں نیز آپؑ کی حکومت کے

---

۱۔ بحار الانوار:۲۵/۱۷۳

انتظار میں ہر ایک لمحہ شمار کرتے رہیں تا کہ آپ پر چم ہدایت وعدالت افلاک عدل وانصاف پر نصب فرمادیں۔

اگر کوئی اس زمانے میں امام علیہ السلام کو پہچان لے اور زمانہ غیبت میں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی اس امداد سے آگاہی رکھتا ہو اور آپؑ کے ذریعے زمانۂ ظہور میں دنیا اور انسانوں میں ایجاد ہونے والی تبدیلیوں سے بھی آشنا ہو تو وہ ہمیشہ آپؑ کی یاد میں رہے گا اور اس طرح جیسا کہ حکم ہوا ہے آفتاب ولایت کے طلوع کے انتظار میں زندگی بسر کرے گا۔

معرفت ؛ایسے انسان کے دل سے غلاظت اور زنگ کو پاک اور صاف کر کے اس کی جگہ پاکیزگی خلوص اور نورانیت کو جا گزین کرے گی۔اب ایک نہایت ہی پر کشش روایت کی طرف توجہ کریں جس سے امام عجل اللہ فرجہ الشریف کے زمانہ غیبت میں آپؑ کی طرف سے غیبی امداد کا پتہ چلتا ہے جابر جعفی حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے اور وہ حضور اکرمؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

”....ذٰاکَ الَّـذِی یَفْتَحُ اللّٰهُ تَعالٰی ذِکْرُهُ عَلٰی یَدَیْهِ مَشٰارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغٰارِبَهٰا ، ذٰاکَ الَّـذِیْ یَغِیْبُ عَنْ شِیْعَتِهِ وَ اَوْلِیٰا ئِهِ غَیْبَةً لاٰ یَثْبُتُ فِیْهٰا عَلَی الْقَوْلِ بِاِمٰامَتِهِ اِلّٰا مَنْ اِمْتَـحَنَ اللّٰهُ قَلْبَهُ بِالْاِیْمٰانِ “”قٰالَ :فَقٰالَ جٰابِرُ :یٰا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَهَلْ یَنْتَفِعُ الشِّیْعَةُ بِهِ فِیْ غَیْبَتِـهِ ؟فَـقٰـالَ : ای وَالَّـذِیْ بَعَثَنِیْ بِالنُّبُوَّةِ اَنَّهُمْ لَیَنْتَفِعُوْنَ بِهِ وَ یَسْتَضِیْئُونَ بِنُوْرِ وِلاٰیَتِهِ فِـی غَیْبَتِهِ کَانْتِفٰاعِ النّٰاسِ بِالشَّمْسِ ،وَاِنْ جَلَّلَهَا السِّحٰابُ ، یٰا جٰابِرُ ،هٰذٰا مَکْنُوْنُ سِرِّ اللّٰهِ وَ مَخْزُوْنُ عِلْمِهِ فَاکْتُمْهُ اِلّٰا عَنْ أَهْلِهِ “[۲]

وہ (امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف) جن کے ذکر کو خداوند کریم زمین کے تمام گوشہ وکنار میں آپؑ ہی کے ذریعہ پہنچائے گا وہ اپنے شیعوں اور محبوں سے غائب رہیں گے اس طرح کہ بعض آپؑ کی امامت کے منکر ہو جائیں گے سوائے ان افراد کے جن کے ایمان کا خداوند کریم نے امتحان لے رکھا ہو۔

---

۱۔ بحار الانوار:۵۲/۱۴۵

۲۔ کمال الدین:۱۴۶ اور ۱۴۷، بحار الانوار:۳۶/۲۵۰

جابر جعفی کہتے ہیں: جابر بن عبداللہ انصاری نے پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں عرض کی: یارسولؐ اللہ! کیا شیعہ ان کی غیبت کے زمانے میں ان سے بہرہ مند ہوسکیں گے؟

پیغمبر اکرمؐ نے جواب میں فرمایا:

''اس خدا کی قسم کہ جس نے مجھے رسالت پر مبعوث کیا وہ افراد آپؑ کے وسیلہ سے بہرہ مند ہوں گے ان کی غیبت کے زمانے میں ان کے نور ولایت سے روشنی حاصل کریں گے، جس طرح لوگ سورج سے بہرہ مند ہوتے ہیں اگر چہ بادل اسے ڈھانکے ہوئے ہوں۔ اے جابر! وہ خدا کے مخفی رازوں اور اس کے علم کے خزانوں میں سے ہے۔ لہٰذا اسے مخفی رکھو مگر اس کے اہل سے''.

جیسا کہ آپؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ پیغمبر اکرمؐ نے اس حدیث میں تاکید کے ساتھ قسم کھائی ہے کہ شیعہ امام عصر ارواحناہ فداہ کے زمانہ غیبت میں آپؑ کے نور ولایت سے روشنی حاصل کریں گے۔

**کیست بی پردہ بہ خور شید ،نظر باز کند**

**چشم پوشیدۂ ما،علت پیدائی توست**

**از لطافت نتوان یافت ، کجا می باشی**

**جای رحم است بر آن کس کہ تماشایی تست**

اگر چہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اس زمانے میں غائب ہیں مگر حقیقت میں پردۂ غیبت ہمارے دلوں پر ہے ورنہ امامؑ اس شخص کے لئے چمکتا ہوا نور ہیں جس کا دل آئینہ کی طرح پاک اور صاف ہو خواہ ظاہراً نابینا ہو۔[1]

اس حقیقت کی طرف توجہ انسان کی منزل ولایت اور آپؑ کے علم اور قدرت کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور دلوں کو امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی محبت سے سرشار اور آنحضرتؑ کی آئندہ آنے والی حکومت

---

۱۔ اس مطلب کی وضاحت کے لئے کتاب اسرار موفقیت ج ۲/ کے صفحہ نمبر ۵۰ سے ابوبصیر کی روایت میں امام باقر علیہ السلام کے غائب ہونے کے واقعہ کی طرف رجوع فرمائیں۔

کے انتظار کو ایجاد کرتی ہے۔

## انتظار کے آثار سے واقفیت

### ۱۔ مایوسی اور نا امیدی سے کنارہ کشی

ایسے معاشرے میں جہاں دین کا نام ونشان بھی نہ ہو اور لوگ بہتر مستقبل کی فکر میں نہ ہوں تو وہاں قتل وغارت، خوں ریزی، خودکشی اور اسی طرح کی دوسری برائیاں وجود میں آتی ہیں۔ چونکہ لوگ ''منفی عوامل'' جیسے فقر، تنگدستی، ظلم وستم، تجاوز، قانون شکنی اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور بے اعتنائی جیسے حالات سے دوچار ہوتے ہیں اور ان سے نبرد آزمائی کے حربوں سے ناواقفیت کی وجہ سے گھر، سماج اور معاشرے کی تباہی دیکھتے ہی مایوسی ونا امیدی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

چونکہ اس کی غیبی طاقت سے مایوس ہو جاتے ہیں لہٰذا ان مشکلوں سے بچنے کے لئے خودکشی کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ پھر اس ظلم اور بربریت کو اختیار کر کے صرف اپنی دنیا وآخرت ہی نہیں بلکہ اپنے اہل وعیال نیز رشتہ داروں تک کو بھی اس بھیانک تباہی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

وہ شخص جس کے دل میں انظار کی کیفیت موجزن ہے اور ہمہ وقت دنیا کے اندر نور ولایت کے چمکنے کی امید میں ہے، کبھی ایسا ظلم نہیں کر سکتا جو اپنے ساتھ پورے معاشرے کی تباہی کا سبب بنے۔

چونکہ وہ انتظار کے مسائل سے واقف ہے اور نا امیدی ومایوسی سے کنارہ کش ہے۔ یہ روایت اسی حقیقت پر دلالت کرتی ہے۔

''عَنِ الْحَسَنِ بْنِ الْجَهْمِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ عَنْ شَیْءٍ مِنَ الْفَرَجِ ، فَقَالَ : اَوَ لَسْتَ تَعْلَمُ أَنَّ اِنْتِظَارِ الْفَرَجِ مِنَ الْفَرَجِ ؟ قُلْتُ لاٰ اَدْرِیْ اِلاّٰ اَنْ تُعَلِّمَنِیْ . فَقَالَ نَعَمْ ، اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ مِنَ الْفَرَجِ ''[۱]

---

۱۔ بحار الانوار: ۱۳۰/۵۲

حسین بن جہم کہتے ہیں: میں نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے فرج کے بارے میں دریافت کیا تو امامؑ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ فرج کا انتظار کشادگی اور وسعت میں ہے۔ میں نے عرض کیا آپ نے جتنا مجھے بتایا ہے مجھے اس کے سوا نہیں معلوم۔ امام نے فرمایا: ہاں! فرج کا انتظار کشادگی اور آسائش سے ہے۔

## ۲۔ روحانی تکامل

انسان اپنے اندر انتظار کامل کے ایجاد کرنے کے ساتھ کچھ حد تک ظہور امامؑ کے زمانے کے لوگوں کے جیسے حالات (تطہیر قلب) پیدا کر کے، امید و انتظار کے وسیلہ سے اپنے آپ کو نا امیدی و تباہی سے نجات دلا سکتا ہے۔

اسی سے متعلق امام صادق علیہ السلام اپنے آبا وَ اجداد سے اور اسی طرح حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"أَفْضَلُ عِبادَةِ الْمُؤْمِنِ اِنْتِظارُ فَرَجِ اللّٰهِ"[۱]

"مومن کی سب سے بہترین عبادت یہ ہے کہ وہ خدا سے فرج کا انتظار رکھتا ہو"

اسی بنا پر انتظار کے ذریعہ انسان ظہور امام عجل اللہ فرجہ الشریف کے بعض آثار تکامل کو اپنے اندر ایجاد کر سکتا ہے۔ ابو خالد کی اس بات کی وضاحت امام سجاد علیہ السلام کے اس فرمان سے ہوتی ہے:

"عَنْ اَبِیْ خالِدِ الْکابُلِی عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسِیْنِ تَمْتَدُّ الْغَیْبَةُ بِوَلِیِّ اللّٰهِ الثّانِی عَشَرَ مِنْ اَوْصِیاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ الْأَئِمَّةِ بَعْدِهِ، یا أَباخالِدٍ، اِنَّ أَهْلِ زَمانِ غَیْبَتِهِ، اَلْقائِلُوْنَ بِاِمامَتِهِ، اَلْمُنْتَظِرُوْنَ لِظُهُوْرِهِ، أَفْضَلُ أَهْلِ کُلِّ زَمانٍ، لِاَنَّ اللّٰهَ تَعالٰی ذِکْرُهُ أَعْطاهُمْ مِنَ الْعُقُوْلِ وَالْأَفْهامِ وَالْمَعْرِفَةِ ما صارَت بِهِ الْغَیْبَةُ عِنْدَ هُمْ بِمَنْزِلَةِ الْمُشاهَدَةِ، وَ

---

۱۔ بحار الانوار: ۵۳ص/۱۳۱

جَعَلَهُمْ فِی ذٰلِکَ الزَّمٰانِ بِمَنْزِلَةِ الْمُجٰاهِدِیْنَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ بِالسَّیْفِ ،اُوْلٰئِکَ الْمُخْلِصُوْنَ حَقّاً،وَ شِیْعَتُنٰا صِدْقاً ،وَالدُّعٰاةُ اِلٰی دِیْنِ اللّٰهِ سِرّاً وَ جَهْراً وَقٰالَ : اِنْتِظٰارُ الْفَرَجِ مِنْ أَعْظَمِ الْفَرَجِ "[1]

ابوخالد کابلی حضرت علی بن الحسین علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرتؑ نے فرمایا:

ولی خدا جو پیغمبر اکرمؐ کے اوصیاء میں سے بارہویں (خلیفہ) اور آپؐ کے بعد آئمہ اطہار علیہم السلام میں سے ہیں کی غیبت طولانی ہوگی اے ابوخالد! بے شک ان کے زمانۂ غیبت کے لوگ، ان کی امامت پر عقیدہ رکھنے والے اور ان ظہور کے منتظر لوگ ہر زمانے کے لوگوں سے افضل ہیں۔

کیونکہ خداوند کریم عقلوں کو ان کا ذکر اس قدر عطا کرے گا کہ ان کے نزدیک غیبت مشاہدے کی طرح ہوگی اور ان کو اس زمانے میں ان مجاہدین کی طرح قرار دیا جائے گا کہ جنہوں نے پیغمبر اکرمؐ کے دور میں تلوار سے جہاد کیا ہو حقیقت میں وہی با اخلاص ہیں اور وہ ہمارے سچے شیعہ ہیں اور لوگوں کو ظاہری اور مخفی طور سے بھی دین خدا کی طرف بلاتے ہیں۔

اس کے بعد امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: ''ظہور کا انتظار عظیم ترین فرج میں سے ہے۔''

دوست نزدیك تر از من ،به من است

وین عجیبتر که من از وی دورم

این سخن با که توان گفت که دوست

در کنار من و من مهجورم

---

۱۔ بحار الانوار: ۱۲۲/۵۲

انتظار کی راہ تکامل تک پہنچنے والے سچے منتظرین اپنے آپ کو حکومت خدا کی غیبی قدرت سے پوری دنیا پر حکومت کے لئے آمادہ کرنے کے اثر سے غیبت کے زمانے میں بعض زمانۂ ظہور کے فردی خواص اور خصوصیات جیسے تطہیر قلب وغیرہ تک رسائی حاصل کرتے ہیں اس حد تک کہ غیبت کا زمانہ ان کے لئے روز روشن کی طرح عیاں ہے اگر ان کے اندر اس طرح کے اثرات نہ ہوں تو کس طرح فرج اعظم کا انتظار فرج ہے؟ وہ حالت انتظار کے ساتھ غیبت اور زمانۂ ظہور کے درمیان رابطہ قائم کرتے ہیں اور اس زمانے کے بعض حالات کو غیبت کے زمانے میں پا لیتے ہیں۔[1]

## مرحوم شیخ انصاری امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے شریعت کدہ پر

دلوں کو منور کرنے والا واقعہ دنیائے تشیع کی اس عظیم شخصیت کا ذکر ہے جس نے ظاہری اور باطنی دونوں محاذوں پر غیبی امداد اور قوت سے دین مبین کی حفاظت کی۔

شیخ انصاریؒ کے ایک شاگرد، آپ کے امام علیہ السلام سے تعلق اور امام علیہ السلام کے شریعت کدہ پر شرفیابی کو یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی غرض سے کربلا پہنچا۔ انہی ایام میں ایک بار میں آدھی رات کے وقت حمام جانے کے لئے گھر سے باہر آیا، چونکہ گلیوں میں کیچڑ وغیرہ زیادہ تھا لہذا میں نے اپنے ساتھ ایک شمع بھی لے لی اور میں اس کی مدہم روشنی میں چلنے لگا۔ کچھ فاصلے پر ایک شخص نظر آیا میں نے محسوس کیا جیسے شیخ انصاریؒ ہوں۔ راستہ طے کر کے جیسے ہی قریب ہوا تو یقین ہو گیا آپ ہی ہیں۔ میں نے سوچا یہ حضور اس تاریکی میں کہاں تشریف لے جا رہے ہیں جب کہ آپ کی بینائی بھی کمزور ہے۔ میں نے سوچا کہیں کوئی آپ کا تعاقب نہ کر رہا ہو کہ جو آپ کو نقصان پہنچائے لہٰذا خاموشی سے آپ کے پیچھے چلنے لگا۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک پرانی ساخت کے مکان کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور خلوص نیت کے ساتھ زیارت جامعہ پڑھنے لگے۔

---

۱۔ جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں کہ مرحوم بحر العلوم اور مرتضیٰ شیخ انصاریؒ جیسے بہت کم افراد ایسے حالات تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔

زیارت سے فارغ ہوتے ہی اس مکان میں داخل ہوئے۔ پھر میں نے کچھ نہیں دیکھا صرف آپؒ کی آواز آرہی تھی ایسا محسوس ہورہا تھا کہ آپ کسی سے ہم کلام ہیں۔ میں وہاں سے پلٹا پھر حمام گیا اور اس کے بعد حرم مطہر گیا وہاں میں نے شیخ کو دیکھا۔

اس سفر سے واپس آکر میں نجف اشرف میں شیخ کی خدمت میں پہنچا اور اس رات والے واقعہ کو دہرایا اور اس کی تفصیل پوچھی، پہلے تو شیخ نے انکار کیا لیکن مزید اصرار پر آپؒ نے فرمایا:

جب امامؑ سے ملاقات کی خواہش ہوتی ہے تو میں اس گھر کے دروازے پر چلا جاتا ہوں، جسے تم اب کبھی نہیں دیکھ پاؤ گے، زیارت جامعہ پڑھنے کے بعد اذن طلب کرتا ہوں۔ اگر اجازت مل جاتی ہے تو آنحضرتؑ کی خدمت میں فیضیاب ہوتا ہوں۔ جو مسائل میری سمجھ سے بالا ہوتے ہیں آپؑ اسے بطور احسن حل فرماتے ہیں۔

پھر شیخؒ نے فرمایا: اور سنو جب تک میں زندہ ہوں اس واقعہ کو چھپائے رکھنا۔ ہرگز کسی کے سامنے بیان نہ کرنا۔[۱]

اسی طرح اور دوسری بزرگ شخصیتیں بھی ہیں جنہوں نے امامؑ سے بارہا ملاقات کی ہے اور اپنے آپ کو حضرتؑ کے ظہور کے لئے ہمہ وقت آمادہ رکھتے تھے۔ ان لوگوں کی طرح نہیں کہ جو قرآنی آیتوں کی تأویل اور توجیہ کریں گے نیز آنحضرتؑ کے ساتھ جنگ بھی کریں گے۔

**کلید گنج سعادت فتد به دست کسی**

**که نخل هستی اورا بود بَرِ هنری**

**چو مستعد نظر نیستی ،وصال مجوی**

**که جام جم ندهد سود ،وقت بی بصری**

---

۱۔ زندگانی وشخصیت شیخ انصاریؒ: ۱۰۶

# کامیابیوں کی کلید اور محرومیوں کے اسباب

یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے: کس طرح ہر دفعہ شیخ اجازت حاصل کر لیتے تھے اور امام عجل اللہ فرجہ الشریف کے شریعت کدہ میں زیارت جامعہ کے پڑھتے اور اجازت لے کر ساتھ بیت الشرف میں داخل ہوتے اور اپنے مہربان امام عجل اللہ فرجہ الشریف کے ساتھ گفتگو کرتے ؟

انہوں نے کس طرح یہ مرتبہ حاصل کیا تھا؟ نیز ان کے شاگردنے بھی امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے بیت الشرف کو دیکھا اس کے باوجود یہ افتخار نہیں رکھتے تھے چونکہ مرحوم شیخؒ نے ان سے فرمادیا تھا کہ اس کے بعد تم اس بیت الشرف کو کبھی نہیں دیکھ پاؤ گے۔

یہ سوال اہم ہے اور اس کا اطمینان بخش جواب دینا بھی ضروری ہے۔افسوس کی بات ہے کہ بعض افراد اس طرح کے سوالات کے لئے پہلے سے تیار شدہ جواب رکھتے ہیں اور مقابل کو فوراً جواب دیتے ہیں: خدا نے اسی طرح چاہا ہوگا یا خدا ان میں سے (نعوذ باللہ) بعض افراد کے ساتھ رشتہ داری اور ان کے قوم وقبیلہ سے اپنائیت رکھتا ہے اور کسی قسم کا ارتباط پیدا کرنے کے لئے دوسرے لوگوں کے طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے!

اس قسم کے جوابات عموماً ذمہ داریوں سے جان چھڑانے کا طریقہ ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ نہ ہی جوابات قانع کنندہ ہیں اور نہ ہی ان سے کبھی کسی کو راہ تکامل کی طرف راہنمائی کر سکتے ہیں ہم اس سوال کا جواب خاندان وحی علیہم السلام کے فرامین کی روشنی میں دیں گے۔

خداوند عالم نے تمام انسانوں کو روحانی کمال اور معنویت حاصل کرنے کا حکم دیا ہے اور اپنی عمومی دعوت میں جو کوئی بھی اس راہ میں قدم بڑھائے اجر اور بدلہ عنایت کیا ہے اسی طرح کہ جیسے میزبان اپنے مہمانوں کو دعوت کرتا ہے اور سب کی شرکت کی صورت میں خدمت اور پذیرائی کرتا ہے، نیز خداوند کریم نے بھی کمال وارتقاء کا زمینہ ہر انسان کے لئے فراہم کیا ہے۔اور اسی طرح ان کو

تکامل کی طرف دعوت دی ہے اور قرآن مجید میں صریحاً فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جٰاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾[1]

''جو بھی ہماری راہ میں کوشش کرے ہم ضرور اسے اپنی راہ میں ہدایت کریں گے''

مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ خدا کی دعوت کا جواب دیں اور روحانی کمال اور معنوی کا رتقاء کی راہ میں قدم بڑھائیں۔ لہٰذا یہ بات مسلم ہے کہ انسان کے اندر ارتقاء کا مادہ موجود ہے اور وہ اس قدرت سے بہرہ مند بھی ہے، لیکن اس سے استفادہ نہیں کرتا جیسے تنگ نظر اور چھوٹی سوچ کے مالک دولت مند افراد ہمیشہ بینک اکاؤنٹ پر کرنے میں لگے رہتے ہیں اور اس سے خوشحال رہتے ہیں، انہیں کبھی بھی اس مال و دولت سے استفادہ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ موجودہ قوتوں اور توانائیوں سے استفادہ کیا جائے تاکہ اپنے خسارے اور گھاٹے کا جبران ہو سکے اور عظیم مقاصد تک رسائی حاصل ہو سکے۔ بہت سارے لوگ روحانی اور معنوی کمال تک پہنچنے کی ذاتی طور پر بہت زیادہ آمادگی اور توانائی رکھتے ہیں چونکہ ان امور کے ساتھ ان کا کوئی کام نہیں ہوتا لہٰذا اس قسم کی تمام تر توانائیوں سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتے یہاں تک کہ دنیا کو خیر آباد کہہ دیتے ہیں اور ان توانائیوں کو اپنے ساتھ زیر خاک لے جاتے یتے ہیں جس طرح کہ گذشتہ زمانوں میں دولت مند افراد اپنے مال و دولت کو حفاظت کی خاطر زمین میں دفن کر دیتے تھے مگر بعد میں نہ ہی تو وہ خود اور نہ ہی ان کی اولاد اس مال سے کسی قسم کا استفادہ کر سکیں۔

یہ بات واضح ہو جائے کہ بعض افراد بہت زیادہ، روحانی طاقت کے حامل تھے نیز ان کی درک کرنے کی قوت بھی فوق العادہ تھی انہوں نے کیسے یہ طاقت وقوت حاصل کی اس کا اندازہ بزرگ شیعہ عالم دین مرحوم حرّ عاملیؒ کی اس گفتگو سے ہوتا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

---

۱۔ سورۂ عنکبوت، آیت: ۶۹

یہ بات واضح اور روشن ہے کہ دیکھنا اور سننا اور دیگر چیزیں جن کا سیدھا تعلق آنکھ، کان اور مربوط اعضاء سے ہے۔ آنکھ اور کان یہ دونوں چیزیں روح کے لئے وسیلہ ہیں۔ روح ان کے ذریعہ دیکھتی اور سنتی ہے۔ چونکہ روح کی طاقت قوی نہیں ہے اس لئے سماعت و بصارت اس جیسی خاص مادی چیزوں تک محدود ہے۔

اسی وجہ سے فقط مادیات کو ہی دیکھ پاتی ہے اور روحانی مسائل کے درک کرنے کی قوت نہیں رکھتی اگر انسان اپنی ذمہ داریوں کو بطور احسن انجام دے کر اپنی روحانی طاقت کو قوی کر لے تو مادیات اور طبیعیات سے مزید استفادہ کرنے کی استطاعت پیدا ہو جائے گی۔ پھر وہ اپنی آنکھوں سے ان چیزوں کا مشاہدہ کر سکے گا جو دوسروں کو نہیں دکھائی دیتیں۔ ایسی صدائیں بآسانی سن سکے گا جسے دوسرے نہیں سن سکتے۔

یہ قدرت اور غلبہ مختلف افراد میں مختلف طرح سے پایا جاتا ہے، اسی طرح کہ جس طرح ان کا تقرب بھی خدا کے نزدیک یکساں اور برابر نہیں ہے جو بھی عبادت، جدوجہد اور کوشش کے ذریعہ سے خدا کے زیادہ نزدیک ہوتا ہے اس کے روحانی اور معنوی حالات قوی تر اور مضبوط و مستحکم ہوتے جاتے ہیں۔ اور ایسے امور میں جن میں دوسرے لوگ آنکھ اور کان سے درک کرنے کی قوت نہیں رکھتے ان میں وہ قوی تر اور نہایت ہی مضبوط ہوتا ہے۔[۱]

اس بحث سے روشن ہوا کہ مرحوم شیخ انصاریؒ جیسے افراد کیسے یہ عظیم نعمت حاصل کر لیتے ہیں۔ لیکن دوسرے افراد یہ قدرت اور توانائی نہیں رکھتے اور ان کی نظریں اس طرح کے امور دیکھنے سے عاجز ہیں۔ صحیح معنوں میں حالت انتظار کو حاصل کرنا ہمارے لئے ایک تحفہ ہے۔

**دیدۂ باطن چو بینا می شود**

**آنچہ پنہان است، پیدا می شود**

---

۱۔ الفوائد الطوسیہ، تالیف مرحوم شیخ حرّ عاملی: ۸۲

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے وہ منتظرین جنھوں نے انتظار کی راہ میں چل کر اپنے آپ کو سنوارا ہے، وہ لوگ ہوائے نفس سے فرار اء، روح کی پرواز اور ترقی کے ساتھ نفس کے تسلط اور کنٹرول سے رہائی حاصل کرتے ہیں تو نفس کی جذابیت اور کشش میں یہ طاقت نہیں کہ انہیں اپنی طرف کھینچ لے کہ جس طرح فضائی راکٹ وغیرہ جب زمین کے مدار سے خارج ہو جاتا ہے تو پھر اس کو زمین کا کشش اپنی طرف نہیں کھینچ سکتی؛ اگر ہم بھی تغیّر زمانہ کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو ہوائے نفسانی کے مدار سے خارج کر لیں تو نفس کی کشش وجذابیت اور شیطانی وسوسے ہمیں متاثر نہیں کر سکتے۔

حضرت سلمانؑ اور اہل بیت علیہم السلام کے دوسرے اصحاب اس طرح تھے اور وہ نفس کے دائرے سے خارج اور مادیات کی قید سے رہائی حاصل کر چکے تھے۔ اسی وجہ سے وہ افراد غیب کے عالم سے رابطہ برقرار کئے ہوئے تھے۔ جو ولایت اور قدرت و طاقت حضرت سلمانؑ کے پاس تھی چونکہ انہوں نے نفس کے دائرے سے نکل کر اپنی ہوائے نفس کو تباہ و برباد کر رکھا تھا۔ اپنی خواہشات اور ارادوں پر حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے ارادوں کو مسلط کر رکھا تھا اسی وجہ سے اپنی غیبی اور پوشیدہ قدرتوں اور طاقتوں سے بہرہ مند ہو کر ان سے عمل میں استفادہ کرتے تھے۔

## ۳۔ مقام ولایت کی معرفت

ظہور کا انتظار، ولایت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی قدرت اور طاقت کو منتظر شخص کے دل و جان میں استحکام پیدا کرتا ہے اور اس کو اس عقیدے پر ثابت اور استوار کرتا ہے کہ ایک دن قیناً خانۂ خدا کے پاس سے قدرت خدا امام عجل اللہ فرجہ الشریف کے ہاتھوں روشن و آشکار ہوگی اور دنیا کے تمام تر جونک صفت سرکش باغیوں کو (جو ضعیفوں کا خون چوسنے میں لگے ہوئے ہیں) ان کے ان برے اعمال کی سزا دے کر ولایت کی عظیم قدرت اور استحکام کو تمام دنیا والوں کے لئے روشن اور ثابت کریں گے کہ کوئی ایسا امامت اور ولایت کے مرتبہ کا اہل ہے جو قدرت خدا کو ظاہر اور آشکار کر سکتا ہے۔

یہ ایک منتظر کا عقیدہ اور فکر ہے لہٰذا ظہور کا انتظار دین کے اصلی اور حقیقی عقائد اور معارف پر

اعتقاد کے ساتھ ہے، کیونکہ انتظار، معرفت اور اعتقادات کا بیج منتظرین کے ذہنوں میں بوتا ہے اور ان میں یقین اور اطمینان پیدا کرتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں پوری دنیا ولایت کی حکومت، طاقت، اور قوت کے کنٹرول میں آجائے گی اور ولایت کی عظیم الشان اور ناشناختہ حکومت دنیا کی تمام تر ظالم و جابر طاقتوں اور حکومتوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردے گی اور دنیا کی یہ مادی تہذیب وتمدن ولایت الٰہی کی اس بے پناہ طاقت اور حکومت کے سامنے تاب نہ لاتے ہوئے مصلح جہان کے دائرے میں آجائے گی۔

## ۴۔ مہدویت کے دعویداروں کی پہچان

مذہب تشیع کی پوری تاریخ میں متعدد افراد نے مہدویت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اپنے آپ کو رہنما (رہبر) اور عوام کی اصلاح کرنے والے کے نام سے متعارف کروایا ہے، اور اس حربے سے انسانوں کے جان، مال اور خون کو پائمال کیا ہے اور بعض کو گمراہی کی طرف بھی کھینچ کر لے گئے ہیں؛ لیکن وہ افراد کہ جنہوں نے صحیح طور پر اور سچے دل سے انتظار کی راہ میں قدم رکھا ہے، اپنے وجود کو ولایت کے چمکتے ہوئے انوار سے روشن کیا ہے وہ کبھی ان دھوکے بازوں کے دام فریب میں نہیں آتے بلکہ ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں۔

برو این دام بر مرغ دگر نه

که عنقا را بلند است آشیانه

رہزنوں اور حیلہ سازوں کی شناخت ہمیں امامت کے بلند وبالا درجہ سے آشنائی کی وجہ سے ہے اسی وجہ سے آب حیات کو سراب کے بدلے میں نہیں بیچتے ہیں اور خلافت کے غاصبوں کو نہیں مانتے۔

# امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے تکامل یافتہ منتظرین یا آپؑ کے عظیم اصحاب کی معرفت

حیرت انگیز انکشاف یہ ہے کہ انتظار با کمال منتظرین کے لئے تحفۂ خداوندی ہے یہ افراد فقط عقیدے اور اعتقاد کے لحاظ سے ہی ولایت اہل بیت علیہم السلام کے مقام و مرتبے اور منزلت کی معرفت نہیں رکھتے بلکہ وہ خود بھی آفتاب ولایت کے چمکتے ہوئے دریچے ہیں یعنی انتظار کی راہ میں تکامل کے اثر سے اپنی ظرفیت کی حد تک خاندان وحی علیہم السلام کے مرتبے سے معنوی اور روحی طاقتیں اور قدرتیں کسب کرتے ہیں اور ان کو جو ذمہ داریاں دی جاتی ہیں وہ انہیں بحسن وخوبی انجام دیتے ہیں ایسے افراد امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی پوری طرح مدد کرنے والے ہیں اور آنحضرتؑ کے مقام ولایت کی طرف سب سے آگے ہیں۔

اب آپ اس نکتہ کی طرف توجہ فرمائیں، خداوند کریم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعاً﴾[1]

''اب تم نیکیوں کی طرف سبقت کرو اور تم جہاں بھی رہو گے خدا ایک دن سب کو جمع کر دے گا''

یہ آیت کریمہ امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے ان تین سو تیرہ صحاب کے بارے میں ہے کہ جو ظہور کے دن سب سے پہلے امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ خداوند کریم ان سب کو اپنے بیت الشرف (کعبۃ اللہ) میں ولی برحق کے اردگرد جمع کر دے گا تا کہ آنحضرتؑ کی مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور زمانے کی بدبختیوں کو ختم کر دیں۔

یہاں پر بعض افراد کے ذہن میں ایک بہت ہی اہم سوال آ سکتا ہے کہ نیکیوں میں سبقت لے جانے کا کیا مطلب ہے اور حضرت مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کے ان تین سو تیرہ اصحاب باوفا میں کون

---

۱۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۴۸

کون سی ایسی خوبی ہے کہ وہ دوسروں لوگوں پر سبقت لے جائیں گے اور عظیم مرتبہ پر فائز ہوں گے؟!

اگر ہم سرچشمہ وحی سے دریافت کریں تو امام محمد باقر علیہ السلام کی حدیث، مذکورہ آیت کی تفسیر کرتی ہے:

''اَلْخَیْرٰاتُ :اَلْوِلاٰیَةُ لَنٰا أَهْلَ الْبَیْتِ '' [1]

''خیرات سے مراد ہم اہل بیتؑ کی ولایت ہے''

## اصحاب باصفا کی طاقت وقدرت کا سرسری جائزہ

انسان ولایت کی قبولیت میں جتنی بھی کوشش کرے گا اتنی ہی اس کی روح قوی ہوتی چلی جائے گی نیز غیر معمولی طاقت کا مالک بن جائے گا۔ پھر حسب دلخواہ وہ مادی اور غیر مادی موجودات پر بھی حکومت کرسکتا ہے جیسا کہ مرحوم علامہ بحرالعلوم کے اسبے مثال واقعہ سے معلوم ہوتا:

مرحوم علامہ بحرالعلوم اختلافی قلب (خفقان) کے مریض تھے اس مرض کے ساتھ گرمیوں میں کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی ایک مخصوص زیارت سے مشرف ہونے کی نیت سے بہت شدید گرمی والے دن نجف اشرف سے نکلے لوگوں نے تعجب کیا کہ مرض اور اس ہوا کی گرمی میں یہ کیسے سفر کریں گے؟!

آپ کے ساتھ سفر کرنے والوں میں مرحوم شیخ حسین نجف بھی تھے جو سید بحرالعلومؒ کے زمانے کے مشہور علماء میں سے تھے تمام افراد گھوڑوں پر سوار سفر کر رہے تھے ایک بادل ہوا میں دکھائی دیا جس نے ان پر سایہ کیا، پھر سرد ہوائیں چلنے لگیں ہوا اس حد تک ٹھنڈی ہوگئی تھی جیسے یہ تمام افراد زیر زمین راہ میں سفر کر رہے ہوں وہ بادل اس طرح ان لوگوں پر سایہ کئے ہوئے تھا یہاں تک کہ وہ کان شور کے نام سے ایک مقام کے نزدیک پہنچے وہاں پر بزرگ عالم دین شیخ حسین نجف کے جاننے والوں میں

---

۱۔ مرحوم نعمانی کی کتاب الغیبہ، ص۳۱۴

سے کسی سے ان کی ملاقات ہوگئی اور وہ بحرالعلومؒ سے جدا ہو گئے اور اپنے دوست سے احوال پرسی اور گفتگو میں مشغول ہو گئے اور پھر یہ بادل سید بحرالعلومؒ کے سر پر سایہ کئے رہا یہاں تک کہ سید بحرالعلوم ؒ مہمان خانے میں داخل ہو گئے چونکہ سورج کی گرمی شیخ نجف کو لگی لہٰذا ان کی حالت خراب ہوگئی اور اپنی سواری سے زمین پر گر پڑے ادھیڑ عمر یا فطرتی کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے انہیں اٹھا کر مہمان خانے میں سید بحرالعلومؒ کے پاس پہنچایا گیا اس کے بعد جب انہیں ہوش آیا تو سید بزرگوار سے عرض کی۔

''سیدنا لم تدرکنا الرحمة'' اے ہمارے سید وسردار رحمت نے ہمیں اپنی لپیٹ میں کیوں نہ لیا۔ تو سید نے فرمایا: ''لم تخلفتم عنها ؟''

تم نے رحمت کی مخالفت کیوں کی؟! اس جواب میں ایک لطیف حقیقت پوشیدہ ہے۔[۱]

امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے اصحاب خاص کی قدرت تصرف اس حد تک ہے کہ امام کے تین سو تیرہ اصحاب خاص میں سے کچھ افراد اسرار آمیز بادلوں سے استفادہ کرتے ہیں اور ظہور کی ابتداء میں بادلوں کے ذریعہ سے آپ کی خدمت میں پہنچا کریں گے۔

مفضل کہتے ہیں کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: اِذَا اُذِنَ الْاِمَامُ دَعَا اللّٰهَ بِاسْمِهِ الْعِبْرَانِيِّ فَاُتِيحَتْ لَهُ صَحَابَتُهُ الثَّلَاثُ مِئَةٍ وَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ قَزَعٌ كَقَزَعِ الْخَرِيْفِ وَ هُمْ أَصْحَابُ الْاَلْوِيَّةِ ، مِنْهُمْ مَنْ يُفْقَدُ عَنْ فِرَاشِهِ لَيْلاً فَيُصْبَحُ بِمَكَّةَ وَ مِنْهُمْ مَنْ يُرَى يَسِيْرُ فِي السَّحَابِ نَهَارًا يُعْرَفُ بِاسْمِهِ وَ اسْمِ أَبِيْهِ وَ حِلْيَتِهِ وَ نَسَبِهِ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ أَيُّهُمْ أَعْظَمُ اِيْمَانًا ؟ قَالَ : اَلَّذِي يُسِيْرُ فِي السَّحَابِ نَهَاراً وَ هُمُ الْمَفْقُوْدُوْنَ وَ فِيْهِمْ نُزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ ( اَيْنَمَا تَكُوْنُوا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا )'' [۲]، [۳]

---

۱۔ العبقری الحسان: ۲/۶۹ ۲۔ سورۂ بقرہ، آیت: ۱۴۸

۳۔ بحار الانوار، ۵۲/۳۶۸، غیبت نعمانی: ۱۶۸، تفسیر عیاشی، ۱/۶۷

''جب بھی امام کو اذن ہوگا خدا کو اس کے عبری (عبرانی زبان) سے پکارا جائے گا اس وقت آپ کے تین سو تیرہ اصحاب خزاں کے بادل کی مانند جمع ہو جائیں گے۔ وہی آپ کے یاور و مددگار ہوں گے۔

ان میں سے بعض رات میں اپنے بستروں سے غائب ہو جائیں گے اور صبح مکہ میں ہوں گے اور ان میں سے بعض وہ ہوں گے جو دن میں بادلوں میں سیر کرتے ہوئے نظر آئیں گے اور وہ اپنے ناموں اور اپنے باپ کے نام اور اپنی صفت اور اپنی نسبتوں سے پہچانے جائیں گے۔

میں نے کہا: ان دو گروہوں میں سے ایمان کے لحاظ سے کون سا گروہ باعظمت ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وہ جو دن میں بادلوں کی سیر کریں گے یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی جگہوں سے غائب ہو جائیں گے ان ہی کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے:

''تم جہاں بھی رہو گے خدا ایک دن سب کو جمع کر دے گا''

## ظہور کے زمانے کی معرفت

ظہور کے زمانے میں دنیا کی حالت سے آشنائی اور وہ عظیم تبدیلی جو اس زمانے میں پیش آئے گی انسان کو مسئلہ انتظار کی طرف بلاتی ہے وہ حیرت انگیز تبدیلی کہ جو پوری دنیا اور تمام انسانوں میں پیدا ہوگی۔ انسان اور دنیا کو ایک اور شکل میں جلوہ گر بنا دے گی۔

### ا۔ باطنی تطہیر

اب انسانی وجود کے نشیب و فراز میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کی طرف توجہ فرمائیں۔

اعتقادی مسائل میں سے ایک مسئلہ خصلت اور کیفیت اور پاک اور ناپاک خصلتوں کے ایک دوسرے کے ساتھ میل جول کا ہے۔ اور روایات میں بھی ذکر ہوا ہے کہ (طینت) عادت، سرشت کا کیا مطلب و مقصود ہے چون کہ عادتیں ایک دوسرے سے ملتی ہیں اور کس طرح پاک ہو کر ایک

دوسرے سے جدا ہوتی ہیں؟

اس مسئلہ کی تفصیل اس مختصر کتاب میں مناسب وممکن نہیں ہے اس وجہ سے ہم فقط اس نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہیں: زمانۂ ظہور کی خصوصیات میں سے ملاوٹ سے خصلتوں کی پاکی، نفس اور ضمیر کا آلودگیوں سے پاک ہونا ہے جو وجود انسانی کے نشیب وفراز میں موجود ہیں ہم یہ کیوں کہتے ہیں کہ حضرت بقیۃ اللہؑ کے زمانۂ ظہور میں لوگ کثافتوں اور آلودگیوں سے پاک ہو جائیں گے؟

اس سوال کے جواب سے پہلے اس بات کی وضاحت کے لئے ایک داستان عرض ہے:

شیبہ بن عثمان، حضور اکرمؐ کا شدید ترین دشمن تھا۔ اس کے دل میں آنحضرتؐ کے قتل کی آرزو تھی اس نے جنگ حنین میں شرکت کی تا کہ حضور اکرمؐ کو شہید کر دے جس وقت لوگ آنحضرتؐ کے اطراف سے ہٹ گئے اور نبی اکرمؐ تنہا رہ گئے یہ پچھلی جانب سے آنحضرتؐ کے نزدیک پہنچا، لیکن آگ کا ایک شعلہ اس کی طرف بڑھا اس طرح کہ اس کو تحمل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ اسی وجہ سے اپنا مقصد پورا نہ کر سکا۔

نبی کریمؐ نے پیچھے مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور فرمایا:

شیبہ میرے نزدیک آجاؤ اس وقت حضور نبی اکرمؐ نے اپنا دست مبارک اس کے سینے پر رکھا اس کام کے اثر سے آنحضرتؐ نے اس کے دل میں جگہ پیدا کر لی اس طرح کہ پیغمبر اکرمؐ اس کے نزدیک اس وقت سے محبوب ترین شخص ہو گئے اسی وقت اس نے نبی اکرمؐ کے حضور میں مخالفین سے اس طرح سے جنگ کی کہ اگر اسی حالت میں اس کا باپ بھی مقابلے میں آجاتا تو اس کو بھی حضور نبی کرمؐ کی نصرت کی خاطر قتل کر دیتا۔[1]

---

۱۔ سفینۃ البحار: ۱/۲۰۲ مادہ حبب

آپ دیکھیں کس طرح پیغمبر اکرمؐ نے ایک نجس طینت اور آلودہ نفس انسان کو جو آپؐ کا بدترین دشمن تھا ایک لمحے میں غلاظت و آلودگی سے نجات دے دی اس کو کفار کی صف سے نکال کر مومنین کے لشکر میں کھڑا کر دیا۔

پیغمبر اکرمؐ نے اپنے دست مبارک کو اس کے سینے پر پھیرنے کے ساتھ ہی اس کی عقل کو مکمل کر دیا اور اس کی ناپسندیدہ طینت میں پیدا ہونے والی تبدیلی کی وجہ سے اس نے ضلالت اور گمراہی سے نجات حاصل کر لی۔

اس مقدمہ کے بیان کے بعد زمانۂ ظہور کی تشریح یوں ہوگی کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اِذٰا قٰامَ قٰائِمُنٰا وَضَعَ یَدَهُ عَلٰی رُئُوْسِ الْعِبٰادِ ، فَجَمَعَ بِهِ عُقُوْلَهُمْ وَ اَکْمَلَ بِهِ اَخْلاٰقَهُمْ "[1]

جس وقت ہمارا قائم قیام فرمائے گا اپنے ہاتھوں کو خدا کے بندوں کے سروں پہ رکھے گا پس اس عمل سے ان کی عقلوں کو جمع کر دیں گے اس کے سبب ان کی عقلی قوت کامل ہو جائے گی اور ان کے اخلاق کو مکمل کر دیں گے۔

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اس عمل سے سے لوگوں کے باطن کو پاک کر دیں گے اور خدا کے تمام بندوں کو برائیوں سے نجات بخشیں گے۔

## ۲۔ زمانۂ ظہور میں عقلوں کا کامل ہونا

مذکورہ روایت سے دو نہایت پر کشش نکات سمجھ میں آتے ہیں۔

۱۔ حضرت بقیۃ اللہ عجل اللہ فرجہ الشریف اپنے ہاتھ کو نہ فقط اپنے اصحاب خاص کے سروں پر بلکہ تمام

---

۱۔ بحار الانوار: ۳۳۶/۵۲

بندگان خدا کے سروں پر پھریں گے یعنی وہ تمام افراد جو اس دن خدا کی بندگی کے قائل ہوں گے اگر چہ جنگ میں آنحضرت کے اصحاب میں سے نہ بھی ہوں گے بوڑھے اور بچے سب اس عظیم نعمت کے مالک ہوں گے۔

۲۔ سب لوگوں کی عقلیں پراکندگی اور انتشار سے نجات پائیں گی اور سب کے سب پوری طاقت کے ساتھ فکر و عقل کا مرکز جو غیر معمولی علم و ادراک کا سرچشمہ ہو جائیں گی۔ ان کی عقلی قوت کے کامل ہو جانے کا یہ معنی ہے کہ اگر چاہیں گے تو دماغ کی تمام تر قوتوں سے فائدہ حاصل کر سکیں گے۔

جی ہاں! جس دن خدائی ہاتھ لوگوں کے سروں پر رکھا جائے گا، غیبت کے دوران ستمدیدہ انسانوں پر نوازش کی جائے گی اور وہ طاقتیں جو انسانی دماغ کے اندر پوشیدہ تھیں تکامل کے اثر سے تجلی اور ظہور کریں گی نیز عالی ترین علمی اور عملی مراحل کے کمال کے ساتھ یہ حیرت انگیز دور درک کریں گے اس لئے ہم دماغی قوت اور کمال عقل کے حیرت انگیز اثرات کی زیادہ سے زیادہ آشنائی اور پہچان پیدا کریں۔

دماغ کی اس عظیم قدرت کی وضاحت یوں ہے کہ ہر انسان عادی یا غیر عادی طور پر اپنی پوری زندگی کے دوران اپنے دماغ کی ظرفیت کا ایک اربواں حصہ بھی کام میں نہیں لاتا۔ اگر عام افراد یا نابغہ افراد کے دماغ کی ظرفیت اور توانائی کا ایک اربواں حصہ کام میں لایا جائے تو وہ فرق جو ان کے اور عام لوگوں کے درمیان دیکھنے میں آئے گا، وہ ایک بہت بڑی حیران کن کیفیت ہوگی نہ ایک چھوٹی موٹی اور عام۔[۱] یعنی یہاں تک کہ نابغہ (غیر عادی) افراد جو فکر و عقل کی عجیب و غریب طاقت سے مالا مال ہیں، وہ بھی فقط اپنے مغز کی کل طاقت کا ایک اربواں حصہ عمل میں لا سکتے ہیں۔ لیکن کیسے ان کے دماغ کے ایک اربویں حصہ کی توانائی اور استفادہ دوسروں سے بہتر ہے۔

---

۱۔ توانیھای خود را بشناسید: ۳۴۷

آج سے کئی سال پہلے کی بات ہے کہ اس زمانے کے ایک ریاضی دان نے ایک ایسے مسئلے کو عوام کے کانوں تک پہنچایا کہ جو بہت زیادہ زیر بحث تھا۔اس نے ایک تخمینہ لگایا کہ ایک انسانی مغز ( ایک وقت میں ) دس معلوماتی اکائیوں کی ذخیرہ اندوزی کرسکتا ہے اگر اس رقم کو سادہ زبان میں بیان کیا جائے تو یہ کہنا حقیقت سے دور نہیں ہوگا کہ ہم میں سے ہر ایک ماسکو میں موجودہ دنیا کی عظیم ترین لائبریری میں موجود کئی لاکھ جلد کتابیں جو تمام معلومات سے پر ہیں، کو اپنے حافظہ میں رکھ سکتا ہے مندرجہ بالا باتیں اس طرح کے حساب میں جس کی تائید کی جا چکی ہے حیرت انگیز نظر آتی ہیں۔[۲]

اب آپ توجہ فرمائیں کہ اس صورت میں جب مصلح جہان حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کے چمکتے ہوئے نور کی روشنی کے اثر سے انسانی مغز کی تمام قدرتیں اپنے تکامل کو پہنچ جائیں گی اور انسان اپنے مغز کی تمام تر قوت وطاقت سے نہ ایک اربویں حصے کی طاقت سے استفادہ کرے گا تو علم وتمدن پوری دنیا پر چھا جائے گا اس وقت دنیا کا احاطہ کس طرح ہوگا ؟!

جس زمانے میں انسان عقل کے تکامل کے اثر سے روح کی سوئی ہوئی قوتوں کو اجاگر کرلے گا اور انہیں بیدار کر کے ان سے بہرہ مند اور مستفید ہوگا اس وقت وہ اپنے جسم کو اپنی روح کا تابع قرار دے کر قدرت روح حاصل کرسکتا ہے۔

یعنی اپنے مادی جسم کو توانائی اور امواج میں تبدیل کرسکتا ہے اور اس کام سے اپنے جسم کو مادیت اور جسمانیت کی حالت سے باہر نکال سکتا ہے۔

جس وقت انسان اس کام پر قادر ہو جاتا ہے تو اس وقت بہت سی کرامتیں جو اس کے اندر عام حالت میں موجود تھیں اس کے لئے ثابت ہو جائیں گی۔

---

۲۔توانیھای خودرا شناسید:۴۴

زمانۂ غیبت میں بہت کم ایسے لوگ موجود ہیں جو طی الارض کی قدرت رکھتے ہیں، اور اس سے استفادہ کرتے ہیں اور اپنے جسم سے مادی حالت اور تجسم کو چھین کر اپنے آپ کو توانائی اور امواج کی شکل میں تبدیل کر لیتے اور ایک لمحے میں اپنے آپ کو زمین کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے میں پہنچاتے ہیں اور جو لوگ یہ قدرت اور طاقت رکھتے ہیں وہ اپنے تروح یافتہ جسم کی اس جگہ راہنمائی کرتے ہیں کہ جس کا وہ ارادہ رکھتے ہیں اور وہاں پر اسے مجسم کر لیتے ہیں۔

## ۳۔ دنیا میں عظیم تبدیلی

ظہور کے باعظمت دور میں زمین پر عظیم تبدیلیاں رونما ہوں گی اور قرآن مجید کے فرمان کے مطابق: ﴿ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ ﴾[۱]

اس دن جب زمین دوسری زمین میں تبدیل ہو جائے گی۔

زمین ایک نئے طریقے سے جدید شرائط کے ساتھ وجود میں آئے گی اور نہ فقط زمین بلکہ اس زمانے میں عظیم، کامیاب اور تازہ تبدیلیاں رونما ہوں گی۔

آج تمام دانشمند افراد اس نکتہ پر متفق ہیں کہ مادہ ارتعاش سے تشکیل پاتا ہے اور ارتعاشات کو کیبل یا لہروں کے ذریعے سے تصور یا آواز کی طرح دور دراز مقامات پر منتقل کیا جا سکتا ہے جس کے نتیجہ میں انسان کی بناوٹ وساخت (جو مادہ سے منظّم ہوئی ہے) کو ارتعاش میں تبدیل کر کے الیکٹرونک کے ذریعے دنیا کے ہر حصہ تک پہنچایا جا سکتا ہے۔

میرا نظریہ یہ ہے کہ مستقبل قریب میں یہاں تک کہ فضائی مسافرتوں سے بھی قبل ایسے طریقے ایجاد کئے جا سکیں گے کہ انسانی جسم کو ارتعاش کے ساتھ ذرہ ذرہ کر کے فضا میں بھیج کر اور وہاں ان الگ میں میں جوڑا جا سکے گا۔

---

۱۔ سورۂ ابراہیم، آیت: ۴۸

اب ہمارے محترم قارئین خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ انسان روح ہے اور اس کا جسم مادہ کے ذرات کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ جسے کند کرنے اور اس کے ارتعاشات کو نیچے لانے سے اپنی مرضی کی شکلوں میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔[۱]

ایسے دن کو آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے جس دن انسان اپنے جسم کو الیکٹران والے طریقہ کے مطابق تبدیل کرے گا اور اسے مذکورہ بحث کے تجربہ کے طور پر مشاہدہ میں لائے گا اس کارروائی کی ایک دور دراز مقام کی طرف رہنمائی کی جائے گی اور وہاں پر ان ایٹموں کو جمع کیا جائے گا جن سے جسم دوسری مرتبہ اپنی اصل شکل میں آجائے گا۔[۲]

عقلی قوتوں کے تکامل عمومی کی بنا پر جن کی روایات میں تصریح کی گئی ہے، روح تمام مادہ چیزوں پر غلبہ کرے گی اور لوگ اپنے جسم پر (حکومت) کنٹرول حاصل کریں گے اور اس حالت سے بخوبی استفادہ کر سکیں گے اس باعظمت اور ناشناختہ دور میں لوگوں کی زندگیاں اور ان کی ضروریات مادی و سائل کے ساتھ ایک اور طرح کی ہیں۔

ولایت اہل بیت علیہم السلام کے ظہور کے پرتو میں انسان کا علم و دانش عظیم ترین امکانی نقطے تک پہنچ جائے گا اور انسان با آسانی علم و دانش کے تمام مراحل سے بہرہ مند ہوگا اس دن اولیائے خدا وہ راز بھی فاش کر دیں گے جو وہ عوام کے آمادہ نہ ہونے کی وجہ سے چھپایا کرتے تھے اور ان کے لئے ترتیب اور تکامل کی آخری راہ کھول دیں گے شاید ہمارے لئے اس طرح کے مطالب کو قبول کرنا سخت ہو اور ہم ان تمام علمی مسائل کی پیشرفت کو قبول نہ کر سکیں۔

حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ اگر انسانی دماغ شیطان کی قید سے آزاد ہو جائے تو اس کا لازمہ یہ ہے کہ انسان تمام مدارج میں اس حد تک تکامل حاصل کر لیتا ہے کہ دنیا میں کوئی بھی راز اس سے مخفی نہیں

---

۱۔ روح زندہ می ماند: ۱۵۸

۲۔ روح زندہ می ماند: ۱۸۸

رہ جاتا اور تمام پیچیدہ علمی مسائل کا حل نکل آتا ہے۔

غاصبین خلافت کہ جنہوں نے آج تک اربوں افراد کو علم وکمال کے عالی ترین مراحل اور ولایت کے جگمگاتے ہوئے تمدن تک رسائی حاصل کرنے سے محروم رکھا۔ حضرت علی علیہ السلام اپنے اس کلام میں کہ جو آنحضرت کے وجود کی گہرائیوں سے صادر ہوتا ہے اس طرح فرماتے ہیں:

"یا کُمَیْل ما مِنْ عِلْمٍ اِلّا وَ اَنَا اَفْتَحُهُ وَما مِنْ سَرٍّ اِلّا وَ الْقائِمُ یَخْتِمُهُ" [1]

''اے کمیل! کوئی علم نہیں مگر یہ کہ میں نے اسے شگافتہ کیا ہو اور کوئی راز نہیں مگر یہ کہ قائمؑ اسے اختتام کو پہنچائیں۔''

جی ہاں! جب حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ فرجہ الشریف کے ہاتھوں سے چمکتا ہوا نور دنیا کے رنجیدہ خاطر اور ستم رسیدہ عوام کی عقلوں کو کمال بخشے گا اور استفادہ کی حیرت انگیز قوت ایجاد کردے گا۔ اس وقت انسان اپنے عقل وفہم کی تمام قدرت کے ساتھ نہ فقط ایک اربویں حصے سے خاندان وحی علیہم السلام کے حیات بخش مکتب کے رازوں کو قبول کرے گا بلکہ علم وکمال کے آخری مرحلے کو بھی حاصل کر سکے گا۔

اس باعظمت زمانے میں تمام تر پوشیدہ راز اور اسرار ظاہر وآشکار ہو جائیں گے، اور اس زمانے میں تاریکیوں کا اثر تک باقی نہیں رہے گا۔

اب کیا ایسے دن کے آنے کا انتظار ہمارے دلوں کو خلوص اور پاکیزگی نہیں بخشتا؟!

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۷/۲۶۹

# نتیجۂ بحث

انتظار، الٰہی حالت ہے جو امید ونجات بخش ہے، جو غیبت کے تاریک دور میں منتظرین کو حیرت وسرگردانی کی ظلمت سے نجات بخشتا ہے اور انہیں نور اور پاکیزہ وادی کی طرف لے جاتا ہے۔

انتظار غم زدہ لوگوں کو ایک نئی زندگی اور تازہ قوت دیتا ہے اور افسردہ دلوں کو امید دلاتا ہے۔ انتظار، رکاوٹوں اور تاریکیوں سے پاک کر دیتا ہے اور انسانی وجود میں تکامل یافتہ چمکتے ہوئے نور کو ایجاد کرتا ہے۔

انتظار، شناسائیوں کے بیج اور شیعہ کے اصلی اعتقادات کو منتظرین کے دلوں میں پروان چڑھاتا ہے اور بافضیلت ترین انسانوں کے لئے کامل ترین معنوی حالات کو بعنوان ہدیہ پیش کرتا ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ اپنے اندر انتظار کو ایجاد کر کے اسے تقویت بخشیں تو ولایت کے عظیم اور عالی مقام سے انس اور محبت شروع کر دیں اور انتظار کے حیرت انگیز آثار اور ان کی عادات سے آگاہی پیدا کریں اور حضرت بقیۃ اللہ اعظم عجل اللہ فرجہ الشریف کے زمانۂ ظہور کی برکتوں سے اپنے دل و جان کو آگاہ کریں تاکہ اس مبارک اور بابرکت زمانے کا انتظار ہمارے تمام تر وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔

**روز محشر که زهولش سخنان می گویند**
**راست گویند ولی چون شب هجران تونیست**

نواں باب

# رازداری

حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"أَنْجَحَ الْاُمُوْرُ مَا اَحَاطَ بِهِ الْكِتْمَانُ"

نتیجہ بخش ترین امور وہ ہیں جو پوشیدہ ہوں۔

# نواں باب

# رازداری

خدا کے حقیقی بندے، خودساختہ اور مہذب افراد اپنے اخلاص اور اصلاح نفس کی وجہ سے اپنے رفتار و کردار اور دوسری شائستگی میں خلقت کائنات کے اسرار سے آشنائی حاصل کر کے نظام خلقت کے کچھ انجانے رموز سے آگاہ ہوتے ہیں۔

اہلبیت علیہم السلام کے زمانۂ حضور میں ایسے اسرار ان ہستیوں کے ذریعے رحمانی الہامات کے توسط سے سکھائے گئے۔ یہ بزرگ ہستیاں اپنے اصحاب اور قریبی افراد کو ایسے مسائل کی تعلیم دیتے اور انہیں اس کی حفاظت کا حکم دیتے۔

پیغمبر اکرمؐ نے ایک مفصل روایت کے ضمن میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے فرمایا:

"یا جابِرُ اُکْتُمْ ما تَسْمَعُ فَاِنَّهُ مِنْ سَرائِرِ اللّٰهِ"[1]

اے جابر! تم جو کچھ سنتے ہو اسے چھپاؤ کیونکہ وہ اسرار خدا میں سے ہیں۔

اس بنیاد پر جابر اور دوسری بزرگ شخصیات کہ جنہیں اہلبیت عصمت و طہارت علیہم السلام نے اسرار و معارف تعلیم فرمائے، وہ اسرار کو مخفی رکھنے کی کوشش کرتے۔ ایسے مسائل کی حفاظت ان کیلئے بہت مشکل تھی جس کے لئے انہوں نے بڑی زحمتیں برداشت کیں۔ اسی وجہ سے اس موضوع کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یوں فرمایا ہے:

"کِتْمانُ سِرِّنا جِهادٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ"[2]

---

۱۔ بحار الانوار: ۱۰۳/۳۵ ۲۔ بحار الانوار: ۷۰/۷۵

ایک دوسری روایت میں آپؑ فرماتے ہیں:

"مَنْ کَتَمَ الصَّعْبَ مِنْ حَدِیْثِنا جَعَلَهُ اللّٰهُ نُوراً بَیْنَ عَیْنِهِ وَ رَزَقَهُ اللّٰهُ الْعِزَّةَ فِي النّاسِ"[۱]

جوکوئی ہماری سخت گفتار کومخفی رکھے خداوندا سے دوآنکھوں کے درمیاں نور کی طرح قرار دے گا اورلوگوں میں اسے عزت واحترام عطا کرے گا۔

راز کو چھپانے کے لئے ہر موضوع کوغور وفکر کے بعد بیان کیا جائے اورغور وفکر کے بغیر افکار کو زبان پر نہ لایا جائے۔اگر انسان سوچے اورسوچنے کے بعد بولے تو اسے اپنی باتوں پر پشیمانی نہیں ہو گی۔کیونکہ تفکر اورتأمل سے کچھ راز مخفی رہ جائیں تو وہ مخفی ہی رہ جاتے ہیں۔کیونکہ سوچنے سے انسان کے لئے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ سب باتیں نہیں کہی جاسکتیں۔

حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لا تَقُلْ ما لا تَعْلَمْ بَلْ لا تَقُلْ کُلَّ ما تَعْلَمُ"[۲]

جوبات نہیں جانتے وہ نہ کہو بلکہ ہر جاننے والی بات بھی نہ کہو۔

کیونکہ کسی بھی چیز کو جاننا اسے بیان کرنے کی دلیل نہیں ہے۔کیونکہ بہت ایسی چیزیں ہیں جنہیں جانتے تو ہیں لیکن وہ بیان کرنے کے قابل نہیں ہوتیں۔اس بناء پر ایسی باتوں کو بیان کرنے میں اپنی اور دوسروں کی عمر ضائع کرنے کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔انسان کی کچھ معلومات مفید ہوتی ہیں لیکن لوگوں کا ظرف انہیں ہضم نہیں کرسکتا۔ایسے مطالب بیان کرنے سے بھی گریز کرنا چاہئے کیونکہ ایسے مطالب کے بیان سے دوسروں کے اظہار یا انکار کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

---

۱۔بحارالانوار:۲۵/۳۸۱،اختصاص:۳۲۱

۲۔بحارالانوار:۲/۱۲۲

اسی لئے کائنات کے سب سے پہلے مظلوم امیر المؤمنین علی بن ابیطالب علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لاٰ تَقُلْ کُلَّ مٰا تَعْلَمُ"

تم جو کچھ جانتے ہو وہ سب بیان نہ کرو۔

آپؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:

"مَنْ کَتَمَ سِرَّہٗ کٰانَتِ الْخِیَرَۃُ بِیَدِہٖ"[1]

جو کوئی اپنے راز چھپائے، اس کا اختیار اس کے ہاتھ میں رہے گا۔

کیونکہ جب بھی وہ اصلاح دیکھے تو اسے دوسروں کے سامنے بیان کرسکتا ہے؛ لیکن اگر اس نے اپنا راز فاش کردیا تو اسے اس کا نقصان ہوگا اس کے بعد وہ اپنے فاش راز کو نہیں چھپا سکتا۔

بلکہ کبھی کبھار اپنے راز کو فاش کرنے کے علاوہ اپنے روحانی حالات بھی کھو دیتا ہے کیونکہ بعض افراد کو زحمتیں برداشت کرکے کچھ معنوی نتائج حاصل ہوتے ہیں لیکن اِدھر اُدھر کی باتیں کہنے سے وہ اپنی معنوی حالت کھو بیٹھتا ہے جس کی وجہ سے غرور تکبر اور تمام منفی روحانی بیماریوں میں مبتلا ہوجاتا ہے اور اس کے منفی نتائج سامنے آتے ہیں۔ ایسے امور سے بچنے کا بہترین ذریعہ اپنی زبان کی حفاظت کرنا ہے۔

تا نشانسی گھر بارِ خویش
طرح مکن گوھر اسرار خویش
لب مگشا گر چہ در و نوش ھاست
کز پس دیوار بسی گوش ھاست

---

۱۔ نہج البلاغہ کلمات قصار: ۱۶۲

# بزرگوں کی رازداری

اہلبیت اطہار علیہم السلام کی نورانی زندگی اور نشست و برخواست کی روش پر مختصر نگاہ کرنے سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی مجلس میں شرفیاب ہونے والے لوگوں اور ان کی دلنشین گفتار اور روح پرور اقوال سے استفاہ کرنے والوں پر خاص عنایت فرماتے اور وہ فرد یا افراد کو اپنا صاحب اسرار سمجھتے اور ان کے لئے خلقت کائنات کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھاتے ۔خلقت کے اسرار و رموز (جن سے دوسرے ناواقف تھے ) سے پردہ اٹھانے سے ان کے دل منور ہو جاتے ۔لیکن وہ اپنے اسرار نا اہل لوگوں سے چھپاتے اور انہیں ان لوگوں کے سامنے بیان نہ کرتے جن میں انہیں ہضم کرنے کی صلاحیت و لیاقت نہ ہوتی ۔ہمارے بزرگ بھی اپنے اسرار کی حفاظت کی کوشش کرتے ۔اب ہم نمونے کے طور پر ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

مرحوم شیخ بہائیؒ نے سنا کہ ایک حلیم پکانے والا شخص بعض گیاہی چیزوں میں تصرف کی قدرت رکھتا ہے اور غیر معمولی روحانی توانائیوں کا مالک ہے ۔آپ اس سے ملاقات کے خواہاں تھے ؛لہذا آپ اس کے پاس گئے اور اس سے اصرار کیا کہ وہ عالم وجود کے اسرار میں سے انہیں کوئی چیز سکھائے !

حلیم پکانے والے شخص نے منع کیا اور کہا: یہ اسرار آپ سے بالا ہیں !

مرحوم شیخ بہائی نے اس کی بات ردّ کرتے ہوئے کہا: میں ان اسرار کو سیکھنے کے لئے تار ہوں ۔ حلیم پکانے والے نے جب یہ دیکھا کہ شیخ بہائی اس کی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں اور خود کو اسرار قبول کرنے کے لئے تیار سمجھتے ہیں ۔لہذا اس نے شیخ بہائی کو یہ دکھانے کے لئے کہ ان میں بعض اسرار کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے ،اس لئے انہوں نے عملی طور پر ایک کام کو انجام دینا شروع کیا۔ایک دن وہ حلیم پکانے میں مشغول تھا اور شیخ بہائی بھی اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تا کہ شاید

اس سے کوئی اسرار سیکھ لیں۔ اچانک گھر کے دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ حلیم پکانے والا شخص اور شیخ بہائی دونوں باہر گئے، دیکھا تو دروازے کے پیچھے کھڑا ایک شخص کہہ رہا ہے: اس شہر کا سلطان فوت ہو گیا ہے اور اب تمہیں اس سلطنت کے شاہ کے طور پر منتخب کرنا چاہتے ہیں۔ حلیم پکانے والا شخص اور شیخ بہائی دونوں دربار کی طرف چلے گئے۔

اس نے شیخ بہائی سے کہا: تمہیں چاہئے کہ تم بادشاہ بن جاؤ اور میں تمہارا وزیر۔ وہ انکار کرتے رہے لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا اور بالآخر شیخ بہائی شہر کے بادشاہ بن گئے اور وہ حلیم پکانے والا ان کا وزیر۔ کچھ مدت گزر گئی تو شیخ نے کوئی کام انجام دینا چاہا جو ان کے لائق نہیں تھا! اچانک حلیم پکانے والے نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کہا: میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میں قابلیت نہیں ہے؟! جب شیخ نے دیکھا تو وہ حلیم کی دیگ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ وہی وقت تھا جب وہ وہاں سے گئے اور دیگ ابل رہی تھی۔[1]

فرض کریں کہ اگر یہ واقعہ صحیح بھی ہے تو یہ عالم کشف میں ایک طرح کی قدرت نمائی تھی جو ہماری اس دنیا میں خارجی واقعیت نہیں رکھتا۔ لیکن مرحوم شیخ بہائی کو یہ منوانے کے لئے کہ وہ کچھ اسرار کو کشف کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، یہ ایک مؤثر نمائش تھی۔

مرحوم شیخ بہائی امور غریبہ میں اس فن کے استاد تھے لیکن ہر ہاتھ سے اوپر بھی ایک ہاتھ ہے "وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ"[2]

ایک دن مرحوم شیخ بہائیؒ اور مرحوم فیض کاشانیؒ اور بہت سے دوسرے علماء کے استاد اور علماء شیعہ میں سے ایک بزرگ شخصیت "سید ماجد بحرانیؒ" ایک نشست میں حاضر ہوئے۔ شیخ بہائیؒ کے ہاتھ میں خاک شفاء کی تسبیح تھی جس پر وہ کوئی ورد پڑھ رہے تھے کہ اس تسبیح سے پانی جاری ہو گیا!

انہوں نے سید سے پوچھا: کیا اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟

---

۱۔ تذکرۃ العلماء تنکابنی: ۱۷۳

۲۔ سورۂ یوسف، آیت: ۷۶

سید نے جواب دیا: جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ پانی خیالی ہے نہ کہ آسمان سے نازل ہونے والا یا زمین سے نکلنے والا حقیقی پانی۔ مرحوم شیخ کو ان کا یہ جواب بہت پسند آیا۔[1]

## راز کی حفاظت کرنا نہ کہ خیالات کو چھپانا

خاندان وحی ونبوت علیہم السلام کے کلمات وفرامین میں رازداری کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے اس کا یہ مقصد ہے کہ کامیاب اور بزرگ افراد جن موضوعات سے آگاہ ہوئے ہوں اور دوسرے اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں تو ان موضوعات کی حفاظت کریں اور انہیں ان کے اختیار میں نہ دیں۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے قبول کرنا چاہئے لیکن کچھ لوگ ایسے حقائق کو چھپانے کے بجائے تخیلات کی حفاظت کرتے ہیں، جن کے وہ سختی سے پابند ہوتے ہیں اور انہیں بہترین راز کی طرح چھپاتے ہیں۔ انہیں رحمانی الہامات اور نفسانی تخیلات کے درمیان فرق معلوم نہیں ہوتا۔ اسی لئے وہ اپنے شیطانی اعمال کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور راز کی طرح ان کی حفاظت کرتے ہیں لیکن درحقیقت وہ خیالات کے علاوہ کچھ نہیں ہوتے۔ اب اس بارے میں ایک بہترین واقعہ بیان کرتے ہیں:

ایک دن مرحوم شیخ بہائی، شاہ عباس کی محفل میں داخل ہوئے۔ روم کے دربار کا سفیر بھی وہیں تھا، شاہ نے شیخ بہائی سے کہا: بادشاہ روم کے سفیر کی باتوں کو سنیں۔ روم کے سفیر نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا اور کہا: ہمارے ملک میں دانشوروں کا ایک گروہ ہے جو کہ علوم غریبہ سے آشنا ہے اور وہ بہت عجیب و غریب کام انجام دیتے ہیں اور اس نے ان میں سے کچھ واقعات بیان کئے۔ پھر اس نے کہا: لیکن ایران میں علماء میں سے کوئی بھی ایسے علوم سے آشنا نہیں ہے۔

شیخ بہائیؒ نے دیکھا کہ یہ باتیں بادشاہ پر بہت اثر انداز ہوئی ہیں اسی لئے انہوں نے روم کے سفیر کی طرف دیکھ کر کہا: صاحبان کمال کے پاس ایسے علوم کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی انہوں نے جلدی

---

۱۔ فوائد الرضویہ محدث قمی: ۳۷۰

سے اپنی جو راب ہاتھ میں پکڑی جو سانپ میں تبدیل ہوگئی۔

دربار میں روم کے سفیر اور اس محفل میں بیٹھے ہوئے تمام افراد پر خوف طاری ہوگیا اور سب بھاگنے کے لئے تیار ہو گئے؛ مرحوم شیخ بہائیؒ نے سانپ کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تو وہ اپنی پہلے والی حالت میں تبدیل ہوگیا۔ پھر انہوں نے شاہ عباس سے کہا: ایسے کام بابصیرت افراد کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتے اور میں نے تو یہ چیزیں اصفہان میں کرتب دکھانے والوں سے سیکھی ہیں۔ یہ تو شعبدہ بازی ہے۔ کرتب دکھانے والے لوگوں سے درہم و دینار لینے کے لئے یہ کام کرتے ہیں۔ سفیر روم نے سر جھکالیا اور باتوں پر بہت پشیمان ہوا۔[1]

بعض لوگ شیطانی وسوسوں اور خیالات کی طرح ایسے ہی بے ارزش کاموں کو اہمیت دیتے ہیں اور اپنے خیال میں وہ علوم وحقائق کی حفاظت کر رہے ہوتے ہیں حالانکہ راز داری کی بجائے انہیں یہ چیزیں اپنے صفحہ دل سے نکال دینی چاہئیں۔

اس بناء پر پہلے تو انسان کو راز کی حقیقت اور اس کی اہمیت سے آگاہ ہونا چاہئے؛ اور اس کے بعد اسے اس کی راز داری کرنی چاہئے، نہ کہ وہ اپنے دل کو شیاطین کا ٹھکانہ قرار دے اور خود کو راز دار سمجھے!

## اسرار کی حفاظت میں، مخالفین کا کردار

اب دنیا کی سامراجی طاقتیں اپنے سیاسی راز و اسرار نہ صرف یہ کہ دوسرے ملکوں بلکہ اپنی قوم اور اپنے ملک کی بہت سی سیاسی شخصیات سے بھی چھپاتی ہیں اور انہیں صرف چند مخصوص افراد تک ہی محدود رکھتی ہیں۔

اسی طرح بڑے صنعتی دفاتر اور کمپنیاں اپنی کامیابی کا سبب راز داری کو قرار دیتے ہیں اور اپنے راز

---

۱۔ فوائد الرضویہ: ۵۱۳

فاش ہونے کو اپنی شکست اور رقیبوں کی فتح مانتے ہیں۔

لیکن مکتب اہلبیت علیہم السلام میں لوگوں کو راز داری کا حکم ایسے چھوٹے مقاصد کے لئے نہیں دیا گیا کیونکہ ان ہستیوں کی نظر میں اگر راز بتانا مومن بھائیوں کی ترقی و پیشرفت کا باعث ہو اور اس میں کسی طرح کے فساد کا کوئی خوف نہ ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اسی لئے حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے حضرت کمیل سے فرمایا:

"یا کُمَیْلُ لا بَأْسَ أَنْ تُعْلِمَ اَخاکَ سِرَّکَ"[1]

اے کمیل! اپنا راز اپنے (دینی) بھائی کو بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس بناء پر انسان اسے اپنا راز بتا سکتا ہے جو ہمیشہ اس کے ساتھ بھائیوں کی طرح باقی رہے۔

اب یہ سوال درپیش آتا ہے: اگر نزدیکی دوستوں کو راز بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے تو پھر روایات میں اپنا راز چھپانے کی اتنی تاکید کیوں کی گئی ہے؟[2]

اس کے جواب میں یہ کہنا چاہئے: کیونکہ اولاً: تو لوگوں میں فطری طور پر پیدا ہونے والی فکری تبدیلیوں کی وجہ سے ایسے بھائیوں اور ان کے آئندہ رویے کی پہچان بہت مشکل ہے۔ اس بناء پر دینی بھائیوں کو پہچان کر ہی ان سے راز بیان کرنا چاہئے۔

ثانیاً: اہلبیت اطہار علیہم السلام کے فرامین میں راز کو چھپانے کا حکم مادّی اور شخصی اغراض و مقاصد کے لئے نہیں ہے جیسا کہ دنیا کے سیاستدان اور دولت مند حضرات اپنے راز چھپاتے ہیں۔ بلکہ وہ لوگوں کی علمی وسعت کے کم ہونے اور ان کے نہ ماننے کی وجہ سے ہے۔ جب غیبت کے تاریکی کے بادل چھٹ جائیں گے اور پوری کائنات پر ولایت کے تابناک انور چمک رہے ہوں گے تو حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ فرجہ الشریف کے توسط سے دنیا کے حیرت انگیز اسرار سب لوگوں کے لئے واضح و آشکار ہو

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۷/۴۱۶، تحف العقول: ۱۷۱

۲۔ حضرت علیؑ نے ایسے بھائیوں کے کچھ شرائط بیان فرمائے ہیں جنہیں جاننے کے لئے بحار الانوار: ۷۷/۴۱۶ کی طرف رجوع فرمائیں۔

جائیں گے۔ کیونکہ اس زمانے میں لوگ فکری تکامل کی وجہ سے ان اسرار کو سننے کے لئے تیار ہوں گے اور اس وقت دنیا میں ظالموں اور ستمگروں کا وجود نہیں ہوگا جو ان اسرار کو بیان کرنے سے روک سکیں۔

ہمیشہ ہر ظلم وستم کا سرچشمہ اور تمام ملتوں کے لئے ناکامی کا باعث اہلبیت اطہار علیہم السلام کے حقوق کے غاصب اور ظالم افراد ہیں۔ وہ نہ صرف خاندان وحی علیہم السلام کی حکومت کے لئے رکاوٹ بنے بلکہ انہوں نے معاشرے کو اس طرح سے جہل کے اندھیروں میں رکھا کہ اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام کو اسرار ورموز بیان کرنے کی راہوں کو مسدود کر دیا۔

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ سِرٌّ لاٰ يَعْلَمُهُ اِلاّٰ قَلِيْلٌ"

پیغمبرؐ کے لئے ایک راز تھا جسے کوئی نہیں جانتا تھا مگر بہت کم لوگ۔

پھر آپؑ پیغمبر اکرمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

"لَوْلاٰ طُغاٰةُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ لَبَثَثْتُ هٰذَا السِّرَّ"[1]

اگر اس امت کے باغی وسرکش افراد نہ ہوتے تو میں یہ راز لوگوں کے درمیان بیان کرتا۔

ایک دوسری روایت میں فرماتے ہیں:

"لَوْلاٰ طُغاٰةُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ لَبَيَّنْتُ هٰذَا السِّرَّ"[2]

اگر اس امت کے باغی وسرکش افراد نہ ہوتے تو میں یہ راز بیان کر دیتا۔

اس بناء پر اہلبیت اطہار علیہم السلام کی راز داری اور ان کا کائنات کے حقائق کو مخفی رکھنے کی وجہ معاشرے کے ظالم وجابر اور آل محمد علیہم السلام کے حقوق کے غاصب افراد تھے۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۹۵/۳۰۶

۲۔ بحار الانوار: ۹۱/۲۶۷

وہ لوگ اسلامی ممالک کے سر کو دیکھنا تو دور کی بات بلکہ وہ حضرت فاطمۂ زہراء علیہا السلام کی جاگیر ''فدک'' بھی مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کے پاس نہیں دیکھ سکے! تو پھر وہ لوگ کس طرح آرام سے بیٹھ کر دیکھ سکتے تھے کہ لوگ اہلبیت عصمت علیہم السلام کی طرف جا کر ان کے علوم سے آسمانوں، خلاؤں، کہکشاؤں اور عالم غیب کی اور نامرئی دنیا کی عظیم قدرت سے آشنا ہوں؟!

ان کی خیانت کی وجہ سے نہ صرف اسی زمانے میں بلکہ اب تک انسانی معاشرہ ایسے بنیادی اور حیاتی مسائل سے آشنا نہیں ہوسکا۔

## کرامت اور روحانی قدرت کو چھپانا

ہمارے بزرگ اور صالح افراد بھی اہلبیت اطہار علیہم السلام کی پیروی کرتے ہوئے عام طور پر ایسی زندگی گذاری کہ جب تک وہ زندہ رہے کسی کو ان کے اسرار کا علم نہ ہوسکا حتی کے ان سے مانوس بہت سے افراد بھی ان کے راز سے آگاہ نہ ہوئے۔

اگر چہ کچھ موارد میں ایسے افراد ظاہراً عام اور معمولی اشخاص تھے لیکن حقیقت میں ان پر اہلبیت اطہار علیہم السلام کی خاص عنایات کی وجہ سے ان کا دل خاندان وحی علیہم السلام کے تابناک انوار سے منور تھا اور ان ہستیوں کے فیض وکرم سے حاصل ہونے والی قدرت کو خلق خدا کی خدمت میں صرف کرتے اور کسی بھی لمحے اپنی ذمہ داری سے کوتاہی نہ کرتے لیکن اس کے باوجود کبھی بھی اپنے ان اسرار کو فاش نہ کرتے۔ لیکن کبھی قریبی دوستوں کی وجہ سے ان کی شخصیت آشکار ہوجاتی اور ان کی رحلت کے بعد ان کے وہ اسرار روشن ہوجاتے جنہیں وہ اپنے ساتھ زیر خاک لے گئے۔

جی ہاں! شیعہ تاریخ میں بعض علماء یا بلند معنوی مقام رکھنے والے عام افراد کا اہلبیت اطہار علیہم السلام سے ارتباط تھا اور وہ ان ہستیوں کے دستورات اور احکامات کے تابع تھے اور اسی کے مطابق اپنی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے فخر محسوس کرتے۔

اگر چہ عام طور پر وہ اپنی ذمہ داریاں مخفی رکھتے بلکہ وہ بات کا بھی خیال رکھتے کہ کہیں شریر افراد اس سے سوء استفادہ نہ کریں لیکن کبھی ان کی کرامت سے آگاہ ہوجانے والے افراد کے ذریعے ظاہر ہوجاتی اور وہ اسے دوسروں کے لئے فاش کردیتے۔

## مرحوم شیخ انصاریؒ کی ایک کرامت

بطور نمونہ ہم عظیم فقیہ مرحوم شیخ انصاریؒ سے صادر ہونے والی ایک کرامت بیان کرتے ہیں۔ آپ سے یہ کرامت جلیل القدر عالم دین مرحوم شیخ عبدالرحیم دزفولی نے دیکھی اور اسے دوسروں کے لئے بیان کیا۔

وہ کہتے ہیں: میری دو ایسی حاجتیں تھیں جن سے کوئی بھی آگاہ نہیں تھا۔ میں ان کے پورا ہونے کی دعا کیا کرتا تھا اور میں حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام، سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کو شفیع قرار دیتا یہاں تک کہ میں زیارات مخصوصہ کے لئے ایک بار نجف سے کربلا گیا اور میں نے ان ہستیوں کے حرم میں اپنی وہ دونوں حاجتیں بیان کیں لیکن مجھے اپنے توسل میں کوئی اثر دکھائی نہ دیا۔

ایک دن میں نے دیکھا کہ حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کے حرم میں لوگوں کی کثیر تعداد ہے۔ میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ آج یہاں لوگوں کا اتنا ہجوم کیوں ہے؟ اس نے کہا: ایک بیابان میں رہنے والے عرب کے بیٹے کو مدتوں سے فالج تھا وہ اسے شفاء کی غرض سے حرم مطہر میں لائے۔ حضرت عباس علیہ السلام نے اس پر لطف و کرم کیا اور اسے شفاء مل گئی۔ اب لوگ اس کے کپڑے پھاڑ کر تبرک کے طور پر لے جارہے ہیں۔

اس واقعے سے میری حالت تبدیل ہوگئی اور میں نے سرد آہ کھینچ کر آنحضرتؑ کی ضریح کے قریب ہوا اور میں نے عرض کیا: یا ابالفضل العباس علیہ السلام! میری دو شرعی حاجتیں ہیں جنہیں میں

متعدد بار حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام، سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کی بارگاہ میں عرض کر چکا ہوں لیکن آپ نے اس کی طرف توجہ نہیں کی اور یہ ایک بیابانی بچہ یوں ہی آپ سے متوسل ہوا آپؑ نے اس کی حاجت روا فرما دی۔ اس سے میں یہ سمجھا ہوں کہ آپ کی نظر میں میری چالیس سال تک زیارت، مجاورت اور تحصیل علم میں مشغول رہنا اس بچے کے برابر بھی اہمیت نہیں رکھتا۔ اس لئے اب میں اس شہر میں نہیں رہوں گا اور ایران ہجرت کر جاؤں گا۔

میں یہ باتیں کہہ کر حرم سے باہر آ گیا اور سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے حرم میں اس طرح سے ایک مختصر سا سلام کیا جیسے کوئی اپنے آقا سے ناراض ہو اور پھر میں اپنے گھر آ گیا۔ میں نے اپنا سامان باندھا اور نجف کی طرف اس ارادے سے روانہ ہو گیا کہ وہاں سے اپنے بال بچوں کو لے کر ایران چلا جاؤں گا۔

جب میں نجف اشرف پہنچا تو میں صحن کے راستے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ میں نے صحن میں شیخ انصاریؒ کے خادم ملاّ رحمت اللہ کو دیکھا۔ میں نے ان سے ہاتھ ملایا اور گلے ملا۔ انہوں نے کہا: آپ کو شیخ بلا رہے تھے۔ میں نے کہا: شیخ کو کیسے پتا چلا؟! میں تو ابھی یہاں آیا ہوں؟

انہوں نے کہا: مجھے نہیں معلوم البتہ میں اتنا جانتا ہوں کہ انہوں نے مجھ سے فرمایا: صحن میں جاؤ، شیخ عبدالرحیم کربلا سے آ رہے ہیں انہیں میرے پاس لے آؤ۔

میں نے خود سے کہا: نجف کے زائرین عام طور پر ایک دن زیارت مخصوصہ کے لئے کربلا رہتے ہیں اور اس سے اگلے دن واپس آتے ہیں اور اکثر صحن کے راستے ہی داخل ہوتے ہیں شاید اسی لئے انہوں نے ملاّ رحمت اللہ سے کہا مجھے صحن میں دیکھو۔ ہم دونوں شیخ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہم گھر کے بیرونی حصے میں داخل ہوئے تو وہاں کوئی نہیں تھا اس لئے ملاّ نے اندرونی دروازہ کھٹکھٹایا۔ شیخ نے آواز دی: کون ہے؟ ملاّ نے عرض کیا: میں شیخ عبدالرحیم کو لایا ہوں۔

شیخ تشریف لائے اور ملاّ سے فرمایا: تم جاؤ۔ جب وہ چلے گئے تو انہوں نے میری طرف دیکھ کر

فرمایا: آپ کی دو حاجتیں ہیں اور انہوں نے وہ دونوں حاجتیں بھی بتا دیں۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں! ایسا ہی ہے۔

شیخ نے فرمایا: فلاں حاجت میں پوری کر دیتا ہوں اور دوسری کا تم خود استخارہ کرلو۔ اگر استخارہ بہتر آئے تو میں اس کے مقدمات فراہم کر دوں گا اور پھر اسے خود ہی انجام دو۔

میں نے جا کر استخارہ کیا۔ استخارہ بہتر آ گیا جس کا نتیجہ میں نے آ کر شیخ کی خدمت میں عرض کیا تو انہوں نے قبول کر لیا اور اس کے مقدمات فراہم کر دیئے۔[1]

یہ شیخ کی کرامات کا ایک نمونہ ہے جو جلیل القدر عالم مرحوم شیخ عبدالرحیم کے ذریعے فاش ہوا۔ اسی طرح شیخ انصاریؒ اور شیعہ تاریخ کی بزرگ علمی و معنوی شخصیات سے دیکھے گئے واقعات بہت زیادہ ہیں کہ جن سے ہم مجموعاً یہ نتیجہ لیتے ہیں:

اولیائے خدا رازوں کو چھپانے اور اپنی ظرفیت و قابلیت سے نہ صرف امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے فرمان پر ذمہ داری انجام دیتے ہیں بلکہ خاندان ولایت علیہم السلام کے بیکراں لطف سے تمام اہلبیت اطہار علیہم السلام سے مرتبط ہو کر ان کے احکامات کو انجام دیتے اور انہیں مخفی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

وہ اغیار سے منہ موڑ کر اپنے دل کی گہرائیوں سے خدا تک وصل کا راستہ بناتے ہیں کیونکہ ''فصل'' وصل کا مقدمہ ہے اور ''وصل'' فصل کا نتیجہ ہے۔ اس بناء پر صاحبان اسرار کا آئمہ اطہار علیہم السلام سے اتصال ایک ایسا مسئلہ ہے جو حقیقت و واقعیت رکھتا ہے۔ اگر چہ انہوں نے اسے مخفی رکھنے کی بہت کوشش کی اور اس کا انکار بھی کرتے رہے۔ بزرگ شیعہ علماء سے روایت ہونے والے بہت سے واقعات ان کی رازداری پر دلالت کرتے ہیں۔ ہم نے مرحوم شیخ انصاریؒ کا جو واقعہ بیان کیا، وہ اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اہلبیت اطہار علیہم السلام کبھی اولیائے خدا میں سے بعض کو کوئی کام انجام دینے کی ذمہ داری سونپتے ہیں اور اس کے راز و اسرار دوسروں کے ذریعے فاش ہوئے ہیں۔ اب ہم

---

۱۔ بحارالانوار: ۳۰۶/۹۵

شیخ انصاریؒ کی کرامات کا جو دوسرا نمونہ بیان کر رہے ہیں، وہ بھی اس حقیقت کی دلیل ہے۔

مرحوم شیخ انصاریؒ کربلا کی زیارت سے مشرف ہونے والے اپنے ایک سفر میں سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے حرم مطہر میں تھے کہ اہل سماوات[1] میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں پہنچا اور آپ کو سلام کیا، آپ کی دست بوسی کی اور عرض کیا:

''بِاللّٰہِ عَلَیْکَ اَنْتَ الشَّیْخ مُرْتَضٰی؟'' یعنی خدا کی قسم تم شیخ مرتضٰی ہو؟

شیخ نے فرمایا: جی ہاں۔

اس نے عرض کیا: میں اہل سماوات ہوں میری ایک بہن ہے جس کا گھر میرے گھر سے تین فرسنگ کے فاصلے پر ہے۔ ایک دن میں اس سے ملنے کے لئے گیا۔ جب میں واپس آ رہا تھا تو میں نے راستے میں ایک بہت بڑا شیر دیکھا جس کی وجہ سے میرا گھوڑا آگے نہیں بڑھ رہا تھا اس سے نجات کے لئے میرے ذہن میں بزرگان دین سے توسل کے علاوہ کوئی اور ترکیب نہ آئی۔ لہذا میں ابوبکر سے متوسل ہوا اور میں نے یا صدیق کہا۔ لیکن مجھے اس کا کوئی اثر دکھائی نہ دیا۔ پھر میں نے دوسرے خلیفہ کا دامن تھاما اور یا فاروق کہا۔ لیکن اس کا بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا پھر میں عثمان سے متوسل ہوا اور میں نے یا ذالنور کہہ کر پکارا لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ پھر میں علی بن ابی طالب علیہ السلام سے متوسل ہوا اور میں نے کہا: ''یا اخا الرسول و زوج البتول، یا ابا السبطین ادرکنی ولا تھلکنی''

اچانک ایک نقاب پوش سوار حاضر ہوا۔ جب شیر نے سوار کو دیکھا تو اس نے خود کو ان کے گھوڑے سے مس کیا اور بیابان کی طرف چلا گیا۔ پھر وہ سوار روانہ ہو گیا میں بھی ان کے پیچھے چلا ان کا گھوڑا آرام سے چل رہا تھا اور میرا گھوڑا دوڑنے کے باوجود اس تک نہیں پہنچ پا رہا تھا ہم اسی طرح سے جا رہے تھے کہ انہوں نے مجھ سے فرمایا: اب شیر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ انہوں نے مجھے میرے راستہ کی طرف رہنمائی کی اور فرمایا: فی امان اللہ۔ اب تم جاؤ۔

---

۱۔ ''سماوات'' کوفہ اور بصرہ کے درمیان فرات کے کنارے ایک علاقہ کا نام ہے۔

میں نے ان سے کہا: میں آپ پر قربان آپ اپنا تعارف تو کروادیں تا کہ مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کون ہیں جنہوں نے مجھے ہلاکت سے نجات دلائی؟

فرمایا: میں وہی ہوں جسے تم نے پکارا تھا۔ میں **اخو الرسول و زوج البتول و ابو السبطین علی بن ابی طالب** علیہم السلام ہوں۔

میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان! آپ میری راہ راست کی طرف ہدایت فرمائیں۔

فرمایا: اپنا عقیدہ صحیح کرو۔

میں نے عرض کیا: صحیح اعتقادات کیا ہیں؟

آپ نے فرمایا: جاؤ! جا کر شیخ مرتضیٰؒ سے سیکھ لو۔

میں نے عرض کیا: میں انہیں نہیں پہچانتا تو آپ نے فرمایا: وہ نجف میں رہتے ہیں اور مجھے کچھ خصوصیات بتائیں جواب میں آپ میں دیکھ رہا ہوں۔

میں نے عرض کیا: جب میں نجف جاؤں تو ان مل سکوں گا؟

فرمایا: نجف جاؤ گے تو ان سے نہیں مل پاؤ گے کیونکہ وہ حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ لیکن تم ان سے کربلا میں مل سکتے ہو۔ انہوں نے مجھ سے یہ بات ہی کہی اور میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

میں سماوات گیا اور وہاں سے نجف کے لئے روانہ ہوا لیکن وہاں آپ کو نہیں دیکھا اور آج کربلا میں داخل ہوا ہوں اور ابھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اب آپ میرے لئے شیعوں کے عقائد بیان فرمائیں۔

شیخ نے فرمایا: شیعوں کا اصل عقیدہ یہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت امام علی بن ابیطالب علیہ السلام کو رسول اللہؐ کا بلافصل خلیفہ مانو اور اسی طرح آپؑ کے بعد آپؑ کے فرزند حضرت امام حسن علیہ السلام اور پھر آپؑ کے دوسرے فرزند حضرت امام حسین علیہ السلام (جن کا یہ حرم مطہر اور ضریح ہے) اور اسی طرح

بارہویں امام تک جو کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں۔ جو کہ پردۂ غیب میں ہیں۔ یہ سب امام ہیں اور جو شخص ان عقائد کا اعتراف کرے وہ شیعہ ہے۔ اعمال میں بھی تمہاری ذمہ داری یہی ہے کہ نماز، روزہ، حج وغیرہ انجام دو۔

میں نے عرض کیا: مجھے شیعوں میں سے کسی کے سپرد کریں جو مجھے احکامات کی تعلیم دے۔ مرحوم شیخ نے مجھے ایک بزرگ کے سپرد کر دیا اور انہیں تاکید فرمائی کہ مجھے تقیہ کے منافی احکام نہ بتائیں۔[1]

نگهبان سرت گشته است اسرار

اگر سَر بایدت رو سِرّ نگهدار

زبان دربسته بهتر، سرّ نهفته

نماند سَر چو شد اسرار گفته

کرامات اور اسرار کو چھپانا نہ صرف ان کی مخالفین سے حفاظت کا ذریعہ ہے بلکہ اس کا دوسرا اہم راز دوسرے اہم ترین اسرار و رموز تک رسائی کے لئے اپنی ظرفیت میں اضافہ کرنا ہے۔ راز داری کی اسی اہمیت کی وجہ سے اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام نے اس کی تاکید کی ہے اور اسے انسان کے لئے دنیا و آخرت کی خیر جمع کرنے کا وسیلہ قرار دیا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جُمِعَ خَيْرُ الدُّنْيا وَ الْآخِرَةِ فِي كِتْمانِ السِّرِّ وَ مُصادَقَةِ الْاَخْوانِ وَجُمِعَ الشَّرُّ فِي الْإِذاعَةِ وَ مُؤاخاةِ الْاَشْرارِ"[2]

دنیا و آخرت کی خوبیاں راز چھپانے اور بھائیوں کے ساتھ سچائی میں جمع کر دی گئی ہیں اور تمام برائیاں راز کو فاش کرنے اور اشرار سے ہمنشینی و برادری میں ہیں۔

---

۱۔ زندگانی و شخصیت شیخ انصاری: ۹۶

۲۔ سفینۃ البحار: ۴۶۹/۲

ہمارے بزرگوں نے اسرار کو مخفی رکھنے اور رازوں کو چھپانے سے نہ صرف خود کو اغیار سے محفوظ رکھا بلکہ وہ اسے عظیم اسرار و موز کو درک کرنے کے لئے اپنی ظرفیت میں اضافہ کا باعث سمجھتے ہیں اور انہوں نے اپنی کرامات کو چھپا کر اپنی روحانی قوّتوں میں اضافہ کیا۔

## راز فاش کرنے کے نقصانات

اسرار کو فاش کرنا اور رازوں کو نہ چھپا سکنا انسان کی ظرفیت کے کم ہونے کی دلیل ہے۔ اہلبیت اطہار علیہم السلام کے اسرار و معارف کے انوار کے دریا میں غوطہ زن ہونے والے ان اسرار و رموز کو فاش کرنے سے گریز کرتے تھے۔ ان کی رازداری ان کی ظرفیت و قابلیت کی دلیل اور معنوی مسائل میں ان کی ترقی و پیشرفت کا وسیلہ ہے۔

جو راز چھپانے کی طاقت نہیں رکھتے، یہ ان کی استعداد و ظرفیت کے کم ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ کچھ موارد میں ان کے افشاء کرنے کا اصلی سبب اصل حقائق میں شک کرنا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مُذِیعُ السِّرِّ شاکٌّ"[1]

راز کو فاش کرنے والا شک میں مبتلا ہوتا ہے۔

جو راز کو فاش کرتا ہے، اگر راز کو فاش کرتے وقت اسے شک و تردید نہ ہو تو اس کے بعد وہ اس بارے میں شک میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب دوسروں سے راز بیان کرتے ہیں تو پہلے دوسروں کو اصل مسائل کے بارے میں شک ہوتا ہے اور پھر خود بھی ان کا انکار کر کے اپنے مرتبہ سے گر جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے:

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۵/۸۸، اصول کافی: ۲/۳۷۱

"اِفْشَاءُ السِّرِّ سُقُوْطٌ"[۱]

راز کو فاش کرنا سقوط (پستی) ہے۔

ان انمول فرامین سے استفادہ کرتے ہوئے جو خود کو صاحب "حال" سمجھتے ہیں اور معتقد ہیں کہ وہ ایک مقام و مرتبے تک پہنچ گئے ہیں، انہیں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ نہ کہے جانے والے مسائل کو کہنے سے نہ صرف کچھ افراد ان حقائق کا انکار کر دیں گے بلکہ اس سے آپ اپنے زوال کے اسباب بھی مہیا کر دیں گے۔

چھوٹا سا برتن تھوڑے سے پانی ہی سے لبریز ہو جاتا ہے لیکن دریا نہروں اور ندیوں کے پانی کو اپنے اندر سمو لیتا ہے لیکن پھر بھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ کامیابی کے متلاشی اور بلند معنوی درجات تک پہنچنے کی جستجو کرنے والوں کو دریا دل ہونا چاہئے اور رازوں کو چھپانے سے اپنی ظرفیت کو وسعت دیں۔ اس روش کے ذریعے سنت الٰہی کی پیروی کریں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

"..... اَلسُّنَّةُ مِنَ اللّٰهِ جَلَّ وَ عَزَّ، فَهُوَ أَنْ يَكُوْنَ كَتُوْماً لِلْاَسْرَارِ"[۲]

مومن میں خدا کی جو سنت ہونی چاہئے وہ یہ ہے کہ وہ رازوں کو چھپانے والا ہو۔

اس بناء پر مقام معرفت اور حقائق تک پہنچنے والا باایمان شخص انہیں ایک خزانے کی طرح دوسروں سے چھپائے۔ انسان کسی خزانے کے بارے میں راز کو فاش کر کے کس طرح اسے دوسروں کی دسترس سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

اس بیان کی روشنی میں خدا کے حقیقی بندے وہ ہیں جو اغیار کے ہاتھ اپنی کوئی کمزوری نہ لگنے دیں۔

---

۱۔ بحار الانوار: ۷۸/۲۲۹، تحف العقول: ۳۱۵

۲۔ بحار الانوار: ۷۸/۲۹۱، تحف العقول: ۳۱۵

اولیائے خدا نے خاموشی اور راز کو چھپانے سے خود کو زینت بخشی نہ کہ انہوں نے خود کو بدنام کیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"حليتهم طول السكوت و كتمان السر"

طولانی خاموشی اور راز چھپانا ان کی زینت ہے۔

ک م گوی و مگوی هر چه دانی لب دوخته دار تا توانی

ب س سرّ که فتادۀ زبان است با یك نقطه زبان زیان است

آ ن قدر رواست گفتن آن کاید ضرر از نگفتن آن

ن ادان به سر زبان نهد دل در قلب بود زبان عاقل

اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام نے متعدد روایات میں اپنے محبوں کو تاکید فرمائی ہے کہ وہ لوگوں سے اسرار اور ایسی باتیں ضرور چھپائیں جنہیں برداشت کرنے کی ان میں طاقت نہ ہو اور ان ہستیوں نے ان کی اس نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ہمیشہ اسرار کی حفاظت کرنے کی کوشش کرو اور اپنا راز اپنے دل میں دفن کردو۔

# نتیجۂ بحث

راز و اسرار کو چھپانا بلند معنوی درجات تک پہنچنے کی بنیادی شرائط میں سے ہے۔اسی لئے شیعہ تاریخ کے بزرگوں نے اس مسئلہ کی طرف مکمل توجہ کی کیونکہ راز داری نہ صرف انسان کو مخالفین کے شرّ سے بچاتی ہے بلکہ کائنات اور ملک وملکوت کی خلقت کے عظیم اسرار سیکھنے کے لئے اس کی پرورش بھی کرتی ہے۔

اس رو سے اسرار کی حفاظت کرنا نہ صرف اسے اغیار کے ہاتھوں لگنے سے بچاتی ہے بلکہ باطنی ظرفیت میں اضافے کے لئے بھی یہ بہت اہم ہے۔

خود پر کنٹرول نہ ہونے کی وجہ سے راز فاش کر دینے کا نتیجہ انسان کا بلند معنوی مراحل سے زوال وسقوط ہے اور ایسے مسائل کی حقیقت کے بارے میں انسان خود کو اور دوسروں کو شک وشبہ میں مبتلا کر دیتا ہے!

راز کو خیالات اور خرافات سے تشخیص دینا بہت اہم مسائل میں سے ہے کہ جس کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔جس طرح راز داری اہم ہے اسی طرح ذہن کو خیالات اور خرافات سے پاک کرنا بھی بنیادی کردار کا حامل ہے۔

چون که ترا دوست کند راز دار
طرح مکن گوهر اسرار یار
آب صفت هر چه شنیدی بشوی
آینه سان هر چه که بینی مگوی

# فہرست مطالب

انتساب.....۵
حرف مترجم.....۷
پیش گفتار.....۹

## پہلا باب: خودشناسی

خودشناسی یا راہ تکامل.....۱۳
نفس کی پاکیزگی.....۱۵
خودشناسی اور مکاشفہ.....۱۷
مغرب میں خودشناسی کا ایک نمونہ.....۱۹
خودشناسی کے عوامل.....۲۲
نفس کو کمروز کرنے کا طریقہ.....۲۳
خودشناسی کے موانع.....۲۹
خودفراموشی کے دو عوامل، جہل اور یاد خدا کو ترک کرنا.....۳۳
نتیجہ بحث.....۳۶

## دوسرا باب: معارف سے آشنائی

اہلبیت علیہم السلام کی معرفت.....۳۹
معارف کا ایک گوشہ.....۴۳

معارف کہاں سے سیکھیں؟.....۴۵
عارف نما لوگوں کی شناخت.....۵۰
عرفاء کی شناخت.....۵۲
عرفاء کی صفات.....۵۳
صاحبان معرفت کی صحبت.....۵۵
عرفانی حالت میں تعادل اور ہماہنگی کا خیال رکھنا.....۵۶
نتیجہ بحث.....۵۹

## تیسرا باب: عبادت و بندگی

عبادت کیا ہے؟.....۶۳
عبادت مخلصانہ ہونی چاہئے.....۶۵
عبادات کی قسمیں.....۶۹
دینی بھائیوں کی خدمت.....۷۰
روحانی عبادات.....۷۱
عبادت میں کراہت.....۷۵
عبادت میں نشاط.....۷۷
عبادت میں نشاط کے اثرات.....۷۹
محبت اہلبیت علیہم السلام یا عبادت میں نشاط کا راز.....۸۲
نتیجہ بحث.....۸۳

## چوتھا باب: تقویٰ

تقویٰ و پرہیز گاری..... ۸۷
تقویٰ دل کی حیات کا باعث..... ۸۸
تقویٰ اور قلب کا رابطہ..... ۸۹
تقویٰ الٰہی و شیطانی افکار کی شناخت کا ذریعہ..... ۹۰
اپنی دوستی کا معیار تقویٰ کو قرار دیں..... ۹۴
حرام مال سے پرہیز..... ۹۵
تقویٰ انسان کے بلند مقامات تک پہنچنے کا سبب..... ۹۶
پرہیز گاری، اولیائے خدا کی ہمت میں اضافہ کا باعث..... ۱۰۲
تقویٰ کو ترک کرنے کی وجہ سے تبدیلی..... ۱۰۳
پرہیز گاری میں ثابت قدم رہنا..... ۱۰۶
نتیجہ بحث..... ۱۰۷

## پانچواں باب: کام اور کوشش

سعی و کوشش..... ۱۱۱
کس حد تک کوشش کریں؟..... ۱۱۱
اپنے نفس کو کام اور کوشش کے لئے تیار کرنا..... ۱۱۲
مرحوم ملاّ مہدی نراقیؒ نے خود کو کیسے فعالیت کے لئے تیار کیا؟..... ۱۱۳
حقیقت کو درک کرنے کی کوشش کریں..... ۱۱۴
آگاہانہ طور پر کام شروع کریں..... ۱۲۴

کام کے شرائط اور اس کے موانع کو مدنظر رکھیں ..... ۱۲۵
کام اور کوشش کے موانع ..... ۱۲۶
دو قلمی نسخوں کے لئے تلاش اور توسل ..... ۱۲۹
غور وفکر سے کام کرنا ..... ۱۳۱
نتیجہ بحث ..... ۱۳۴

## چھٹا باب: توسل

خدا اور اہلبیت علیہم السلام کی یاد ..... ۱۳۷
توسل، قرآن کی نظر میں ..... ۱۴۰
دعاؤں اور زیارات میں توسّل ..... ۱۴۱
توسّل تقرب الٰہی کا ذریعہ ..... ۱۴۴
توسّل دعاؤں کے مستجاب ہونے کا ذریعہ ..... ۱۴۵
توسّل میں اعتقادی مسائل ..... ۱۴۵
توسّل کے بارے میں کچھ بنیادی نکات ..... ۱۴۷
توسّلات میں یقین کا کردار ..... ۱۵۲
معرفت، انسان کے یقین میں اضافہ کا باعث ..... ۱۵۴
توسّلات میں اضطرار کا کردار ..... ۱۵۵
حضرت عباس علیہ السلام کے حرم میں ایک پریشان لڑکی ..... ۱۵۷
دوسرا نکتہ ..... ۱۵۸
عالم غیب سے مدد ..... ۱۵۹
علمی مشکلات کو حل کرنے کے لئے توسّل ..... ۱۶۰

توسّل سے دوری، گناہ کی علامت.....۱۶۱
نتیجہ بحث.....۱۶۳

## ساتواں باب: محبت اہلبیت علیہم السلام

محبت کی کشش.....۱۶۷
خاندان وحی علیہم السلام کی محبت.....۱۶۹
آسمانی موجودات اور خاندان وحی علیہم السلام کی محبت.....۱۷۵
تقرّب خدا کے کیا آثار ہیں؟.....۱۷۷
اہلبیت علیہم السلام کی اپنے دوستوں سے محبت.....۱۷۸
خاندان نبوت علیہم السلام کے محبوں کی ذمہ داری.....۱۸۱
سچی محبت.....۱۸۹
جھوٹی محبتیں.....۱۹۲
نتیجۂ بحث.....۱۹۴

## آٹھواں باب: انتظار

انتظار کی اہمیت.....۱۹۷
انتظار کے عوامل.....۱۹۹
امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے مقام ومنزلت کی معرفت.....۲۰۰
انتظار کے آثار سے واقفیت.....۲۰۳
مرحوم شیخ انصاری امام زمانہؑ کے شریعت کدہ پر.....۲۰۶
کامیابیوں کی کلید اور محرومیوں کے اسباب.....۲۰۸

امام زمانہؑ کے تکامل یافتہ منتظرین یا آپؑ کے عظیم اصحاب کی معرفت.....۲۱۳
اصحاب باصفا کی طاقت وقدرت کا سرسری جائزہ.....۲۱۴
ظہور کے زمانے کی معرفت.....۲۱۶
نتیجہ بحث.....۲۲۴

## نواں باب: رازداری

رازداری.....۲۲۷
بزرگوں کی رازداری.....۲۳۰
راز کی حفاظت کرنا نہ کہ خیالات کو چھپانا.....۲۳۲
اسرار کی حفاظت میں، مخالفین کا کردار.....۲۳۳
کرامت اور روحانی قدرت کو چھپانا.....۲۳۶
مرحوم شیخ انصاریؒ کی ایک کرامت.....۲۳۷
راز فاش کرنے کے نقصانات.....۲۴۳
نتیجہ بحث.....۲۴۶
فہرست مطالب.....۲۴۷